

Siyah bakht

Wajiha shah

سنسناقی ہوئی گولی کی آواز سے ڈانگ روم میں بیدم سنا چھا گیا وہ لوگ جو خوش گپیوں میں مشغول تھے چند لمبے تک تو جان ہی نہیں پائے کہ یہ کس چیز کی آواز تھی؛

جیسے ہی انہیں آواز کی سمت کا دراک ہو اوہ کالی آنکھوں والے شہزادے کے کمرے کی جانب دوڑے۔۔۔۔۔ کمرے کا دروازہ اندر سے لاک تھا!۔۔۔۔۔

کسی نے دور سے آواز لگائی تو کوئی جاہلی کی تلاش میں دوڑا۔ "جاہلی لاؤ۔۔۔۔۔"

کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا کھڑکی سے بجلی کی کڑکڑاہٹ بادلوں کی گرج چمک سے کمرے کے ماحول میں ایک خوفناک منظر پیدا ہوا رہا تھا۔۔۔۔۔

اس کے ہاتھ پسینے سے شرابور تھے شدت سے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں دبوچی وہ نیند میں بھی خوفزدہ ہو کر ایک جھکے سے اٹھ بیٹھی۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR مام۔۔۔۔۔ مام۔۔۔۔۔ مام۔۔۔۔۔

نورم کی بے حد کم آواز تھی اسکی سسکلیاں جب رایا بیگم کے کانوں سے نکرائیں تو وہ پاس بیٹھی گونٹھوں میں سردے نورم کو دیکھتی کمرے میں بٹن آن کر کے اجالا کر گائیں۔۔۔۔۔

نورم مسلسل کانپ رہی تھی۔۔۔۔۔

و۔۔۔ وہ آئے تھے وہاں اے تھے

ماں کو پاس پاکر نورم بچپیوں سے روتے ان سے لپٹی تھی۔۔۔۔۔ کوئی نہیں ہے نورم دیکھو کوئی نہیں ہے وہاں!!۔۔۔۔۔

رایا بیگم اس کو اپنے سینے سے لگائے بولی۔

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہ آئے تھے۔۔۔۔۔

آپ یہ بتائیں وہاں سب کیسا ہے؟..... چچا کی طبیعت کیسی ہے؟

بس کیا بتاؤں تمہاری پھپھو نے الگ تماشے لگا رکھے ہیں۔۔۔۔۔

آہ۔۔۔۔۔ پھوپھو بھی کبھی بھی نہیں سو در سکتیں ہیں۔۔۔۔۔

چلیں آپ چچا کو سنبھالیں میں بھی بس نورم کو لے کر گھر آتا ہوں۔۔۔۔۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے تک؛۔۔۔۔۔

!! ضامن نے میڈیکل پر میڈیسن کی پڑھی دیتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ اور موبائل جیب میں رکھتا نورم کے واڈ کی طرف روانہ ہوا۔۔۔۔۔

ضامن نورم کو چادر پہناتے ہوئے اس کے تصورات کا بخور جائزہ لیتا یہ اندازہ لگایا تھا کہ اس وقت نورم ہر چیز کا تصور وار ضامن کو ٹھہرا رہی تھی۔۔۔۔۔

!! میں خود کر سکتی ہوں۔۔۔۔۔ اسے سیاہ لگا ہوں سے کھا جانے والے انداز میں ضامن سے چادر چھینی تھی۔۔۔۔۔

اسکو نورم کا دھتکارنا نہ گوارا گزارا تھا، نیلی آنکھوں میں یکدم خون اتر آیا تھا۔۔۔۔۔

اگر میں نرمی سے پیش آ رہا ہوں تو اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم ہمارا رشتہ بھول جاؤ۔۔۔۔۔

بیوی ہو میری اس بات کو اپنے دماغ میں اچھے سے فٹ کر لو سمجھیں!۔۔۔۔۔

!! وہ ایسی تو نہ تھی اور ضامن کے لیے تو کبھی نہ تھی پھر کیسے وہ برداشت کر لیتا اسکی بے رخی کو۔۔۔۔۔

ضامن نے چادر کو واپس لیتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

میں تمہیں کبھی معاف نہیں کرو گی تم نے کیا ہے سب تم نے برباد کیا ہے تم کھا گئے کیف کو۔۔۔۔۔،

!! اٹشش

!! آئندہ تمہارے منہ سے یہ نام نہ سنوں میں ورنہ ابھی تک تم نے میرا پیار دیکھا ہے۔۔۔۔۔

جس دن دماغ گھوما نہ ایک لمحہ نہیں لگاؤ گا تمہارا دماغ درست کرنے میں وہ ابھی بات بھی مکمل نہ کر پائی تھی۔۔۔۔۔

جو ضامن نے اسکے بازو سے دوپچتے اسے بیڈ سے اونچا کرتے اسکے کان میں پھنکارا تھا۔۔۔۔۔

چھوڑو درد ہو رہا ہے مجھے۔۔۔۔۔ وہ اپنی سیاہ جھیل سی آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر لیے مننائی تھی۔۔۔۔۔

یہ کیا کر رہے ہو دونوں پاگل ہو گئے ہو۔۔۔۔۔۔ تم لوگوں کو ذرا احساس نہیں ہے۔ گھر میں آنا جانا ہے لوگوں کا اور گھر کے بچے ہی کتوں بلیوں کی طرح!! لڑ رہے ہیں۔۔۔۔۔۔

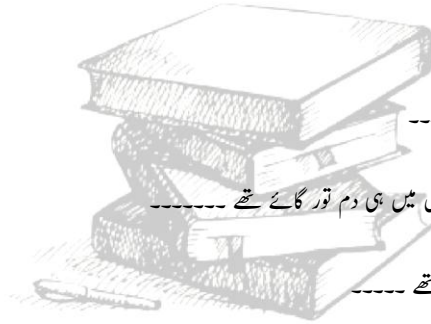
شاہ میر شاہ نے ان دونوں کو شرم دلاتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔۔

دادا جان اس سے کہہ دیں یہ جتنا کر چکا ہے کافی ہے۔۔۔۔۔۔ اب یہ نورم کے ارد گرد بھی نہ نظر آئے مجھے۔۔۔۔۔۔

ہے کیا یہ لڑکی جیسی ماں ویسی بیٹی۔۔۔۔۔۔ اچانک ہی نورین پاس کھڑی نورم کا بازو دبوچتے ہوئے بولی "میرے بیٹے کو بھی شوق نہیں ہے اس بے غیرت کے منہ لگنے کا۔۔۔۔۔۔

!! چھوڑیں اسے۔۔۔۔۔۔ ضامن نے ایک جھٹکے سے اسکا ہاتھ جھٹکتے نورم کو اپنے پیچھے کیا تھا۔۔۔۔۔۔

!! خبردار



اسندہ میری بیوی کو انگلی بھی لگائی تو۔۔۔۔۔۔

ضامن نے شہادت کی انگلی نورین کو دیکھاتے اسے ورن کیا تھا۔۔۔۔۔۔

!! اور کچھ ایسا تھا اسکے انداز میں کہ نورین کے الفاظ حلق میں ہی دم توڑ گائے تھے۔۔۔۔۔۔

یہ تو شکر تھا جو رضا شاہ اور احمد شاہ دونو قبرستان گئے تھے۔۔۔۔۔۔

ضامن نے اپنی شرٹ پر نورم کی مٹھیوں کی منظبوطی محسوس کرتے اپنے پیچھے چھپی نورم کو دیکھا۔۔۔۔۔۔

ایک لمحے میں اسکا دل بے چین ہوا تھا۔۔۔۔۔۔

نورم کا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔۔۔۔۔۔

اسکی کینٹی کی رگیں ابھری ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔ نیلے پڑتے ہونٹوں کو دیکھتا۔۔۔۔۔۔ وہ ایک ہی چست میں گھومتا اسکے سامنے ہوا تھا۔۔۔۔۔۔

فری پانی لاؤ۔۔۔۔۔۔

ضامن کو نورم کی طرف متوجہ پا کر سب کی توجہ نورم پر گئی۔۔۔۔۔۔ تو سمرین نے پاس کھڑی اپنی تیسری اور آخری اولاد کو نورم کے سمت بڑھتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔۔

رلیکس کچھ نہیں ہوا رلیکس ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔

ضامن پاگلوں کی طرح اسکے ہاتھ سیلا رہا تھا۔۔۔۔۔۔

سمرین شاہ نے نورم کے منہ سے پانی لگایا تو وہ ایک ہی سانس میں پورا پانی پی گئی۔۔۔۔۔

چچی میں نورم کو اپنے کمرے میں لے جا رہا ہوں۔۔۔۔۔

ضامن نورم کو خد سے لگائے سیڑیاں چڑھتا اپنے کمرے کی طرف گیا۔۔۔۔۔ اور پیچھے سب حیرت سے اسکی پوشت دیکھتے رہے گائے۔۔۔۔۔

کیونکہ ابھی تو بس نکاح ہوا تھا خوصتی تو ضامن کی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد ہونی تھی۔

سمرین شاہ نے ضامن کو ٹوکنے کی کوشش کی تو شاہ میر شاہ وقت کی مناسبت کو دیکھتے ہوئے انہیے چپ کروا گئے۔

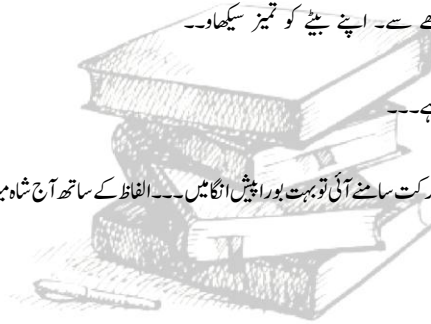
صارم نے ہاتھ کی مٹھی بناتے دیوار پر ماری اور تیزی سے وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔۔۔

دیکھ رہے ہیں ناپ آبا جان اس گھر میں میرے ساتھ بھی شروع سے نہ انصافی ہوئی ہے اور اب میری اولادوں کے ساتھ بھی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔

دیکھ تو میں سب رہا ہوں اور سمجھ بھی رہا ہوں بہت اچھے سے۔ اپنے بیٹے کو تمیز سیکھاؤ۔

آج مہمان نہیں تھے گھر میں ورنہ ہفتہ بھر سے لوگوں کا آنا جانا لگا ہے۔۔۔

اچھے سے سمجھاؤ اسے وہ جتنا کر چکا ہے بہت ہے۔ مزید اسکی کوئی حرکت سامنے آئی تو بہت پورا پیش انگامیں۔۔۔ الفاظ کے ساتھ آج شاہ میر شاہ کا لہجہ بھی سخت ہوا تھا۔



نورم کو ہیڈ پر لینا تا وہ اس پر کھیل برابر کرتا کھڑکیوں پر پردے ڈالے سورج کی کرنوں کو روکتا خود بیڈ کے سامنے سونے پر جا بیٹھا۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

اسکا سردرد کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ اپنی دو انگلیوں سے ماتھے کو دباتا۔۔۔۔۔

گہری سوچوں میں ڈوبا تھا۔۔۔۔۔

سونے کی پشت سے سر نکالے۔۔۔

ماضی کی یادوں میں کھوتا وہ بے تاثر نگاہیں چھت پر جمائے مکمل چھ ماہ قبل کے ان حسین لمحات میں گرک ہوا تھا جو شاید اب کبھی میسر نہ ہونے تھے۔۔۔۔۔

اونے۔۔۔۔۔ چھپکلی سن۔۔۔۔۔ وہ حویلی کی بلائی منزل پر اپنے کمرے کی گیلری سے آدھا نیچے جھانکتے اسے آواز لگا رہا تھا۔۔۔۔۔

لان میں کتابوں میں سردیے نورم کو دیکھتے بولا تھا۔۔۔۔۔

نورم کے کانوں سے اسکی آواز نکلرائی تو سیاہ آنکھوں میں عصہ بھر آیا تھا۔۔۔۔ وہ ایک ادا سے اپنے چہرے پر آئی آوارا لٹ کو کونوں کے پیچھے اڑتی ماتھے پر دھوپ کے سبب ہاتھ کا چھانا بنائے وہیں سے ضامن کی طرف غصے سے دیکھتی پھر کتابوں میں سر جھکا گئی۔۔۔۔

اتنا پرھ کے کیا کرنا ہے جب زلٹ میں آندے ہی لانے ہیں تو۔۔۔ وہ پھر سے آواز اور اونچی کرتا چلایا تھا۔۔۔

بندے کا منہ آچھتا نہ ہو تو بات اچھی کر لینی چاہیے۔۔۔ اس بار وہ اوپر دیکھتے غصے سے لال ٹماڑ ہوئے بولی تھی۔۔۔

ضامن نے اسکے دیکھتے ہی اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ چلاتے اسے مزید چھڑایا تھا۔۔۔۔

وہ اس وقت سیاہ قمیض شلوار میں ملبوس تھا۔۔۔

بلیک کلر میں اسکا گورنگ اور صحت مند وجود اسے حسین بنا رہے تھے۔۔۔۔ اور اسکے دل کی دنیا تو لان میں بیٹھی وہ دوشیزہ بلاجکی تھی۔۔۔۔

وہ اس وقت ہراچوڑی دار پاجامہ اور لال رنگ کی لوگ شرٹ میں موجود بالوں کو ہاف کپچر لگانے تھی۔۔۔ اسکے رشی سیاہ بال کمر پر کبھرے ہوئے تھے۔۔۔ اور کچھ آوارا لٹیں ہوا کے باعث اسکے چہرے کو چھو رہیں تھیں۔۔۔۔۔

چھپکلیاں بہت ہو رہیں ہیں نہ آج کل۔۔۔۔

ضامن کے بچے میں تمہارا قتل کر دو گی دوبارہ چھپکلی بولا تو۔۔۔ نورم غصے سے کہتی حویلی کے اندرونی حصے میں داخل ہوتے ضامن کے کمرے کی طرف بڑھی۔

تو ضامن نے کمرے میں لوٹتے بڑے شان بے نیازی سے خود کو سونے پر ڈھے دینے کے انداز میں گرایا۔۔۔۔

اور اب وہ نورم کی آمد کا منتظر تھا۔۔۔۔ اسکی توقع کے مطابق اگلے ہی لمحے اسکے کمرے کا دروازہ اچھاڑ سا کھولتی وہ غصے سے آگ بگولہ ہوتی اسکے سر پر موجود تھی۔۔۔۔

!! کیا کہا ہے تم نے۔۔۔۔ بد تمیز۔۔۔۔

نورم لڑا کا عورتوں کی طرح آستینیں چڑھاتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔ وہ ابھی یہاں پانی پت کا میدان بناتی اس سے قبل ایک دم سے ضامن نے اسکے منہ میں گلاب جامن ٹھونسی تھی۔۔۔۔

یہ کیا بد تمیزی ہے۔۔۔۔

نورم ایک ہاتھ اپنے گلاب جامن سے بھرے منہ پر رکھتے بولی۔۔۔۔ جبکہ دوسرا ہاتھ ابھی بھی کمر پر رکھے وہ فول لڑنے کے موڈ میں تھی۔

بد تمیزی نہیں ہے چھپکلی ایک سیکریٹ ہے۔۔۔۔۔ لیکن چھوڑو تمہیں کیا۔۔۔۔

وہ اسے لالچ دیتا اب مزے سے خود بھی گلاب جامن کھانے میں لگن ہوا۔۔۔۔۔

نورم چند لمحے اسے دیکھتی رہی ---

!! پھر دھرم سے اسکے برابر میں بیٹھی تھی

بتاؤ۔۔

اس نے رازدارانہ انداز میں پوچھا ---

کیوں بتاؤں مجھے اب میں تمہیں تو لڑائی کرنی تھی نہ تو جاؤ اب ---

وہ بھی کندھے اچکاتا بولا تھا۔۔۔۔

اچھا نہ چھوٹو بتا دے ---

چھوٹو نہیں ہوں میں --- ضامن اسکے دیے گئے لقب کو سنتا منہ ٹیڑھا کرتے بولا۔۔

ہاں تو میں بھی چھپکلی نہیں ہوں۔۔ بڑی بہن ہوں تم پورے چار سال چھوٹے ہو مجھ سے آپنی بولا کرو۔۔

ہاہا۔۔ نانس جوک تھا سمجھ نہیں آیا سن کے اچھا لگا۔۔

اس میں سمجھنے کی کیا بات ہے آپنی بولا کرو مجھے تمیز سے۔۔

تمیز اور میرا اجکل جھلدا چل رہا ہے۔۔ اور رہی بات آپنی بولنے کی تو وہ تو بھول جاؤ تم۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

نورم کو اسکی بات عجیب لگی تھی --- لیکن وہ اس وقت اسکا قتل بھی کر دیتا تو وہ کچھ نہ کہتی کیونکہ اسکو ابھی بس اس سے سیکریٹ اگوانا تھا

ہو گیا؟؟؟

اب جو بھی کیا بات ہے۔۔۔۔۔۔۔

بات یہ ہے کہ بھائی آرہے ہیں۔۔۔۔۔

لیکن انہوں نے کہا ہے کسی کو نہ بتا چلے۔۔۔۔۔۔۔

کیا کیف بھائی آرہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ جتنی رازداری سے یہ بات اس تک پہنچائی تھی اتنی ہی اونچی آواز میں نورم نے دہرایا تھا۔۔۔۔۔۔۔

چپ کر چھپکلی۔۔۔۔۔۔۔ پورے گھر میں علان کریگی کیا؟؟؟

ضامن تو اسکی اس حرکت پر منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔ اوو و سوری سوری۔۔۔۔۔ کیا واقعہ کیف بھائی آرہے ہیں؟؟؟
 ہاں نہ انہوں نے بولا ہے کسی کو مت بتانا۔۔۔۔۔ لیکن میں نے تمہیں بتایا کے کسی کو پتہ نہ چلے سمجھیں؟؟؟؟
 ہاں بھئی سمجھ گئی۔۔۔۔۔

بہت مہربانی ہوگئی آپکی۔۔۔۔۔

پورے اٹھ سال بعد آرہے ہیں نہ کیف بھائی۔۔۔۔۔ کتنا اچھا لگے گا نہ۔۔۔۔۔

ہاں اور میں نے تمہیں اس لیے بتایا ہے کہ ہم اسکے لیے کچھ اسپیشل کریں۔۔۔۔۔

امممم لیکن کیا۔۔۔۔۔

وہ ایک ہاتھ پر اپنا چہرہ گرائے بولی۔۔۔۔۔

تو ضامن کے دل نے اسے اطلاع دی تھی کہ یہی وہ لڑکی ہے جو اسکے دل پر مکمل قابض ہو چکی ہے۔۔۔۔۔ اب تو اسکی محبت اس قدر پختہ ہو گئی تھی کہ اسکے دل میں ہر بار اس ظالم حسینہ کو دیکھتے ایک نئے انداز میں نورم کی محبت کا نور نمودار ہو جاتا۔۔۔۔۔

ہاں ٹھیک ہی تو نام ہے نورم۔۔۔۔۔ اسکے دل نے تصدیق کی تھی۔

چلو نیچے چل کے پہلے پیٹ پوجا کرتے ہیں پھر سوچیں گے کیا کرنا ہے۔

NOVEL-E-MEHAR

ضامن نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

نورم۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔

نورم کو ابھی تک اسی پوزیشن میں بیٹھے خوابوں میں کھوئے دیکھتے ضامن نے اسکو کندھے سے بلایا۔۔۔۔۔

ہاں کیا میڈم چلو نیچے۔۔۔۔۔

بھوک لگی ہے مجھے۔۔۔۔۔

تیز سے بولا کرو تم میرے ساتھ۔

وہ دونوں سیڑیاں اترتے ہوئے بھی لڑنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑے تھے۔۔۔۔۔

ساتم نے آپی بولا کرو مجھے ----

سن لیا یہ دیکھ جوڑے ہاتھ میرے اندر جا کے بھائی کے آنے کا بھانڈہ نہ پھوڑنا۔۔۔

وہ سیڑھی کے آخری اسٹیپ سے موڑتے نورم کے سامنے ہوا ایک ہاتھ سے اسکا راستہ لوک کرتے بولا۔۔۔

مجھے کیا بچ سمجھا ہے جو سیکریٹ نہیں رکھ پاوگی۔۔۔ وہ اسکا ہاتھ جھپکتی آگے بڑھی تھی۔۔۔ تو وہ بھی اسکے پیچھے پکن کے ایریا میں آیا جہاں گھر کے تمام افراد ناشتے کی میز پر بیٹھے ناشتے میں مصروف تھے سوائے فری کے۔۔۔

!!اسلام علیکم

دونوں نے ایک ساتھ سلام کیا اور برابر۔۔۔ برابر کی کرسیاں کھینچتے بیٹھ گئے۔۔۔۔

واعلیکم السلام۔۔۔۔

اج صبح صبح دونوں ساتھ اور بنہ لڑے؟؟؟؟

احمد شاہ نے قدر حیرانگی سے پوچھا تھا۔۔۔۔

ان دونوں کو ایک ساتھ اور بنہ لڑے دیکھنا معجزے سے کم نہ تھا۔۔۔۔۔

کچھ بھی نہیں ہوا، ہم آپ کو تھوڑی نہ بتائیں گے کہ کیف بھ۔۔۔ آہاں سر۔۔۔۔

ابھی نورم نے جملہ مکمل بھی نہ کیا تھا کہ ضامن نے اسکے پاؤں پر کھینچ کر اپنے پاؤں کی چپت لگائی تھی۔۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔۔

کچھ نہیں چچی ڈرامے کرتی ہے یہ اچکو نہیں یاد کل بھی اسکے برابر سے گئی تھی بول اور اس نے کتنا شور مچایا تھا۔۔۔۔

ضامن کل رات کے کھیلے گئے میچ کو یاد دلاتے ہوئے سب کا دھان نورم سے ہٹا گیا تھا۔۔۔۔

نورم ضامن فری کرکٹ کھیل رہے تھے اور ان کے سربراہ شاہ میر شاہ تھے وہ اپنے پوتوں، پوتیوں کے لیے ہمیشہ حاضر ہوتے تھے۔۔۔۔

اور کل بھی ایسے ہی ہوا تھا۔۔۔۔۔

وہ تینوں کرکٹ کھیل رہے تھے لان میں اور سمرین شاہ، رابیا بیگم، احمد شاہ، رضا شاہ۔۔۔۔ کرسیوں پر بیٹھے چائے کے ساتھ میچ کو دیکھ فل انجوائے کر رہے تھے۔۔۔۔

ضمامن نے بول پر ہیٹ مارا تو بول اڑ کر نورم کے برابر سے ہوتی کیا یوں میں گئی تھی۔۔۔۔۔

اور بس وہی نورم کو ضامن کی ڈانٹ پڑوانے کا موقع ملا تھا۔۔۔۔۔ پھر کیا تھا۔۔۔۔۔ نورم نے جو اپنے مگر مجھ کے آنسو نکالے تھے۔۔۔۔۔

اللہ اللہ تایا جی۔۔۔۔۔

نورم نے لمے میں احمد شاہ کی طرف رخ کیا تھا۔۔۔۔۔

ضمامن آرام سے کھیلو بچی کے لگ گئی کتنی زور سے۔۔۔ احمد شاہ نورم کو اپنے ساتھ لگائے بولے۔۔۔۔۔

یہ بچی نہ بچی نہیں ہے۔۔۔۔۔

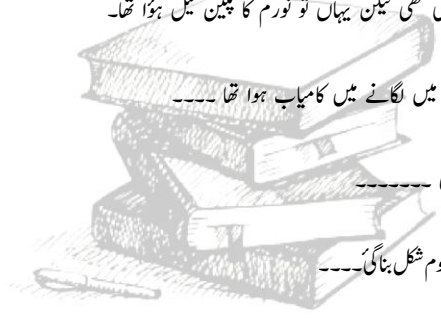
برابر سے گئی ہے اسکے بول۔۔۔۔۔ رضا شاہ نے اپنے بھائی کو اس ڈرامے باز کی باتوں میں آتے دیکھا تو اپنی آنکھوں دیکھا نہیں بتایا۔۔۔۔۔

اگر رضا شاہ نے خود نہ دیکھا ہوتا تو ضامن کی کلاس کپی تھی لیکن یہاں تو نورم کا پلین فیل ہوا تھا۔

رات کی بات کو یاد دلاتے وہ ان سب کو اس موضوع میں لگانے میں کامیاب ہوا تھا۔۔۔۔۔

ورنہ تو نورم نے یہیں اسکے سیکریٹ کی بینڈ بجا دینی تھی۔۔۔۔۔

نورم اپنی زبان دانتوں میں دبائی آنکھوں سے ہی سوری کرتی معصوم شکل بنا گئی۔۔۔۔۔



ضمامن تو جیسے موم ہوا تھا۔۔۔۔۔

ہاں اگر میں نہ دیکھتا تو کل اس نے ضامن کو پٹوا دینا تھا۔۔۔۔۔

رضا شاہ نے چائے کا گھونٹ بھرتے کہا۔

ہاں تو چچا یہ چڑیل ہر وقت مجھے پٹوانے کے منصوبے بناتی رہتی ہے۔۔۔۔۔

!! اسکے چڑیل کہنے پر نورم نے ایک خفا سی نظر اپنے تایا پر ڈالی۔۔۔۔۔ تایا جی

نورم رونو ہوئی تھی۔۔۔۔۔ بس بھی میری بیٹی کو کوئی کچھ نہیں کہے گا۔۔۔۔۔

رابیا بیگم اور سمرین شاہ تو بس ان دونوں کے ڈرامے دیکھ مسکرا رہیں تھیں۔۔۔۔۔

اور شاہ میر شاہ ایک گہری شوچ سوچتے اپنے دماغ میں بہت کچھ طے کر گئے تھے۔۔۔۔۔

فری کہاں ہے اسکول نہیں جائے گی۔۔۔۔۔ کچھ دیر بعد فری کی غیر موجودگی محسوس کرتے ضامن نے پوچھا۔۔۔۔۔

فری ضامن سے آٹھ سال چھوٹی تھی۔۔۔ اور اس میں دونوں ہی بھائیوں کی جان بستی تھی۔۔۔

فری کو بخار ہے چھوٹی کرے گی وہ آج۔

زیادہ بخار ہے کیا ماما۔۔۔ ڈاکٹر کے لے جانا ہوں۔ نہیں دوائی دے دی ہے سو رہی ہے ابھی تو۔۔۔

اچھا۔

تائی پراٹھا دینگا۔۔۔۔

پھوپھو آ رہے ہیں کل تمہاری پھوپھو کے کمرے کی صفائی کروادینا اور بچوں کے لیے بھی کمرے سیٹ کروادینا ابھی بھابی اور میں مارکیٹ جاگے تو۔۔۔۔۔

راہیا بیگم سبزی کاٹ رہی تھیں جب نورم ڈانگ روم میں داخل ہوتی ضامن کے ہاتھ سے ریوٹ چھنتی ٹی وی کے سامنے جم کے بیٹھی تھی۔۔۔ نورم کو دیکھ کر راہیا بیگم نے اسے کاموں کی لسٹ بتادی تھی۔۔۔ ضامن تو بس اسکی غنڈا گردی دیکھ کر رہے گیا تھا۔۔۔۔۔

ہاے اللہ کیوں آ رہے ہیں وہ۔۔۔

نورم نے اکتانے کے سے انداز میں کہا۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

بری بات نورم۔۔۔ دیکھ رہے ہیں نہ بھابی آپ یہ کتنی بد تمیز ہوتی جا رہی ہے۔۔۔۔۔

بس زبان چلو او اس سے کام ایک نہیں ہوتا اس سے۔

سبزی کاٹو یہ۔۔۔۔۔ راہیا بیگم اسکو سبزی تھاتی چادر اوڑھتی سرین شاہ کے ساتھ بازار جانے کے غرض سے باہر کی طرف نکلیں۔۔۔۔۔ تو پیچھے ضامن کو جیسے موقع مل گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

واہ بچی واہ مزہ ہی آگیا۔۔۔

ضامن نورم کے ہاتھ سے ریوٹ اسی انداز میں واپس لیتا سے سبزی تھما گیا۔۔۔۔۔

اٹھ۔۔۔ جلدی اٹھ۔۔۔۔۔ نکل۔۔۔۔۔ نورم چھری ضامن کو دیکھاتی بولی۔

جاربا ہوں جنگلی بلی ہی بن جاتی ہو منٹ میں۔۔۔۔۔

تم تو پھر پھول سی ہو۔۔۔۔۔

میں تمہیں اس سچ کی لپیٹ میں ربا نہیں ہونے دوں گا۔۔۔۔۔

میں تمہیں اس سب سے بہت دور لے جاؤں گا۔۔۔۔۔

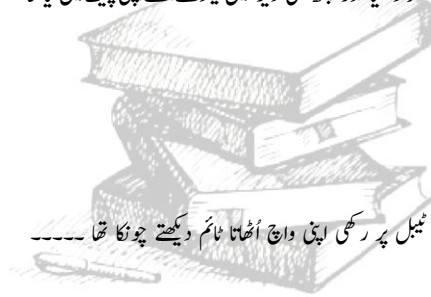
بہت دور

ضامن ہاتھ کی پشت سے نورم کے مکملی گال کو سہلاتے ہوئے بولا تھا۔۔۔۔۔

کتنے دنوں بعد ایک پرسکون نیند میسر ہوئی تھی۔۔۔۔۔

اپنے چہرے پر تپتے ہوئے گرم لمس کو محسوس کرتی وہ نیند میں بھی کسبائی تھی۔۔۔۔۔

... تو ضامن بے اختیار ہاتھ پیچھے کرتا کروٹ بدلتا آنکھیں مومند گیا اور کچھ ہی دیر میں نیند نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تھا



اسکی آنکھ تقریباً رات کے ساڑھے تین بجے کھولی تھی۔۔۔۔۔

وہ ایک ہاتھ سے انگ روکے دوسرے سے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی اپنی واچ اٹھاتا ٹائم دیکھتے چونکا تھا۔۔۔۔۔

وہ تقریباً شام پانچ بجے سے سو رہا تھا۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

اسکی نظر بے اختیار اپنے برابر میں لیٹی اس پری وٹس پر پڑی۔۔۔۔۔

رات کے ساڑھے تین بج گئے یعنی بابا چچا گھر آگئے ہونگے۔۔۔۔۔ چلو جی ضامن شاہ تیش میں آکر اس کو یہاں تو لے آئے اب چچا اور بابا کو جوابات دینے کے لیے بھی تیار ہو جاؤ۔۔۔۔۔

وہ بیڈ کراؤن سے سر لگائے ہاتھوں کو سینے پر لپیٹنے لگا ہوں کے حصار میں اب تک نورم کے معصوم چہرے کو لیے ہوئے خود کو جیسے اپنی غصے میں کی گئی حرکت کی یاد دہانی کروا رہا تھا۔۔۔۔۔

oo

خود پر کسی کی گہری نگاہوں کی تپیش محسوس کرتے اس نے آنکھیں کھولیں تھیں۔۔۔۔۔

پہلے پہل تو وہ اسی پوزیشن میں لیٹی غائب دماغی سے ضامن کو دیکھتی رہی۔۔۔۔۔

کبھی مجھ جیسا بیڈ سم نوجوان پہلے نہیں دیکھا کیا۔۔۔ نظر نہ لگا دینا۔۔۔

نورم کو یوں خود کو دیکھتے پا کر وہ ہلکا سا مسکرائے ہوئے بولا تو اسکے دائے گال پر گڑھا پڑا تھا۔۔۔۔

کچھ چاہیے تمہیں بھوک لگی ہے ؟؟؟؟

اسکی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو اب وہ سیریس ہوتا مکمل اسکی طرف موڑتا بے حد پیار سے پوچھنے لگا۔۔۔

اسکی آواز کانوں میں پڑی تو جیسے اسے یہ خواب نہ ہونے کا احساس ہوا تھا۔۔۔

وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر بیڈ سے اٹھتی تکیے کے پاس پرے اپنے سوٹ کا ہم رنگ فروزی دو بٹا اٹھاتی تیزی سے کمرے سے نکلنے کا ارادہ رکھتی دروازے کی طرف بڑھی۔۔۔۔

وہ اسکا ارادہ بھانپتا۔۔۔ لہے میں اسکے بیڈ کی سائیز پہنچتا اسکی کلائی دبوچتا جھکے سے اسے اپنی طرف کھینچتا اسکے ارادوں کو پارا پارا کر گیا تھا۔۔۔۔

اسکے چوڑے سینے سے اسکا سر ٹکرایا تو چند لمحوں کے بعد اسکا سر چکر ا گیا۔۔۔۔

کہاں جارہی ہو؟؟؟

چھوڑو میرا ہاتھ۔۔۔ وہ بید کی ہوئی شیرینی کی طرح اسکی نیلی آنکھوں میں آہنی سیاہ آنکھیں گاڑھے بولی تھی۔۔۔

میں نے پوچھا کہاں جارہی ہو؟؟؟

ابکی بار ضامن کی گرفت اسکی کلائی پر مزید سخت ہوئی، تو اسکی آنکھ سے ایک آنسو نکلتا اسکے حسین چہرے کو بھگو گیا۔۔۔۔

رو کیوں رہی ہو۔۔۔۔

وہ ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں پر اسکے انگارے کی طرح دہکتے چہرے سے آنسو کو چومتا بولا۔۔۔۔

تو وہ منہ پھیر گئی۔۔۔

اپنے کمرے میں جارہی ہوں۔۔۔

وہ ہار مانتے بولی کیونکہ وہ یہ بات اچھے سے جانتی تھی کہ وجہ جانے بغیر ضامن اسے چھوڑنے والا نہیں تھا۔۔۔

لیکن وہ ابھی یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ اسکی بات کی یہاں پروا کیسے تھی۔۔۔

!!! نہیں جاسکتیں

چپ کر کے سو جاؤ ----

وہ اسے واپس بیڈ پر بیٹھتا دو ٹوک انداز میں بولا ----

کیا مطلب تم مجھے یہاں روک نہیں سکتے --- ہو میرے راستے سے ----

وہ اسے پیچھے دھکیلتی پھر سے دروازے کی طرف بڑھی تو ابکی بار ضامن نے اسے بڑے پیار سے اسی انداز میں واپس بیڈ پر بیٹھتا خود اسکے سامنے زمین پر بیٹھتے اسکے

دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے اسکی آنکھوں میں دیکھتے بولا----

نورم میں ایک بات بہت پیار سے سمجھا رہا ہوں تم یہاں سے کہیں نہیں جا رہیں یہی سو جاؤ پھر کیوں میرا دماغ گھوم رہی ہو----

اسے اب سچ میں غصہ آیا تھا ---- لیکن وہ اپنے لہجے میں بلا کی نرمی لائے اسکی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے بولا----

تم تیز سے بولا کرو مجھ سے --- بھولو نہیں بڑی ہوں تم سے ----

اسنے اپنے ازل سے چلتے آئے ڈانگا مارے ---- تو ضامن کا غصہ لمحے میں غائب ہوا تھا ---- اچھا پھر کیا کہوں آپنی تو بولنے سے رہا بیوی ہو اب تو میری پھر تم ہی کہو کیا کہوں وہ اسکے برابر میں بیٹھتے ہو نٹوں کو مسکراہٹ میں ڈھالے بولا ----

نفرت ہے تم سے مجھے۔ تمہارے دو گلے پن سے، تمہاری خود غرضی سے ---- نفرت --- گھن آتی ہے تمہاری صورت سے ----

وہ بیڈ پر دونوں ہاتھوں کو دکائے چہرہ اسکی طرف کرتے بولی ----

NOVEL-E-MEHAR

تو وہ چند لمحے اسکی آنکھوں میں دیکھتا رہ گیا تھا ----

اور اس نفرت کی وجہ ---- کافی دیر بعد اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی تھی --- وہ جانتا تھا نورم ہر چیز کے لیے اسکو قصور وار ٹھہرا رہی ہے ----

لیکن وہ اس قدر پھتر دل کب میں ہو گئی ---- وہ تو ناراض بھی ہوتی تو زیادہ سے زیادہ ایک دن تک اور یہی اسکے ناراض ہونے کی لمٹس تھیں ----

اور اب وہ اس سے نفرت کرنے لگی ---- ضامن کے دل کو کچھ ہوا تھا ----

کیونکہ تم نفرت کے قابل ہی ہو تم سے محبت نہیں کی جاسکتی تم ایک سفاک انسان ہو ----

اج وہ اپنے الفاظوں سے ضامن کو موت دے رہی تھی -

وہ ضبط کیے اسے سون رہا تھا ---- وہ سنا چاہتا تھا ---- ہاں وہ جانتا چاہتا تھا ---- آخر اسکا قصور کیا ہے

اناہیہ نے نورین کی گود سے سر اونچا کرتے جیسے ماں سے زیادہ خود کو یقین دلایا تھا۔۔۔

تم فکر نہیں کرو یہ شادی زیادہ دن نہیں چل سکے گی نورین نے اناہیہ کے چہرے سے ہال پیچھے کیے تھے۔۔۔۔

اور میرا کیا میرے حصے میں کیا آیا میں تو خالی ہاتھ رہے گئی دیکھیں ماما میرے پاس تو کچھ نہیں بچا۔۔۔

ثناء یکدم اٹھتی نورین کے سامنے ہوتی دونوں ہاتھوں کو پاگلوں کی طرح اسکے سامنے کیے بولی۔۔۔

بس میری جان صبر کرو نورین آگے بڑھتی اسے گلے لگا گئی۔۔۔۔

سب چھن لیا۔۔۔۔ میرا کیف چھن لیا۔۔۔۔ نورم نے سب تباہ کر دیا ماما۔۔۔۔

سب کچھ میں اس سے اسکا سب کچھ چھن لو گی اپنی خوبصورتی پر ناز ہے نہ اسکو اسکی زندگی بد صورت بنا دو گی۔۔۔۔۔

ثناء کی آنکھوں میں جو خالی پن تھا ایک لمحے کو اسے دیکھتی نورین بھی پریشان ہو گئی تھی۔۔۔۔

جب اناہیہ اٹھتی ماں اور بہن کے گلے لپیٹی تھی۔۔۔۔۔

اور آج ان دونوں بہنوں کے ارادے ایک سے تھے۔۔۔۔

ایک کو نورم کو تباہ کرنا تھا۔۔۔۔



تو دوسری کو ضامن پانا تھا اس نے اس شخص کو پانے کے لیے تہجد پڑھی اللہ نے وہ شخص نورم کو بنہ مانگے آتا کر دیا۔۔۔۔ یہ بات اسکو اندر ہی اندر کھا رہی تھی

لاہور میں پھر ایک نئی صبح نمودار ہوئی۔۔۔۔

سورج کی پہلی کرنیں پھوٹی بادلوں کو چیرتی آسمان کو چھوئیں تو رات کی سیاہی میں سورج کی سرخی نے حصہ لیا۔۔۔۔۔ ہوا کی ہلکی ہلکی سرسراہٹ درختوں کے پتوں پر شبنم کے قطرے کی چمک جیسے کسی نے ہیرے بکھر دیے ہوں اس بات کو افشا کر رہے تھے کہ اکتوبر کا اختتام ہوا تو نومبر نے شہر میں پہرا ڈالا۔۔۔۔۔

پہلے پہل شہر کی سڑکیں اور گلیاں گاڑیوں اور لوگوں سے خالی تھیں۔۔۔۔۔

آہستہ آہستہ سڑکوں پر ہلکی ہلکی چہل پہل ہوئی۔۔۔۔۔ کہیں دور مسجد سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی تو لوگوں نے مسجد کی راہ لی۔۔۔۔۔

نیلے آسمان اور دھوپ کے ستہری رنگ کا حسین امتزاج پیدا ہوا۔۔۔۔۔

تو وہیں شاہو بیلا کے دروہام نے ادا سی کی ایک نئی صبح کو خوش آمدید کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

گھر کے تمام افراد شاہ میر شاہ کے کمرے میں موجود تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

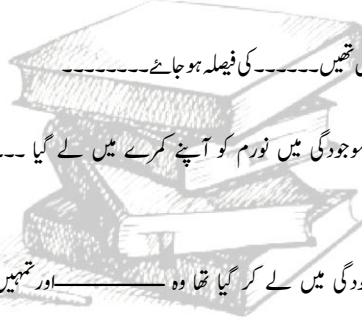
کسی کو کسی سے نفرت تھی تو کوئی کسی کی محبت میں مرنے کو تیار تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو کہیں کسی کے دل میں بدلے کی آگ دہک رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شاہ میر شاہ بیڈ پر بیٹھے اپنے بیٹوں کو سمجھا رہے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تو وہ دونوں ان کے پاتیاؤں بیٹھے خفا سے تھے لیکن باپ کے آگے کیا ہی بول سکتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہی رائٹ سائیڈ نورین اپنی بیٹیوں کے ساتھ اب فیصلے کی منتظر تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ثناء، انابیہ کے اندر کالا و اب آنکھوں سے جھلکنے لگا تو وہی صادم بھی سرخ انگار ا بنا کرے کے دروازے سے ٹیک لگائے ایک ہاتھ سینے ہر باندھ دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخون منہ میں لیے آنکھیں زمین پر جمائے کھڑا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔



راہیا بیگم سرین شاہ ساتھ سو فے پر بیٹھی تھیں اب وہ بھی یہی چاہتیں تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی فیصلہ ہو جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لیکن آبا جان میں باپ ہوں نورم کا وہ کیسے میری غیر موجودگی میں نورم کو اپنے کمرے میں لے گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رضا شاہ غصہ تھے انکی بیٹی کو کھیلونا بنا کر رکھ دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رضا شاہ اتنا ہائپر ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہماری موجودگی میں لے کر گیا تھا وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور تمہیں اعتراض کس چیز کا ہے جب میں بول رہا ہوں کے میں نے یہ روخصتی کر دی تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

ابا جان نورم اس وقت بہت مشکلات سے گزر رہی ہے میں نہیں چاہتا میری بیٹی کو مزید کوئی ٹینشن ملے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور میں اب کوئی صدمہ برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دروازے پر مسلسل ہوتی دستک نے اسکی نیند کا تسلسل توڑا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"کون۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ سو فے سے اٹھتا انگ روکتے ہوئے روم میں داخل ہوا تو نورم بیڈ پر موجود نہ تھی و اشروم سے پانی کے گرنے کی آواز آتی سونٹے وہ دروازے کی جانب بڑھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کون۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ضامن بھائی۔۔۔۔۔ بڑے صاحب آپ کو اور نورم بی بی کو اپنے کمرے میں بلا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ضامن نے دروازہ کھولا ملازمہ نے اسے پیغام دیا۔۔۔ جسے پیچھے واشروم سے نکلتی نورم سونتے دروازے تک آئی۔۔۔۔۔ ہم آرہے ہیں آپ جائیں

ضامن نورم کا ہاتھ پکڑے بولا جو ابھی کمرے سے باہر جانے ہی والی تھی اور دروازہ بند کرتا اسکو دروازے سے پن کرتا ایک ہاتھ نورم کے چہرے کے برابر سے دروازے پر رکھا۔۔۔۔۔

میری ایک بات کان کھولا کر سن لو۔۔۔۔۔

اس کمرے سے باہر صرف جب جا سکتی ہو جب میں ساتھ ہوں تمہارے۔

وہ چہرہ اقریب لے جاتے اسکے کان میں بولا تو اسکی آنچ دی جی سانس اپنے کانوں میں محسوس کرتے نورم کے دل کی دھڑکنوں کا شور پورے کمرے میں گونج رہا تھا۔۔۔۔۔

ورنہ۔۔۔۔۔ ورنہ کیا۔۔۔۔۔ کر لو گے۔۔۔۔۔

نورم کی آواز سے اسکے اندر کا خوف بھانپتے ضامن نے اپنے لبوں کے کونوں پر آتی مسکراہٹ کو کو ضبط کرتے کہا۔۔۔۔۔

ورنہ یہ کے ابھی تو پھر میرے ساتھ باہر جا سکو گی اگر اسی حرکت دہارا کی تو کبھی اس کمرے سے باہر قدم نہیں رکھ پاؤ گی۔۔۔۔۔

وہ اسکے ماتھے سے انگلی ٹیس کرتا اسکے گال پر ہاتھ لائے اسکا گال تھپکتا۔۔۔۔۔

مڑتے ہاتھ کی مٹھی بنائے ہونٹوں پر رکھے ہنسی کنزول کرتا اسکا دو ہٹا بیڈ سے اٹھتائے اسکے سر پر ڈالے بولا۔۔۔۔۔

نورم کو آج احساس ہوا تھا بلاشبہ ضامن واقع ایک وجہ خوش شکل لڑکا تھا۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

اسلام و علیم! وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو ضامن نے نورم کو سمرین شاہ کے پاس کرتے خود بیڈ پر اپنے دادا کے برابر میں بیٹھتے سلام کیا۔۔۔۔۔

تم نورم کو اس طرح اپنے کمرے میں لے گئے نہ کسی سے مشورہ لیا نہ اجازت۔

وجہ پوچھ سکتا ہوں؟؟؟

احمد شاہ نے اپنے خوب رو جوان بیٹے کو شرم دلانے کے اندر میں پوچھا۔۔۔۔۔

کیوں نہیں بلکل پوچھ سکتے ہیں۔۔۔

کیوں پھو پھو بتایا نہیں آپ نے پوچھیں پھو پھو سے۔۔۔

ضامن کے اس طرح اچانک مخاطب کرنے پر نورین شپٹا گئی، وہیں رضا شاہ اور احمد شاہ نے سوالیہ نظروں سے نورین کو دیکھا۔۔۔۔۔

وہ یہاں رہے گی تو یہ یادیں اسکا پیچھا نہیں چھوڑیں گئیں۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ اس فیصلے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔

کیسی وجہ؟؟؟؟

!! صارم۔۔۔۔۔

وہ سب جانتا ہے۔۔۔۔۔ اسی نے یہ بات بھائی کے دماغ میں ڈالی تھی۔۔۔۔۔

میں نہیں چاہتا کہ وہ نورم سے کچھ بھی الٹا سیدھا بولے۔۔۔۔۔

ضامن نے تینوں کی طرف دیکھتے کہا۔۔۔۔۔

وہ کیسے جانتا ہے یہ سب۔۔۔۔۔

رضا شاہ نے بے یقینی سے ضامن کی جانب دیکھتے پوچھا تھا۔۔۔۔۔

پھوپھو نے بتایا ہوگا۔

ٹھیک ہے تم نورم کو لے جاؤ۔۔۔۔۔

لیکن ابھی وہ تم سے بدگمان ہے جانے کو راضی نہیں ہوگی۔



NOVEL-E-MEHAR

شاہ میر شاہ نے سوچتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

وہ میں دیکھ لوں گا۔۔۔۔۔ بس آپ لوگوں نے اسے روکنا نہیں ہے وہ جتنا بھی روئے۔۔۔۔۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔۔۔۔۔

نورم میرا بچہ کچھ تو کھلا لو۔

مجھے بھوک نہیں۔۔۔۔۔

سب کی خوشیاں جو کھا گئی ہے اب بھوک کہا سے لگے گی۔۔۔۔۔

رابیا بیگم نورم کو ناشتہ کروانے کی کوشش میں تھیں۔۔۔

جب نشاء کرسی کھینچتی نورم کے آگے رکھی ناشتے کی ٹرے آپنی طرف کرتی نورم کو تیزی جملوں سے نوازتی خود ناشتہ کرنے لگی۔۔۔۔۔

دن بہ دن اسکی خوبصورتی میں اضافہ ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

انس سال کی عمر میں بھی وہ اپنی عمر سے کافی میچور اور ڈیسینٹ دیکھتی تھی۔۔۔۔۔ اور اسی سمجھداری سے وہ ضامن کے سامنے خود کو اسکا مخلص ظاہر کرنا چاہتی تھی۔۔۔۔۔

تم سوری کیوں کر رہی ہو۔۔۔۔۔ تمہارا تو کوئی قصور نہیں بلکہ مجھے اچھا لگا۔۔۔۔۔ ایٹ لیسٹ کوئی تو ہے جو اس سب کا بلیم نورم کو نہیں دے رہا۔۔۔۔۔

!! اور ایسا ہی ہوا تھا ضامن کو مخلص لگی تھی۔۔۔۔۔

نورم کا تو میں قتل نہ کر دوں۔۔۔۔۔

کچھ کہا۔؟؟؟

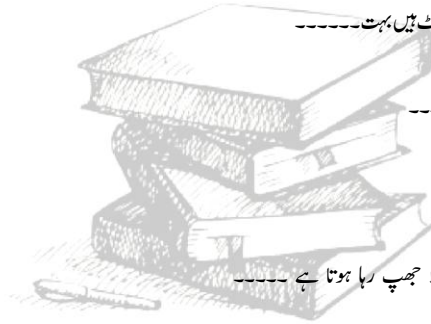
اسے زیر لب کچھ بڑبڑاتے دیکھ ضامن نے پوچھا تھا۔۔۔۔۔

میں بول رہی ہوں اس سب میں نورم اپنی کا کیا قصور ہے وہ تو انوسینٹ ہیں بہت۔۔۔۔۔

ہاں جی وہ تو ہیں نورم، چلو میں نورم کو دیکھ لوں۔۔۔۔۔

ضامن اسے کہتا آگے بڑھ گیا۔۔۔۔۔

نورم نورم نورم۔۔۔۔۔ جس کو دیکھو اسکے نام کی مالا جھپ رہا ہوتا ہے۔۔۔۔۔



ڈیر ضامن بہت جلد آپ میرے ہونگے۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

اناہیہ ضامن کی پشت دیکھتی دل میں ضامن سے مخاطب ہوئی۔۔۔۔۔

تم نے کیا کیا ہے؟

تم وجہ ہو کیف کی موت کی۔۔۔۔۔ تم نے انکو مجھ سے چھن لیا۔۔۔۔۔

ثناء آپی حد میں رہیں۔۔۔۔۔

ضامن جو نورم کو دیکھنے کے غرض سے کچن کی طرف آیا تھا۔۔۔۔۔ ثناء کے آخری الفاظ سونے اسکے تن بدن میں آگ لگی تھی۔۔۔۔۔

حقیقت سب کو بری لگتی ہے۔۔۔۔۔ لیکن حقیقت، حقیقت ہی ہوتی ہے یہ تمہارے۔۔۔۔۔ بھائی کو کھا گئی۔۔۔۔۔

اور تم اسکی محبت کی پٹی آنکھوں پر باندھے سب جانتے بوجھتے انجان بنے بیٹھے ہو۔۔۔۔۔

خبردار جو ایک لفظ بھی تمہارے منہ سے نکلا اب تو۔۔۔۔۔

ضامن کی آنکھوں میں امنڈتے غصے کو دیکھتی۔۔۔۔۔ سمرین شاہ نے شاہ کو بولا۔۔۔۔۔ اٹھو کمرے میں جاؤ اپنے۔۔۔۔۔

سنتی تو میں آپنے باپ کی بھی نہیں لیکن پتہ ہے کیا آپ کیف کی ماما ہیں اس لیے آپکی بات مان لیتی ہوں۔۔۔۔۔

شاہ سمرین شاہ سے شایستہ لہجہ اختیار کرتے بولی اور پچن سے نکل گئی۔۔۔۔۔

ناشتہ کر لیا نورم نے۔۔۔۔۔؟؟

ضامن نے ایک نظر نورم پر ڈالی جو اپنے ہاتھوں کو گھورتی آنسو ضبط کرنے کی تک دھو میں لگی تھی۔۔۔۔۔

سمرین شاہ سے مخاطب ہوا۔۔۔۔۔

نہیں بیٹا اس گھر میں سکون کہاں ہے کسی کو جو دوسروں کو جینے دیں، تم بیٹھو میں دونوں کو ناشتہ دینی ہوں۔۔۔۔۔

تجھی تو اپکی بہو کو ملیشیا لے جا رہا ہوں۔۔۔۔۔

ضامن نورم کے برابر میں کرسی کھینچتا بیٹھا تو وہ نہ محسوس انداز میں خود میں سمٹی تھی۔۔۔۔۔

تم نے اجازت لے لی ہے اسے لے جانے کی۔۔۔۔۔

جی ماما دادا نے کہا ہے لے جاؤ۔۔۔۔۔

ضامن نورم کی طرف دیکھتے اسکے ریکشن کا منتظر تھا لیکن وہ اسی طرح بیٹھی تھی تو وہ سمجھا نورم نے بات پر دھیان نہیں دیا ورنہ ہانگنا تو پکا تھا۔۔۔۔۔

وہ کچھ نہ بولی تھی اسی طرح بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی ہاں لیکن ہر نوالا ہلک سے کانٹے کی طرح اتر رہا تھا۔۔۔۔۔

اس بات کا اندازہ اسکے ہر نوالے پر پانی پینے سے ضامن نے لگایا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ضامن بھائی باہر ماہر بھائی آئیں ہیں۔۔۔۔۔

اچھا بوا آپ اسے لاؤنج میں بیٹھائیں میں آتا ہوں۔۔۔۔۔

ضامن نیکیں سے ہاتھ صاف کرتے بولا۔۔۔۔۔



NOVEL-E-MEHAR

اما ناشتہ۔۔۔ فری آنکھیں مسلتی کچن میں داخل ہوتی ناشتے کا نارا لگا گئی۔۔۔ نورم کے ساتھ بیٹھ جاؤ لگا ہوا ہے ناشتہ۔۔۔

ضامن ماہر تو ٹریننگ پر نہیں گیا ہوا تھا۔۔۔

جی اما پرسوں ہی آیا ہے میں آتا ہوں اس سے مل کر تم ناشتہ کر کے روم میں چلی جانا۔۔۔ وہ سمرین شاہ کو جواب دیتا نورم سے بولا جسے سوئی وہ بے اختیار سرہاں میں ہلا گئی

۔۔۔۔

اسلام علیکم! کیا حال ہیں بھی شادی کے بعد تو لوگ مصروف ہو گئے۔۔۔۔۔

ضامن کو لاؤنچ میں آتا دیکھ ماہر نے شرارتی انداز میں اسے چھڑا تھا۔۔۔

!! وا علیکم اسلام

ضامن ماہر سے ہاتھ ملاتے اسے لیے سوئے پر بیٹھا۔ یار بس کیا بتاؤں اب میں سب درہم برہم ہو کر رہے گیا ہے۔۔۔۔۔

کیا مطلب سمجھا نہیں میں؟

وہ نا سمجھی سے ضامن کو دیکھتے بولا۔۔۔

بتانا ہوں بتانا ہوں پہلے کچھ کھا تو لے۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

ملازمہ کو چائے بسکوت وغیرہ لاتے دیکھ ضامن ملازمہ سے ٹرائی لیتے اسکے پاس چائے نکالتے بولا۔۔۔

ماہر ضامن کا فیملی فرینڈ تھا ماہر کے بابا اما اور ضامن کے بابا اور چچا یونیورسٹی لائف کے فرینڈز تھے۔۔۔۔۔

ماہر 21 سال کا بے انتہا حسین مرد دیکھتا تھا اسکی گندمی رنگت پر ہلکی پھلکی سی شیف اسکی خوبصورتی کو چار چاند لگاتے تھے۔۔۔۔۔

اس وقت وہ وائٹ شرٹ پر بلیک کوٹ اور بلیک پیٹ پینے بالوں کو سلیکے سیٹ کیے ہوئے تھا۔۔۔۔۔

اسکی پرسنلٹی دوسروں کو اپنی طرف اٹریکٹ کرتی تھی۔۔۔۔

لیکن اسکی نظریں تو ایک ہی حسینہ کا طواف کرتیں تھیں۔۔۔

اور اس وقت بھی اسکی نظریں اسی کی تلاش میں تھیں۔۔۔

جو نہ جانے کونسی چٹان کے پیچھے جا چھپی تھی۔۔۔۔

نورم آپنی۔۔۔

ہممم

ماما ماہر کا کچھ کہے رہیں تھیں۔۔۔ کیا ماہر آئے ہیں۔۔۔

وہ رازدارانہ انداز میں نورم سے بولی۔۔۔۔۔

ہاں آیا ہے۔

وہ دو لفظی جواب دیتی چپ ہوئی تھی۔۔۔۔

کہاں ہیں؟؟؟

تو فری کا اگلا سوال حاضر تھا۔۔۔۔۔

لاؤنج میں ہے تمہارے بھائی کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نورم کے لہجے میں ضامن کے لیے قدر زمی آگئی تھی اب یہ اسکا ثناء کے سامنے اسکی سائیڈ لینے کا نتیجہ تھا یا صبح کی دی گئی دھمکی کا۔۔۔۔۔ جو بھی تھا ضامن کے حق میں بہتر تھا۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

اچھا۔۔

فری جلدی میں اٹھتی اپنے کمرے کی طرف دوڑی تو نورم کے چہرے پر آج اتنے دنوں بعد ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔۔۔

یہ کہاں گئی۔۔۔ سمیرن شاہ نے فری کے لیے انڈا فرائی کرتے اسکی طرف مزی تو اسکی جگہ خالی پا کر نورم سے بولی۔۔۔۔

وہ تائی جی اسکو واشروم آگیا تھا۔۔۔۔۔

اور مجھے بھی۔۔۔ میرا مطلب میں نے کھا لیا اور میں روم میں جا رہی ہوں ضامن نے کہا تھا۔۔۔۔

وہ اپنی جان بچا کر روم کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔ تو پیچھے سمیرن شاہ اسکو ضامن کی بات کی اتنی پروا کرتے دیکھ خوش ہوئیں تھیں۔۔۔۔۔

فری کمرے میں آتی الماری سے پرہل فرشی فرق نکالے اسکے ہم رنگ چوڑی دار پاجامہ اور دہنا لیے واشروم میں بندھ ہوئی تھی۔۔۔۔۔ اور کچھ ہی لمحوں میں وہ واشروم سے باہر بھی تھی

۔۔۔۔۔

بالوں کو بیڈ لگائے پیچھے کھلے چھوڑے سر پر اچھے سے دہنالیے کمرے سے نکلی اور اب اسکارخ لاؤنچ کی طرف تھا۔۔۔۔۔

بس اس سب میں بہت ڈسٹرب ہیں ہم لوگ۔۔۔

مجھے تو ابھی تک کیف بھائی کا یقین نہیں آرہا۔۔۔۔۔

ضامن نے ایک کے بعد ایک اسکو شاہ ویلا پر ٹوٹی آفتوں سے روشناس کیا تھا۔۔۔۔۔

یقین تو ہمیں بھی نہیں آتا۔۔۔۔۔

ابھی تو 26 سال کے ہوئے تھے بھائی۔۔۔۔۔

ضامن کی آنکھوں میں درد دیکھتے ماہر نے اسے گلے لگایا۔۔۔۔۔

اللہ انکے درجات بلند فرمائے آمین۔

آمین۔۔۔۔۔

تم بتاؤں ٹریننگ کیسی رہی۔۔۔۔۔

بہت ہی بوری۔۔۔۔۔

کیوں بھئی۔

ماہر نے منہ لٹکا کر کہا تو ضامن کو حیرت ہوئی کیونکہ آرمی ٹریننگ کولے کر تو ماہر بہت آکسائیڈٹ تھا۔۔۔۔۔

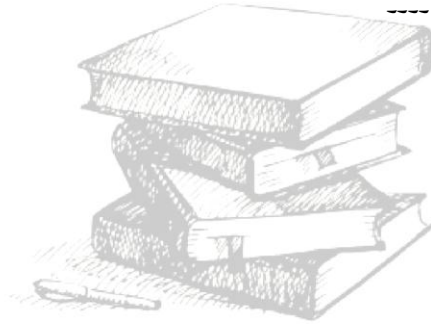
بس یار دل یہی رہے گیا اور ہم کاکول نکل لیے۔۔۔۔۔

اووو ہووو تو اب آپکے دل کے معاملات بھی شروع ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔

کون ہیں بھئی بھابی۔۔۔۔۔

بتاؤنگا سہی وقت آنے پر ابھی تو تمہاری بھابی نے بھائی کوڈن بھی نہیں کیا۔۔۔۔۔

کیا مطلب ہے ابھی کی طرف ہے کیا۔۔۔۔۔



NOVEL-E-MEHAR

نہیں ہے تو دونوں طرفہ بس محترمہ کی طرفہ ظاہر کروائیں ہیں۔۔۔۔۔

کوئی نہیں ہوتا ہے نورم کو نالیفٹ کرواتی ہے مجھے۔۔۔۔۔

وہ کمرے میں داخل ہوتی دو بیاناتی بیڈ پر لیٹی تھی اسکی سیاہ جھیل سی آنکھیں ویران تھیں۔۔۔۔۔

دونوں ہاتھ پیٹ پر رکھے سیدھی لیٹی تھی مہندی اب کہی کہی باقی تھی کرا نفاست سے سٹا ہوا تھا جب وہ گئی تھی تو بکھرا ہوا تھا تو یقیناً ملازمہ صفائی کر گئی تھی۔۔۔۔۔

بے چینی کے سبب وہ کروٹ لیتی ہاتھ سر کے نیچے رکھ گئی۔

کیا کر رہی ہو؟؟؟

کافی بنا رہی تھی آپ بیٹگیں؟؟؟ نورم کافی مگ میں ڈالتی کنفیوژ سی بولی۔۔۔۔۔

نیکی اور پوچھ پوچھ۔

کیف دروازے سے ٹیک لگائے ہاتھ سینے پر لپیٹے نورم کو نگاہوں کے حصار میں لیتے بولا۔۔۔۔۔

جو اس وقت ڈھیلے ڈھالے سے ٹواڑ اور گوٹھنوں سے اونچی کرتی پہنے تھی وائٹ کلر کانیوریٹ تھا اس بات کا اندازہ کیف نے اسکی ڈریسنگ سے لگا یا تھا وہ زیادہ تر وائٹ کلر پہنتی تھی اور دوسرے کلرز کے ساتھ بھی وہ وائٹ کا استعمال کرتی تھی جیسے اس وقت بھی اس نے پیک کرتی پر وائٹ ٹواڑ اور وائٹ اسٹول پہنے ہوئے تھا۔۔۔۔۔

بالوں کو رف جوڑے میں سمیٹے تھی جس سے نکلتی لٹیں اسکے چہرے پر آتی اسے مزید حسین بنا رہی تھیں۔۔۔

وہ ایک ساحرہ تھی۔۔۔ اور لوگوں کو اسی طرح اپنے سحر میں لیتی تھی جیسے کیف اس میں کہیں کھوسا گیا تھا۔۔۔۔۔

بلیک یا وائٹ؟؟؟

بلیک۔۔ کیف نے فریج سے پانی کی بوتل نکالی تو نورم نے گلاس اسکی طرف بڑھایا۔

تمہیں بخار ہے؟؟؟؟

کیف کا ہاتھ اسکے ہاتھ سے بچ ہوا تو اسکے تپتے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔

نہیں میں ایسی ہی ہوں۔۔۔۔۔ آپ وہی ہو گئے ہیں ڈاکٹر بن کر۔۔۔

اس نے ہنستے ہوئے اپنی بات کو انور کیا تھا۔

ڈیئر کزن ڈاکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ میں تمہارا کزن بھی ہوں اور مجھے تو جیسے تمہارے ڈراموں کا نہیں پتہ یہاں نہیں تھا لیکن اب ایسا بھی نہیں کہ میں تمہاری عادت سے واقف نہیں ہوں۔۔۔۔۔۔

کیف بھائی پلیز۔۔۔۔۔۔ پلیز ماما کو نہ بتانا۔۔۔۔۔۔

نورم اپنی چوری پکڑے جانے پر معصوم شکل بناتے کوئی راستہ نہ ملا تو اسکی طرف مڑتے بولی۔

اوکے نہیں بتانا۔

لیکن چچا کیوں رہی ہوں تم؟؟؟

اسے سچ میں حیرت ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔



کیونکہ محترمہ نے پھر چچی کے منا کرنے کے باوجود آنسکریم کھائی ہے۔۔۔۔۔۔

ضامن کی آواز نے دونوں کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔۔۔۔۔۔

آوو تو چھوپ چھوپ کر کھائی جاتی ہے ابسکریم۔۔۔۔۔۔

ویری بیڈ نورم چھوپ کر کچھ نہیں کرنا چاہیے۔۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

جیسے ضامن بوتل کے جن کی طرح نمودار ہوا تھا۔۔۔۔۔۔

ویسے ہی نورم کے ہاتھ سے کافی لیتا غائب ہوا تھا۔

اور نورم کو اس پر ڈھیروں غصہ آیا تھا جو اسکی عزت کا فالودہ لحوں میں بنا گیا تھا۔۔۔۔۔۔

دو وہ ملانے منا کیا تھا نہ زکام ہے نہ مجھے اس لیے آپ پلیز ماما کو نہ بتانا۔۔۔۔۔۔

نورم کیف کو سچ بتاتی ساتھ اپنی پول نہ کھولنے کی التجا بھی کر گئی۔۔۔۔۔۔

اچھا جی نہیں بتانا۔۔۔۔۔۔

میں میڈلسن دوگکا کھا لینا صبح تک اتر جائے گا بخار۔۔۔۔۔۔

جی، یہ لیں آپکی کافی۔۔۔۔۔۔

تمہاری تو ضامن لے گیا۔۔۔

نہیں وہ میری نہیں تھی اسی کے لیے بنائی تھی۔۔۔ میں نہیں بیٹی کافی۔۔۔۔۔

اچھا جی اسکو بھی رشوت دی گئی ہے پول نہ کھولنے کی۔۔۔

کیف نے کافی کی نرم گرم تلخی کو حلق سے نیچے اتارتے کہا۔۔۔

نہیں وہ روز اس نام کافی پیتا ہے تو اس لیے۔۔۔

تم بناتی ہو اسکی کافی؟؟؟

نہ جانے کیوں کیف کو نورم کا ضامن کے لیے کافی بنانا چھتا۔۔۔۔۔

ہاں میں بناتی ہوں۔۔۔

وہ سادگی سے کہتی کافی کا جار کینٹ میں رکھتی بولی۔۔۔۔۔

واہ بھی لڑکی کافی تو بڑی اچھی بنا لیتی ہو۔۔۔

وہ کافی کی گرم بھانپ کو گہری سانس میں بھرتے کافی کی خوشبو کو محسوس کرتے بولا۔۔۔۔۔

تھینک یو بھائی۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

تو اسکی تعریف پر نورم بچوں کی طرح شیرٹ کا دامن پکڑے ہلاتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔

کوئی مسئلہ نہیں ہے تم بھابی اور اپنے ڈار کیو منٹس مجھے لا دو۔۔۔

میں ایک دو روز میں بنوا دوں گا۔۔۔

ماہر جو ضامن کی ساری بات سن کر بولا تھا۔۔۔

ضامن نے اس سے اپنے اور نورم کے ارجنٹ پاسپورٹ بنوانے کی بات کی تھی ماہر کے فادر کی جاب نادر میں تھی گو کہ وہ اب ریٹائر ہو چکے تھے لیکن انکے تعلقات نادر سے اب تک برقرار تھے۔۔۔۔۔

اچھا پھر تم بیٹھو میں لے کر آتا ہوں۔۔۔۔۔ ضامن کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔۔

ماہر نے بے چین نگاہیں ارد گرد گھومائی تو اسے پلر کے پیچھے فری، سامنے ایل سی ڈی میں دیکھائی دی تھی۔۔۔۔

ماہر نہ محسوس انداز میں اٹھتا حویلی کے باہر کی طرف گیا۔۔۔۔

کیا مطلب ہے اتنے دن بعد آئے وہ بھی اتنی سی دیر کے لیے۔۔۔۔ مجھ سے ملے بھی نہیں۔۔۔۔

فری جو اسکو حویلی سے نکلنے دیکھ منہ ٹیڑھا کرتے ہوئی۔۔۔۔

اب آپ ہی چٹانوں کے پیچھے جا چھپو گی تو اس میں تو ہم جیسے ناچیز کا کیا قصور؟؟؟

اپنی دید کی خاطر تو ہم یہاں دوڑے چلے آتے ہیں۔۔۔۔

وہ حویلی سے نکلنے پیچھے کے راستے سے آتے اسکے بالکل پیچھے کھڑا معنی خیز انداز میں بولا۔۔۔۔

تو فری کرنٹ کھاتی اسکی طرف پلٹی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تو جان ماہر ایکو ماہر سے کیا شکایتیں ہیں کہیں آپکا ماہر حاضر ہے۔۔۔۔ وہ ایک ہاتھ پلر پر رکھے اس پر سایہ لگن ہوا تھا جو اسکے سینے سے بھی نیچے جاتی تھی
محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے بولا تھا۔۔۔۔

نہیں تو۔۔۔۔ مجھے تو کوئی شکایت نہیں۔۔۔۔ اپنی چوری پکڑی جانے پر فری نے فل کانفیڈنس سے اسکی سرمائی آنکھوں میں آپنی ٹیلی آنکھیں ڈالنے بولا اور آگے ہی لے اسکی آنکھوں سے
بری طرح سے کنفیوژ ہوتی نظریں جھکا گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

تیرا دیدار تیری فکر تجھ سے پیار کی باتیں۔

تقاضہ یہی دل کا صبح شام ہوتا ہے۔۔۔۔

جی۔۔۔۔۔

فری کنفیوژ ہوتی انگلیاں چمکاتی ہوئی۔

لمبی باتوں سے مجھے مطلب نہیں مجھے تو آپکا جی کہنا بھی کمال لگتا ہے۔۔۔۔۔

اسکے بار بار اظہار پر فری کی دھڑکنیں سست ہوئیں تھیں۔۔۔۔

اور اسکی خاموشی کو محسوس کرتا ماہر کو سمجھ نہ آیا تھا کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے۔۔۔۔

یاد فری تم چاہتی کیا ہو؟؟؟

اگر مجھ سے محبت ہے تو ہاں کرو۔ میں ماما، بابا کو سمجھوں اور اگر نہیں ہے محبت تو صاف انکار کر دو لیکن کوئی تو جواب دو۔۔۔۔۔ نہ ہاں کہتی ہو نہ نہ کہتی ہو۔

وہ کمرے میں داخل ہوتے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ چلاتے لائٹس آن کر گیا۔۔۔۔۔

تو وہی اسکی موجودگی محسوس کرتی نورم جو ماضی کے حسین لمحات میں گرک تھی آنکھیں بند کرتی سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔۔۔۔۔

نورم اس وقت بالکل ضامن سے چنگا لینے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔۔۔۔۔ اور پھر جب سے نکاح ہوا تھا ضامن کے بدلنے رجحانات سے اسے عجیب سا خوف ستانے لگا تھا۔۔۔۔۔
ہاں وہ ضامن سے ڈرنے لگی تھی اسکے غصے سے اسکی نورم کے لیے اس قدر جنونیت سے ڈر گئے لگا تھا اب۔۔۔۔۔

وہ قدم بڑھائے بیڈ کی سمت آیا۔۔۔۔۔ سو رہی ہو؟؟؟

وہ نورم کی آنکھوں کی پھڑپھڑاہٹ دیکھتا یہ تو اندازہ کر گیا تھا۔

میڈم کی ڈرامے بازیاں یہاں بھی شروع ہو چکی ہیں۔

اسکی طرف سے جواب نہ ملا تو۔۔۔۔۔ ضامن کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔۔۔۔۔



میرا بھالو چالاکیاں ان کے سامنے دیکھاؤ جو تمہیں جانتے نہ ہوں۔
NOVEL-E-MEHAR

وہ کہتا اسکے سرہانے بیٹھا۔۔۔۔۔ تو نورم جھٹ سے آنکھیں کھولتی دور ہوئی تھی۔۔۔۔۔

لیٹی رہو میں بس جا رہا ہوں۔

میڈم کھائی؟؟؟؟

!! نہیں

کیوں؟

وہ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی ہے، میری ہمت نہیں اٹھنے کی۔۔۔۔۔ لا کر دو۔

نورم شان بے نیازی سے اس پر حکم جھاڑتی اب پرسکون انداز میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

اور ضامن تو اسکی اس ادا پر آتش آتش کر اٹھا تھا،۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دیکھ کیا رہے ہو دے دو گے تو کونسا گھس جاؤ گے۔

ضامن کو منہ کھولے خود کو کتنے دیکھتی وہ مزید بولی تھی۔

تو ضامن اٹھتا ڈرینگ تک گیا۔۔۔ وہ خوش تھا کیونکہ شادی سے اب تک یہ پہلی بار ہوا تھا جو نورم نے اس سے نارمل بات کی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ضامن اسے میڈیسن دیتا اپنے ڈارکیومنٹس نکالتے دباہ اسکی طرف آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

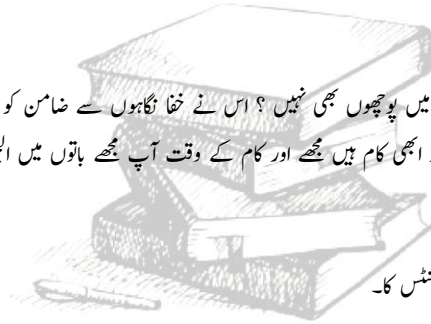
تمہارے ڈارکیومنٹس کہاں ہیں؟

کیوں؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زیادہ سوال کر کے دادی نہ بنا کرو جلدی بناؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ضامن کو اسکی بال سے خال نکالنے کی عادت سے سخت چیز تھی۔

کیا مطلب ہے تم میرے ڈارکیومنٹس مانگ رہے ہو اور میں پوچھوں بھی نہیں؟ اس نے خفا نگاہوں سے ضامن کو دیکھا۔۔۔ اور یہاں ضامن پزل ہوا تھا۔۔۔ کیوں نہیں بیوی بلکل پوچھیں لیکن جب واپس آجاؤ ابھی کام ہیں مجھے اور کام کے وقت آپ مجھے باتوں میں الجھا رہیں ہیں، ویسے اتنا کوئی خاص کام نہیں ہے میں تمہارے ساتھ یہاں رہ سکتا ہوں۔



ضرورت نہیں ہے بتاؤ کیا کرنا ہے تمہیں میرے ڈارکیومنٹس کا۔

اب تم کوئی گولڈ میڈلسٹ تو ہو نہیں جو تمہارے ڈارکیومنٹس چوری کر گنگا۔ کام ہے بول رہا ہوں اتنا بھی بھروسہ نہیں رہا اب؟؟

اسکی آنکھوں میں شکوہ تھا جس سے نورم کو تکلیف ہوئی تھی۔۔۔ وہ اس پر بھروسہ کرتی تھی، ضامن اسکو عزیز تھا۔۔۔ وہ نفرت نہیں کرتی تھی۔۔۔ بس غصے تھی، ناراض تھی، اور نورم جانتی تھی کہ اسکی چھوٹی چھوٹی باتوں سے ضامن ہرٹ ہوتا ہے۔۔۔ وہ جانتی تھی ضامن ہرٹ ہوا سے احساس ہو اس نے نورم کی زندگی میں کس طرح سیاہی گھولی تھی۔۔۔ بس وہ ناداں تھی جو اپنے محسن کو دشمن سمجھے بیٹھی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میرے روم کے ڈرینگ مرر کے لیفٹ سائڈ ڈور میں رکھیں ہیں۔

وہ احسان کرنے کے سے انداز میں بولتی واپس کیمبل منہ تک لیتی لیتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیونکہ اب میڈیسن کے زیر اثر اس پر نیند غالب ہو رہی تھی وہ گھنٹوں سوئی رہتی تھی یہ میڈیسن کھا کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ضامن روم کی لائٹس اوف کرتا باہر نکل گیا۔

پچھے نورم کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹتے اسکے نکلے میں سمویا تھا۔۔۔۔ اور اسی طرح نیند اس پر حاوی ہوئی تھی۔

اور مجھے ہر وقت سولی پر چڑھا کر رکھتی ہو۔۔۔ نہ آؤں تو آنے کی دعا کرتی ہو، آجاؤ تو بات نہیں کرتیں، یاد کرتی ہو تو اظہار بھی کیا کرو۔۔۔

میں مشکل میں ہوں، مجھے اس مشکل سے نکال دو۔۔۔۔۔

یا تو سہی طرح میری ہو جاؤ یا یہ سب نہ کیا کرو۔۔۔۔۔ یہ ماہر کی بے بسی کی انتہا ہی تھی جو پچھلے ایک سال سے فری کے ہاں، نہ کے سچ پھنسا ہوا تھا۔۔۔۔۔

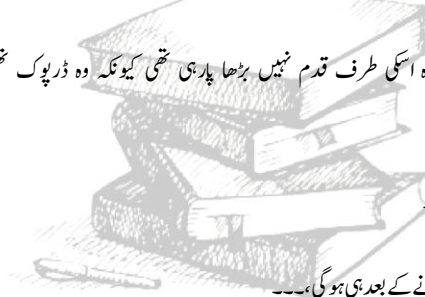
اور فری اسے ہر بار نالتی تھی اور لاسٹ ٹائم بھی اس نے یہ کہہ کر ٹالا تھا کہ ٹریننگ سے واپس آئے گا پھر جواب دے گی۔

مجھے ڈر لگتا ہے۔۔۔۔۔ وہ کافی دیر بعد بولی تھی۔۔۔۔۔ کس چیز کا ڈر میری جان؟

مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں نے ہاں کی تو اپنی ماما آئیں گیں اور ماما بابا، بھائی شادی سے مناکردیں گے تو جو ابھی دیکھنا نصیب ہوتا ہے وہ بھی نہیں ہوگا۔۔۔

اب فری نے اپنے اندر کے ڈر کو ماہر پر عیاں کیا تھا جو کہ سونے ماہر کو حیرت ہوئی تھی کہ اس لیے فری نے ماہر کو ایک سال سے مشکل میں ڈال کر رکھا تھا۔

وہ بھی محبت کرتی تھی، وہ بھی چاہتی تھی اسے، لیکن وہ اسکی طرف قدم نہیں بڑھا پارہی تھی کیونکہ وہ ڈر پوک تھی۔۔۔۔۔ وہ چاہتی تھی کہ ماہر کو دکھ نہ دے لیکن وہ نہیں کر پارہی تھی۔۔۔۔۔



اور وجہ کیوں مناکریں گے؟؟؟ جاننے تو ہیں سب مجھے۔۔۔۔۔

اور میں کوئی شادی کی جلدی تو نہیں کر رہا تمہاری پڑھائی کمپلیٹ ہونے کے بعد ہی ہوگی۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

اور جہاں تک میں تمہارا دماغ سمجھ پارہا ہوں تم اتج کو لے کر بول رہی ہو۔

تو فری اگر میں تم سے پانچ سال بڑا ہوں تو ضامن بھی تو نورم آپنی سے چار سال چھوٹا ہے، اور لڑکے تو ہوتے ہی ہیں بڑے یہ تو نارمل سی بات ہے آپنے نئے سے دماغ پر اتنا زور نہ ڈالا کرو۔۔۔۔۔

ماہر اسکے ڈر کو دور کرتے بولا تھا۔۔۔۔۔ جس سے فری کو تھوڑا سا اطمینان ہوا تھا۔

ماہر ہمیشہ اس کو بچوں کی طرح ہی ٹریٹ کرتا تھا۔۔۔۔۔ فری کو دگا ہیں جھکائے دیکھ کر ماہر نے اسکی تھوڑی سے پکڑتے چہرا اچھا کیا۔۔۔۔۔ اور دیکھو میری طرف، فری نے پلکوں کی جھال لہراتے اسکی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ پھر ہاں سمجھوں؟؟

ماہر کے لہجے کی گنگنتگی سے اسکی محبت جھلک رہی تھی وہ ماہر سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اسے یقین ہوا اب ہاں ہی ہوگی اور اسکے لہجے کی اس محبت اور ماہر کو محسوس کرتے فری کو خود پر رش ہوا تھا۔

فری اب اسکامان توڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔۔۔

نفرت ہے رابیا سے مجھے --- وہ اپنی آنکھوں میں رابیا کا عکس لاتے نفرت سے بولی ----

تو ملا --- آپکو مصلہ تو رابیا ماما سے ہے نہ نورم سے تو نہیں۔

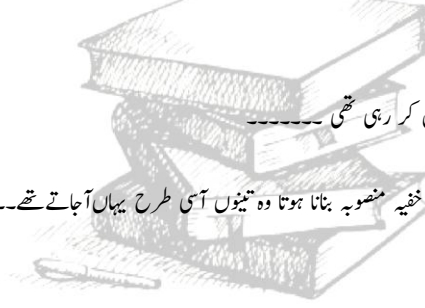
صارم نے پھر سے ایک ادنہ سی کوشش کی تھی ----

کہا نہ نہیں تو نہیں بیٹی تو اسی کی ہے نہ ---- اور اب میں تمہارے منہ سے اسکا نام بھی نہ سنو ---- نورین نے بات ہی ختم کر دی تھی ----

جاؤ اٹھو آپنا سامان ہاندھوں اور شتاء کو اور بھجو مدد کرو آئے میری سارا دن موبائل کے ساتھ لگی ہوتی ہے یہ نہیں ماں کے ساتھ کام میں ہاتھ بنا دے ----

دو دونوں چھت پر لکڑی کے بننے پرانے طرز کے چھولے پر بیٹھیں تھی جس سے ٹیک لگائے وہ افق پر پرندوں کے چھوٹے دیکھتے منصوبہ بنا رہا تھا ----

سوج افق میں آہستہ آہستہ گم ہو رہا تھا شام کا یہ حسین منظر روح تک تازگی بخش رہا تھا --- ہلکی ہلکی موسیقی کی آواز کہیں دور پرے سے آرہی تھی جس میں گھرو پر لوٹنے پرندوں کی تین صدائیں بھی شامل تھیں ----



دن اور رات کے سنگم پر قدرت اپنی حسین پینٹنگ تخلیق کر رہی تھی ----

یہ ان تینوں کی پلاننگ کرنے کی جگہ تھی جب بھی کوئی خفیہ منصوبہ بنانا ہوتا وہ تینوں آسی طرح یہاں آجاتے تھے ----

کوئی مشورہ دو نہ یاد تم دونوں کس کام کی ہو ----

NOVEL-E-MEHAR

وہ کافی دیر سے جو اینڈیا دیتا دونوں مل کر اسکو انکار کر جاتیں ----

ایک کام کرتے ہیں گھر میں پارٹی رکھ لیتے ہیں حرین، حوریا، اذلان بھائی اور ماہر کو بھی بلا لیتے ہیں ----

اُہوں ---- اس سے سب کو پتہ چل جائے گا بیڈ اینڈیا ----

اور فری یہ ماہر تم سے بڑا ہے بھائی کا استعمال بھی کر لیا کرو تمہاری شان میں کوئی کمی نہیں اجائے گی ----

وہ اسکے مشورے کو سنتے ساتھ ہی فلاپ کرتے ساتھ تنقید بھی کر گیا ----

تو فری کا منہ پھول کے غبارہ ہوا بھلا وہ ماہر کو بھائی کیسے کہہ سکتی تھی ----

اذلان ماہر سے دو سال چھوٹا تھا وہ اُس سال لڑکا بہت خوش مزاج شخصیت کا مالک تھا، وہ بس دو بھائی تھے اور آنکو بہن کی خواہش تھی وہ بچپن سے ہی نورم کو اپنی بہن کہتے تھے اور سمجھتے بھی تھے ----

جبکہ حرین اور حوریا جڑواں بہنیں رابیا بیگم کے اکلوتے بھائی مصطفیٰ کی دل عزیز بیٹیاں تھیں۔۔۔۔۔

وہ دونوں ایک سی تھیں نین نقش قد و قامت۔۔۔ بات کرنے کا انداز آواز سب ایک سا تھا انکی پہچان صرف آنکھیں تھیں۔۔۔ حوریا کی کرشل ائز تھیں اور حرین کی گہری نیلی بس یہ واحد چیز تھی جو ان دونوں کی سیم نہیں تھی۔۔۔

ایک کام کرو۔۔۔ نورم تم چاکلیٹ ایک بناؤ۔۔۔ میں اور فری مارکیٹ سے بھائی کاروم ڈیکورٹ کرنے کے لیے پھول اور انکے لیے گفٹس لاتے ہیں۔۔۔۔۔

تمہیں کیا مصلہ ہے اگر میرے بھائی آجائیں گے تو تمہارا کیا جائے گا۔۔۔

نورم فری کے پھولے ہوئے منہ کو دیکھتی بولی۔۔۔

مجھے تو کوئی مصلہ نہیں بلا لو پھر سب کو کل صبح نو بجے کی بھائی کی فلائٹ ہے۔۔۔ شام کی پارٹی رکھ لیتے ہیں۔۔۔ ضامن نے نورم کی ایک بار میں حامی بھری۔۔۔ تو فری بھی موقع پاتے سب کو کال کرنے کے ارادے سے اپنے روم کی طرف دوڑی۔۔۔ کہاں جا رہی ہو مارکیٹ جانا ہے ہمیں۔۔۔

ہاں بھائی میں آئی بس مجھے دو گھنٹے دیں۔۔۔ کیا مطلب ہے دو گھنٹے۔۔۔

وہ پیچھے بڑبڑاتا رہے گیا۔۔۔

ہونے دو نہ تیار کونسا آج آرہے ہیں بھائی۔۔۔۔۔

میڈم تم اپنے شوب چرن لے کر کچن میں جاؤ شاباش۔۔۔۔۔



NOVEL-E-MEHAR

جا رہی ہوں۔۔۔

ماما۔۔۔ میں اور فری مارکیٹ تک جا رہے ہیں۔۔۔۔۔

اچھا۔۔۔ کیا بات ہے آج تم نے پارٹی بدل لی نورم کی جگہ فری نے کیسے لے لی؟۔۔۔۔۔

ضامن نے سرین شاہ کے کمرے میں آتے انہیں اطلاع دی۔۔۔

ابھی بھی وہ وہی لباس پہنے ہوئے تھا بس ٹی شرٹ پر ایک بلیک جیکٹ کا اضافہ تھا۔۔۔۔۔

ہاں۔۔۔۔۔ فری کو کچھ کتابیں لینی ہیں نہ اس لیے۔۔۔۔۔ ان کو تفتیشی افسر نے دیکھتے وہ فوراً بولا تھا۔۔۔۔۔

اچھا جلدی انا کل پیپر ہے فری کا۔۔۔۔۔

اوکے ہم یوں گے اور یوں ہی گے۔۔۔۔۔

وہ بولتے ساتھ ہی وہاں سے دم دباتے بھاگتا اور پیچھے سرین شاہ اپنے بیٹے کی چالاکی دیکھنے اشکراٹھی تھیں۔۔۔

وہ ہمیشہ ہی انہیں ایسے جواب دے کے جانتا تھا کہ جب تک وہ بات کو سمجھتیں تو وہ وہاں سے بوتل کے جن کی طرح غائب ہوتا تھا۔۔۔

چلو چکی اب آ بھی جاؤ ڈھائی گھنٹے ہو گئے اب تو گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں جلدی آ جاؤ۔۔۔

اور تم کیا کر رہی ہو میڈم۔۔۔

یہ کیا کیا تم نے لڑکی؟؟؟

تم تو بول رہیں تمہیں آتا ہے کیک۔۔۔ وہ آنکھیں گول کرتا ابکی بار مکمل اسکی طرف موڑا تھا۔۔۔

تو وہ سسک سسک کے رو رہی تھی۔۔

ہاں تو بولا تھا۔۔۔۔۔ اب نہیں بن رہا تو کیا کروں۔۔۔۔۔ وہ بچہ کی طرح ہونٹ باہر نکا کر بولی تو ضامن نے دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے ٹھنڈی آہ بھری

۔۔۔۔

اب ایسے کروگی تو مشکل ہو جائے گی جان بہار۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

کیا مطلب؟؟؟

وہ سو سو کرتی آستین سے ناک صاف کرتے بولی تو اسکی حرکت پر ضامن کے لبوں کو مسکراہٹ نے جھبوا۔

کچھ نہیں جاؤ تم بھی چادر لے آؤ ساتھ چلتے ہیں باہر سے لے لیں گے کیک۔۔۔۔۔ وہ ایک نظر اسکے بنائے ہوئے جملے پر اٹھے نمہ کیک کو دیکھتا بولا۔۔۔۔۔

ضامن اپنے ہوش میں لوٹا تو احساس ہوا وہ کیا بول گیا۔۔۔۔۔

اور۔۔۔ اور یہ جو حال ہوا ہے کچن کا میری ہنلر ماما جان لے لیں گیں میری۔

تم اس کی فکر نہ کرو اسے میں انڈر گراؤنڈ کرتا ہوں تم چادر لے آؤ اور چچی کو بھی بتا آؤ۔۔۔۔۔

اووو ضامن مای سیویر۔۔۔

بس بس مکھن بعد میں جاؤ جلدی ٹائم نہیں ہے اور فری کو بھی بولو جلدی آئے۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے۔

نورم کچن سے نکلتے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔۔۔ تو پیچھے ضامن نے ایک نظر کچن کی حالت پر ڈالی۔۔۔۔۔ باؤلی وہ نفی میں سر جھٹکتا سلیپ صاف کرتے باہر اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھا تھا۔۔۔۔۔

واہ کیا بات ہے مطلب میں سارا کچن صاف کر آیا لیکن محترمہ سے اپنی چادر اور اپنا وزن اٹھا کر باہر نہ آیا گیا ابھی تک۔۔۔

فری کو پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے دیکھ اس نے پوچھا تو معلوم ہوا۔۔۔

نورم صاحبہ تیار ہو رہیں ہیں۔۔۔۔۔

شادی وادی میں جارہیں ہیں کیا ہم۔۔۔۔۔

جب بھی وہ تینوں کہیں جاتے تھے تو انہوں نے دو رولز بناے ہوئے تھے۔

جاتے وقت نورم آگے بیٹھتی تو واپسی پر فری۔۔۔۔۔

یہ بھی ضامن نے ہی ڈسائنڈ کیا تھا۔۔۔۔۔

جب وہ لوگ انا بیہ کی برتھ ڈے پر گئے تھے تو واپسی پر فری اور نورم نے آگے بیٹھنے پر وہیں جنگ کا آغاز کیا تھا۔۔۔۔۔ جو گھر آنے تک جاری رہا تھا۔۔۔۔۔

ایک گاڑی میں احمد شاہ سمرین شاہر ضا شاہ اور شاہ میر شاہ بیٹھے تھے جبکہ راہیا بیگم تو نورین کے گھر جانے سے اجتناب کرتی تھی کیونکہ نورین کی زبان کو برداشت کرنا انتہائی مشکل تھا۔

NOVEL-E-MEHAR

اور دوسری گاڑی میں ضامن نورم اور فری تھے۔۔۔۔۔

اس دن ضامن کو ان دونوں پر جی جان سے غصہ آیا تھا۔۔۔۔۔

تو اسے گھر آتے ہی یہ رولز بنانے تھے، اور اس دن کے بعد سے جہاں بھی وہ تینوں ساتھ جاتے اس رولز کو فالو کرتے تھے۔۔۔۔۔

نورم آ بھی جاؤ اب۔

ضامن نے آواز کو انچا کرتے بولا تھا۔

اگئی۔۔۔۔۔ اگئی۔۔۔۔۔ اگئی۔۔۔۔۔

وہ بھاگتی ہوئی باہر آ رہی تھی۔۔۔

آہساہہ۔۔۔۔۔

!!جب اسکی ٹکر کیف سے ہوئی۔۔۔۔۔ اسنے ماتھے پر ہاتھ رکھے سامنے دیکھا تو مانوسطے میں چلی گئی جیسے

وہ گاڑی سے نورم کو دیکھ رہا تھا۔

کیف کو دیکھ کر حیرت اسے بھی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

وہ لوگ تو اسے سرپرائز دینے والے تھے اور خود ہی سرپرائز ہو گئے تھے۔۔۔۔۔

بھیا!!!!!!

فری گاڑی کا دروازہ کھولتی کیف کے گلے لگی تو کیف کی نورم سے نظر ہئی۔۔۔۔۔

ایسا نہ تھا کہ وہ پہلی بار دیکھ رہا ہو وہ نورم سے بات کرتا تھا بیکیس بھی دیکھتا تھا۔۔۔۔۔

یہ کہنا غلط نہ تھا کہ وہ تصویروں سے زیادہ حقیقت میں حسین تھی یا یوں کہوں اپرا تھی۔۔۔۔۔

وہ چوبیس سال کی عمر میں بھی فری کے جتنی لگتی تھی کچھ اس کی قد و قامت اسے چھوٹا ظاہر کرتی تھی۔۔۔۔۔

چار سال آٹھ ماہ کے فرق کے باوجود وہ ضامن کے سامنے بچی ہی معلوم ہوتی تھی۔۔۔۔۔

اور کچھ اسکی بچکانہ حرکتوں کا نتیجہ تھا۔۔۔۔۔

ابھی بھی وہ کنفیوژ سی اپنا دہنامنہ لیتی کھڑی تھی۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

واہ بھی واہ۔۔۔۔۔

ہم آپکو سرپرائز کرنے والے تھے اور آپ نے ہمیں ہی سرپرائز کر دیا۔

وہ اسکی طرف بڑھتے ہوئے بولا تو کیف نے آگے بڑھ کر بھائی کو گلے لگایا۔۔۔۔۔

اب سین یہ تھا کہ کیف کے ایک سائیڈ سے فری تو دوسری سائیڈ سے ضامن گلے ہوئے تھا جبکہ وہ سامنے کھڑی آنہیں دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

نورم تم کیو وہاں ہو آجاؤ یہاں فیملی ایبوشنل سین چل رہا ہے۔۔۔۔۔

کیف نورم کو دور کھڑا دیکھتے بولا تو نورم آگے بڑھی۔۔۔۔۔

لیکن اسے سمجھ نہ آئی وہ کہاں جائے ضامن کے ساتھ تو بچپن سے ایسی ہی فریک تھی لیکن کیف تو اٹھارہ سال کی عمر سے ہی اپنی ایجوکیشن کے لیے لندن گیا ہوا تھا اس وقت محض نورم تیرا سال کی تھی۔۔۔۔۔

ضامن نے نورم کی ہچکچاہٹ بھانپتے سے ہاتھ بڑھا کر فری کی طرف کرا تو فری نے اسے بھی ساتھ لگایا تھا۔
بھیاہم نے آچوکتا مس کیا۔۔۔۔۔ مجھے اب بھول بھی گیا اپنا بچپن۔۔۔ فری منہ میڑھا کرتے بولی۔۔۔۔۔ ہاں نہ میری جان آپ چار سال کی تھیں نہ اس لیے۔۔۔

کیف شفقت سے اسکے سر پر بوسا دیتے بولا۔

اب کیا مجھے یہی کھڑا رکھنا ہے اندر بھی چل لو اب تم لوگ تو چپک ہی گئے ہو۔

کیف نے آخر تھک ہار کر بول ہی دیا۔۔۔۔۔ ورنہ اسے لوگ رہا تھا وہ تینوں اسے آج باہر ہی رکھیں گے۔۔۔۔۔

وہ جو ہلی کے اندر وئی حصے میں داخل ہوئے تو کیف کی نظر سمرین پر پڑی۔۔۔۔۔ کتنے سالوں بعد دیکھ رہا تھا وہ ماں کو۔۔۔۔۔

پہی مدرز ڈے ماما۔۔۔۔۔

وہ ان تینوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتا دھیمی چال چلتا سمرین شاہ کے پیچھے آتا اسکے کان میں بولا۔۔۔۔۔

سمرین شاہ کے چاول بچتے ہاتھ تھے وہ بے یقینی سے پیچھے مڑی اور یقین بے یقینی کی کشش میں مبتلا چند لمحوں سے تکتی رہیں۔۔۔

کیا ہو گیا ماما اتنا بینڈ سم لڑکا نہیں دیکھا کیا۔۔۔

انکو خاموش کھڑا دیکھتے کیف نے آگے بڑھ کر ماں کو گلے لگائے ماتھے پر لب رکھے۔۔۔۔۔

سالوں بعد بیٹے کے لمس کو محسوس کرتے سمرین شاہ کی آنکھ سے ایک آنسو گال تک کا سفر لے لے میں کر گیا۔

اچھا اچھا بس اب روئیں تو نہیں وہ تھوڑا پیچھے ہوتے بولا۔۔۔۔۔ نہیں

خوشی کے آنسو ہیں۔۔۔۔۔

سمرین شاہ نے اپنی ریگت فکر سے آنسو صاف کیا اور ایک قدم دور ہو کے اپنے بیٹے کو دیکھتی اسکی بلائے لینے لگی۔

لیتی بھی کیوں نہ وہ حسن کا پیکر تھا مہرون شرٹ پر بلیک کوٹ اور میچنگ کے شوز پہنے بالوں کو سلیقے سے بنائے ہوئے ایک ہاتھ میں وچ پہنے ایک سو بر
پر سنیلٹی کا چھبیس سالہ خوبرو مرد تھا اسکی سانولی رنگت پر ہلکی شیو سے جھلکتا ڈیمیل اسکو نکھارتا تھا اور کچھ ڈاکٹر بننے کے بعد اسکی پرسنیلٹی رویدار معلوم ہوتی
تھی۔

ماں بیٹے کا ملن ہو گیا تو ہم بھی ہیں یہاں لائن میں۔۔۔۔۔

اندر آتے ہی نورم سب کو بولا لائی تھی باہر۔۔۔۔۔

اور سب خاموش کھڑے ان ماں بیٹے کا ایسا شغل میلو ڈرامہ دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔

ہاں کیوں نہیں چچا جان کیسے ہیں آپ۔۔۔۔۔

کیف رضا شاہ سے ملتے ہوئے وہیں سوئے پرں بیٹھا تھا۔۔۔۔۔

رضا شاہ کی کیف کے لیے محبت کسی سے پوشیدہ نہ تھی ایسا نہ تھا کہ ضامن سے نہ ہو لگاؤ۔۔۔۔۔ لیکن کیف اور رضا شاہ کی بائٹنگ مثالی تھی وہ دونوں گھنٹوں بیٹھے باتیں کرتے رہتے تھے اور جب سے کیف لندن گیا تھا روز صبح اٹھ کر سب سے پہلا کام کیف کو فون کرنا تھا رضا شاہ کا۔

سب وہیں سوئوں پر بیٹھے تھے۔۔۔۔۔ کیف رضا شاہ کے برابر میں تھا اور دوسری طرف احمد شاہ بیٹھے تھے۔۔۔۔۔

رابیا بیگم اور سمرین شاہ کچی میں گئیں تھیں۔

جبکہ وہ تینوں تھری ایڈٹس کی طرح ایک ہی ساتھ ایک ہی اسٹائل میں سانسے والے سوئے پر دھوم سے بیٹھے۔۔۔۔۔ تو کیف نے حیرت سے انہیں دیکھا

۔۔۔۔۔

اسلام وعلیم بابا۔

وعلیم السلام بچا۔۔۔۔۔ آگئیں میری شہزادیاں۔۔۔۔۔ مصطفیٰ نے محبت پاش نظروں سے اپنی بیٹیوں کو دیکھا۔

جی بابا۔۔۔۔۔ حرین ڈیش سے باؤل کھانا نکالتے بولی۔

بابا ایک کام ہے آپ سے۔۔۔۔۔ حوریا ارد گرد نظریں گھومتے آگے ہوتی رازداری سے بولی جیسے کوئی ان کی خفیہ گفتگو سن نہ لے۔۔۔۔۔

ضرور می سے ڈانٹ کھانے والا کام ہے نہ؟

حرین اور حوریا نے ایک دوسرے کو دیکھا اور زور و شور سے سر کو ہاں میں جنبش دیتی باپ کی طرف متوجہ ہوئیں۔۔۔۔۔

بات یہ ہے بابا ہمیں رابیا پھپھو کے گھر جانا ہے کل آپ می کو جاننے ہونہ۔۔۔۔۔ اجازت دلوا دیں اپنی ہٹلر بیوی سے۔۔۔۔۔

حوریا معصوم شکل بنائے بولی۔۔۔۔۔ تو مصطفیٰ نے باری باری دونوں کو دیکھا۔۔۔۔۔ اور دونوں ہاتھوں کو باہم ایک دوسرے میں پھنسائے ٹیبل پر رکھے تھوڑے آگے ہوتے ہوئے۔ مطلب تم لوگ چاہتے ہو میں شیرنی سے پنگالوں؟؟؟ پاگل ہوں کیا میں؟؟؟ آج رات کمرے سے باہر سونا پر جائے گا پھر تو۔

بابا وہ شیرنی ہیں تو آپ بھی تو شیر ہیں نہ۔۔۔۔۔

بیٹا جی شیر بھی پوری دنیا کو ڈرا کر خود شیرنی سے ہی ڈرتا ہے۔

بھئی بابا پلیز نہ اور آپ نے یہ بھی بولنا ہے کہ ہم کل روکیں گے بھی۔۔۔

امپوسیل۔

کیوں بابا۔

کیونکہ بیٹائی آپ لوگوں کی مئی سائیکلو ہے آپ دونوں کے معاملے میں وہ دن میں کہیں اپنے بغیر جانے نہیں دیتی اور آپ لوگ چاہتے ہو رات روکنے کی بات کرو۔۔۔

پلیز بابا۔ حوریانے شکل کو مزید معصوم بنانے کی کوشش کی۔۔۔

رہنے دو حوریانے کی طرح معصوم شکل نہ بناؤ سب چالاکیاں پتہ ہیں مجھے تمہاری۔۔۔۔۔

ایک میرا یہ خاموش طبیعت بچا ہے اور ایک تم افلاتون کی خالا ہو۔۔۔۔۔ حرین کو چپ چاپ کھانا کھاتے دیکھ وہ حوریا کی چالاکی پکڑتے ہوئے بولے۔۔۔۔۔

چمپ تم بھی تو کچھ بولو۔۔۔۔۔

حوریانے حرین کو کوئی ماری۔

بابا جانے دیں نہ پلیز کتنے پیار سے نورم آپ نے ہمیں بلا یا ہے آپ ہمارے لیے مئی سے بات نہیں کر سکتے کیا۔۔۔۔۔

ہاں کیوں نہیں بابا کر سکتے ہیں ایسا، آخر شوہر ہیں سننی پڑے گی مئی کو شوہر کی بات۔۔۔۔۔

کیوں بابا؟

NOVEL-E-MEHAR

ہاں میں شوہر ہوں سننی پڑے گی۔

حرین کو بولتا دیکھ حوریانے مزید مرچ مصالحہ لگایا تھا۔۔۔۔۔

وہ دونوں ایک جیسی ڈرینگ کرتی تھیں اور ابھی بھی وہ گرین فرشی فرق کے ساتھ بلیک کھڑا پاجامہ پہنے تھیں، کندھوں تک آتے بالوں کو بینڈ لگائے تھیں۔۔۔۔۔

حوریا کی نسبت حرین خاموش مزاج تھی لیکن جہاں بہن کی سپورٹ ملتی وہ بھی شیر ہو جاتی۔۔۔۔۔

آئے تو سہی، رہے کہاں گئی تماری مئی۔۔۔۔۔

بس آپ نے فل کانفیڈنس سے بولنا ہے ڈرنا نہیں ہے ہم ہیں ساتھ۔۔۔۔۔

کون کس سے ڈر رہا ہے بھئی۔۔۔۔۔

شرین سیزیاں اترتی ٹھیل تک آئی تو حوریا کے آخری الفاظ سنتے بولی۔۔۔۔۔

سو رہے ہیں کیا بھائی۔۔۔۔۔

وہ کمرے کے دروازے پر کھڑا اندر جھانکتے ہوئے بولا۔۔۔

ہاں آجاؤ اذلان۔

وہ بیڈ پر سیدھے ہوتے بیٹھا تو اذلان سامنے رکھی سیٹی پر بیٹھا۔۔۔۔۔

کیا بات ہے آج یہاں تشریف لانے کی کوئی خاص وجہ۔۔۔۔۔

ضرور پیسے چاہیے ہوں گے۔۔۔۔۔

کیا ہو گیا میں کوئی آپکو بھوکا بنگا دیکھ رہا ہوں کیا۔۔۔۔۔

میں تو بتانے آیا تھا فری نے میج کیا تھا۔۔۔۔۔ نہیں سننا آپ نے تو اس اوکے۔۔۔

اوو میلا بٹا نالاز ہو دیا۔۔۔

بیٹھ جا بیٹھ جانداق کر رہا تھا۔۔۔۔۔

اسکو جاتے دیکھ ماہر نے پتیرا بدلا تھا۔

بتا رہا ہوں میں پایا کو بول دوں گا ایک بار ہزار روپے کیا مانگ لیے، بیکھاری ہی سمجھ لیا ہے مجھے۔۔۔۔۔

اذلان فروٹھے پن سے بولا۔۔۔۔۔

اچھا نہ۔۔۔۔۔ سوری۔۔۔۔۔

اب بتاؤ۔۔۔ فری کا کیا میج آیا ہے۔

ماہر نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔۔۔۔۔

بتاتا ہوں بتاتا ہوں صبر رکھیں۔۔۔۔۔ پہلے مجھے آپکی پرہلٹی شرٹ چاہیے جو امی نے آپکو برٹھے پر دی تھی۔۔۔



NOVEL-E-MEHAR

وہ چاروں کیف کے کمرے میں موجود تھے اور آج سونے کا کسی کاموڈ نہ تھا تو کھانا کھاتے ہی ان لوگوں نے صاف اپنے اپنے ماں باپ سے بول دیا تھا کہ آج انہیں ڈسٹر ب نہ کیا جائے۔۔۔۔

چل رہی ہے بس پاؤں میں تھوری تکلیف ہے تو لنگڑا لنگڑا کر چل رہی ہے۔۔۔۔۔

نورم سے پہلے ضامن نے جواب دیا۔۔ اور پھر کمرے میں ضامن اور فری کا جاندار قبضہ گونجا۔۔۔۔۔

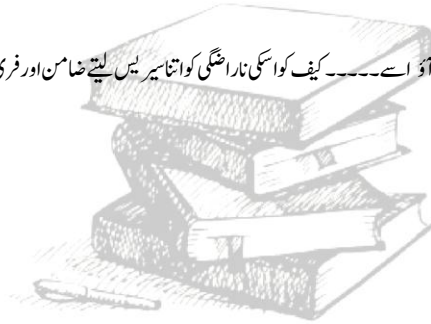
ایسے نہیں بولتے بد تیزوں۔۔۔ نورم کا چہرہ آنکھ سے سرخ ہوتا دیکھ کیف کو یہ بات بری لگی تھی، جس طرح وہ لوگ ایک دوسرے کا مذاق بنا رہے تھے کیف کے لیے یہ نیا تھا۔

ارے کیف بھائی آپکو کیا پتا تین سال سے فیمل ہو رہی ہے اور اگر اس سال بھی فیمل ہوگی تو میں بھی تھرڈ ایئر میں اسکے ساتھ ہو جاؤ گا۔۔۔۔۔

میں نے نہیں بولنا اب کسی کے ساتھ۔۔۔۔۔

نورم منہ پھلائے کمرے سے نکلی۔۔۔۔۔

منا کیا تھا تم لوگوں کو ناراض ہوگی وہ جاؤ فری لے کر آؤ اسے۔۔۔۔۔ کیف کو اسکی ناراضگی کو اتنا سیریس لیتے ضامن اور فری دونوں کی ہنسی جانے کا نام نہ لے رہی تھی۔۔۔۔۔



دانت کیا نکال رہے ہو جاؤ نہ۔

ضامن اور فری نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر کیف کو۔۔۔۔۔

ایک۔۔۔۔۔ دو۔۔۔۔۔ تین۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

اب جیسے بھی ہو کرن تو ہو نہ میں بھی تم لوگوں کے پول کھلتی ہوں زرا۔۔۔۔۔

دونوں نے ساتھ ہی گنتی گنی اور کیف تو سمجھے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔۔۔ جب نورم آدھمکی۔۔۔۔۔

وہ فری اور ضامن کے بیچ میں بیٹھتی بولی۔۔۔۔۔

وہ لوگ کارپیٹ پر دائرے کی صورت میں بیٹھے بیچ میں لوڈو رکھے باتیں کر رہے تھے۔۔۔۔۔

کیف کو آج بہت مزہ آ رہا تھا بچوں کے بیچ میں۔۔۔ وہ ان تینوں کی نوک جھوک کو فل انجوائے کر رہا تھا۔۔۔۔۔

آپکو پتا ہے کیف بھائی ضامن نے نہ یونیورسٹی میں ایک لڑکی کو آئی لو یو بولا۔۔۔۔۔ لڑکی نے تھپڑ مار دیا۔۔۔۔۔

ضامن پچارا آنکھوں سے روکتے رہے گیا اور وہ اسکی عزت کا جنازہ نکال گی۔

ضامن یہ کس طرح کی حرکت ہے؟

کیف نے حیرت سے ضامن کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔

جھوٹ بول رہی ہے بھائی۔۔۔۔۔

پوری بات نہیں بتا رہی ہے آپکو۔۔۔۔۔ میں بتانا ہوں۔

یونیورسٹی میں دوستوں نے ماسک دیا تھا۔۔۔۔۔

مجھے کسی لڑکی کو آئی لو بو بولنا تھا۔۔۔۔۔ اور مجھے نہیں پتا تھا وہ لڑکی اسی دن یونیورسٹی آئی تھی میں نے جا کے بول دیا۔۔۔۔۔

بعد میں پتا چلا وہ میم کی بھانجی تھی وہ تو میم کے پاس جا رہی تھی بڑی مشکل سے بات سنبھالی تھی۔۔۔۔۔

ضامن اس وقت کو یاد کرتے بولا۔۔۔۔۔

خانہ ایکسٹرا بول رہی ہے یہ چھپکلی۔۔۔۔۔

خود ہو گے چھپکے۔۔۔۔۔

کوئی پروبلم نہیں اگر تم چھپکلی ہو پھر تو چھپکا بنے میں مجھے۔۔۔۔۔

ضامن کی زبان میں پھر خنجمی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ اور نورم بادلوں کی طرح اس سے بحث میں مگن تھی وہ ایسی ہی تھی اسے گھومی ہوئی باتیں سمجھ نہیں آتی تھیں، ہاں لیکن کیف کو عجیب لگا تھا لیکن وہ اپنا وہم سمجھتا دماغ جھٹک گیا تھا۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

لیکن بھائی تھپڑ تو پڑا تھا نہ۔

ہاں بھئی کھایا تھا میں نے تھپڑ اب خوش؟

ضامن تپ کر بولا۔۔۔۔۔

اور یہ فری اسکے بھی بڑے دانت نکل رہے ہیں نہ یہ پتا ہے تائی جی سے چھوپ چھوپ کر تو تم پیسٹ کھاتی ہے۔۔۔۔۔

فری جو ماہر کل آئے گا نہیں آئے کی کنکاش میں مبتلا تھی جب آپنا نام سننے چوکنا ہوئی تھی۔۔۔۔۔

نورم آئی آہستہ بولیں ماما نے سن لیا نہ ٹیڈا بادیں گیں میرا۔۔۔۔۔

ہاں تو فری غلط بات ہے یہ تمہیں پتا ہے کتنے نقصان ہوتے ہیں صحت ختم ہو جائے گی ساری۔۔۔۔۔

اب نہ سنو میں ایسا اب یہ ایسا کرے تو مجھے بتانا نورم۔۔۔۔۔

نہیں کھاوں گی بھیا۔۔۔

سب کی پول کھول کر اب نورم کو چین ملا تو وہ سکون سے بیٹھی۔۔۔

اب ہوگی تم لوگو کی تو تو، میں میں تو گیم شروع کریں۔۔۔ کیف لوڈو کی گولیاں سیٹ کرتے بولا۔۔۔ تو سب گیم کی طرف متوجہ ہوئے۔۔۔۔

کل بچیاں راہیا کی طرف جائیں گیں اور ایک دن روک کر پر سو واپس آجائیں گیں۔۔۔ شریں واشر ووم سے نکلتی بیڈ پر آئی تو مصطفیٰ بیگ فیصلہ کن انداز میں بولے۔۔۔۔۔ مصطفیٰ آپ جاننے ہیں میں ان دونوں کو خود سے ایک لمحہ بھی دور برداشت نہیں کر سکتی،

کرنا پڑے گا۔۔۔ کرنا پڑے گا ہمیں خود سے تھوڑا دور۔۔۔ ورنہ وہ ڈرپوک رہیں جائیں گیں۔۔۔ حوریا تو پھر بھی ہوشیار ہے لیکن حرین کی طرف سے بڑا ڈر رہتا ہے مجھے۔۔۔۔۔ وہ ایسی تو نہیں تھی وہ تو حوریا سے بھی چارہاتھ اگے تھی بچپن میں، اکشم کی موت کے بعد آپ نے ان دونوں پر بے جا توجہ دی ہے اس کے نتیجے میں وہ اب ٹوٹلی آپ پر مجھ پر اور حوریا پر ڈببند کرنے لگی ہے۔۔۔۔۔ اراکنا اپنا سیلف کانسٹیبل ختم ہو گیا ہے جو کہ اسکے لئے غلط ہے۔۔۔۔۔ کل کو شادیاں ہو گئیں بچیوں کی وہ کیسے زندگی کو بیچ کریں گیں۔۔۔۔۔

نوسال پہلے ایک روڈ آکسڈنٹ میں مصطفیٰ بیگ کے اکلوتے بیٹے اکشم کا انتقال ہوا تھا۔۔۔۔۔

وہ تین سال تھا۔۔۔۔۔ جب حرین حوریا کی نوی سا لگرہ آئی تھی۔۔۔۔۔ برتھ ڈے سلبرٹ کرنے بیگ خاندان ریٹورنٹ گیا تھا۔۔۔۔۔ جب واپسی پر سب گاڑی کی طرف جا رہے تھے۔۔۔۔۔ تب اکشم روڈ کے اس پار کھڑے غبارے والے کو دیکھتا تھا چھوڑا تاجا بھاگا تھا۔۔۔۔۔ اور روڈ پر آتے اس بڑے ٹرالے نے اسے کچلا تھا۔۔۔۔۔

یہ سب اتنا چانک تھا پہلے بہل تو سب سٹے میں چلے گئے تھے شریں کے پیرو تھے حوریا نے نہیں حقیقتاً مین نکلی تھی۔۔۔۔۔ تو مصطفیٰ پاگلوں کی طرح بھاگتے اس کے پاس پہنچے تھے لیکن وہ ننھی سی جان تو اب کی دم توڑ گئی تھی۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

اس حادثے کے بعد سے شریں، حرین اور حوریا کو اپنی نگاہوں سے دور نہ جانے دیتی تھی۔۔۔۔۔ کہیں جاتیں بھی تو خود ساتھ ہوتی۔۔۔۔۔ شریں ان دونوں کے لیے ایک سٹراپوز لیبو ہو گئی تھی جو حرین اور حوریا کے لیے دن بہ دن نقصان دہ ثابت ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ حوریا تو وہی ہی تھی فرق حرین پر پڑا تھا۔۔۔۔۔ وہ اتنی ڈرپوک اور لو کانسٹیبل ہو گئی تھی کہ وہ یہ تک شریں سے پوچھتی تھی کہ آج کپڑے کیا پہنوں، اسکی کوئی دوست نہیں تھی۔۔۔۔۔ وہ بناتی ہی نہیں تھی۔۔۔۔۔ بس ماں یا بہن۔۔۔۔۔ نہ وہ اب زیادہ جلدی کسی سے فریبک ہوتی تھی۔۔۔۔۔ جبکہ بچپن کی حرین تو اس حرین سے ناواقف ہی تھی وہ اس حرین کے برعکس تھی کھلتی خودتی شرارتیں کرتی۔۔۔۔۔

میرا بس چلے لوگھر جمائی رکھ لوں۔۔۔۔۔ آپ کیوں نہیں سمجھتے میں انہیں خود سے دور نہیں جانے دے سکتی۔۔۔۔۔ وہ کہیں نہیں جائیں گیں۔۔۔۔۔ شریں پھر اپنی ضد پر اکر روکی تھی،

میں تم سے پوچھ نہیں رہا ہوں بتا رہا ہوں۔۔۔۔۔ وہ دونوں صبح جا رہیں ہیں محبت بھی اتنی کرو کہ دوسرے کا منہ گھٹے برباد ہو جائیں گیں اس طرح تو دونوں۔۔۔۔۔

آپ کہے رہے ہیں میرا بیار محبت کرنا جھوٹ ہے؟؟؟

شریں میں نے ایسا بالکل نہیں کہا ہے لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لائسنس آؤف کر دیں خود بھی سوئیں مجھے بھی سوئے دیں اور اب اس بارے میں کوئی بحث نہیں ہوگی صبح وہ دونوں جائیں گیں کوئی منہ ہاتھ ہانکے انکا موڈ خراب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ دونوں لہجے میں کہتے سونے کی نیت سے کروٹ بدل گئے اور پیچھے شریں کوچی بھر کے رونا آیا تھا۔۔۔ کیونکہ آج سے پہلے کبھی مصطفیٰ نے تم کا استعمال شریں کے لے نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔
لیکن اس بار یہ سختی ضروری تھی۔۔۔۔۔

اسلام و علیکم صبح بخیر دادا جان۔۔۔۔۔

اذلان علوی کمرے سے نکلتے نیچے جا رہا تھا جب موسیٰ علوی کو کوریڈور میں دیکھ ان کی طرف آیا۔۔۔۔۔

والعلیکم السلام صبح بخیر میرے شیر۔۔۔۔۔ کہاں کی تیاری ہے موسیٰ علوی اذلان کی تیاری دیکھ بولے۔۔۔۔۔ وہ ہاتھ میں ایک پر آنے ایلیم کو لیے اسکی تصویروں کو نکالتے صاف کرتے دوسرے ایلیم میں سیٹ کر رہے تھے۔۔۔۔۔

اذلان نے جو رات ماہر کے کپڑوں کی لوٹاری کی تھی وہ سب کے سب پہنے ہوئے تھے، کھرا کھرا لگ رہا تھا۔۔۔۔۔ پرپل ٹی شرٹ اس کی گوری رنگت پر غنظب لگ رہی تھی۔۔۔۔۔



ہاں وہ نورم آپنی کی طرف جارہے ہیں میں اور بھائی۔۔۔۔۔

اچھا اچھا۔۔۔۔۔

کیا بات ہے دادی کی یاد آ رہی ہے کیا۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

وہ موسیٰ کے ہاتھ میں انجم کی تصویر دیکھتے بولا۔۔۔۔۔

یادیں ہی تو رہے جاتی ہیں بیٹا انسان چلے جاتے ہیں۔۔۔۔۔

واؤ یہ آپ اور دادی ہیں؟؟؟

کیا جوڑی ہے بڑے جوان دیکھ رہے ہیں آپ تو۔۔۔۔۔ اذلان علوی لہجے میں شرارت دھرے بولا۔۔۔۔۔

یہ تمہارا باپ ہے گود میں۔۔۔۔۔ وہ تصویر میں موجود اپنی گود میں چڑھے افتخار علوی پر انگلی رکھے بولے۔۔۔۔۔

بابا تو بہت ہی گندے بچے معلوم ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔ تصویر میں موجود افتخار علوی کی ناک سے بہتے نزلے کو دیکھ اذلان نے تہرا کیا۔۔۔۔۔

ویسے ماسٹرنہ کریں تو کیا میں یہ جان سکتا ہوں اس تصویر میں اپنی عمر کتنی ہے۔۔۔۔۔

اس وقت میں اکیس سال کا تھا۔

اور شادی کتنے سال میں ہوئی تھی آپ کی؟؟؟

اٹھارہ سال کا میں تھا، سولہ سال کی تمہاری دادی۔۔۔۔۔

شرم کریں ذرا خود تو بچپن میں بیارچا کر بیٹھ گئے اور پوتے کی فکر نہیں آئیں کا ہو گیا ہوں اور آپ اکیس سال کی عمر میں دو سال کے بچے کے باپ تھے۔۔۔۔۔

بیچھے سے آتے ماہر نے موسیٰ علوی کی اسٹوری میں پنگامارا۔۔۔

بیٹا جی اب یہ تو تمہارے ماں باپ ہی سوچ سکتے ہیں کچھ۔۔۔۔۔ کوئی پسند ہے تو بتاؤ۔

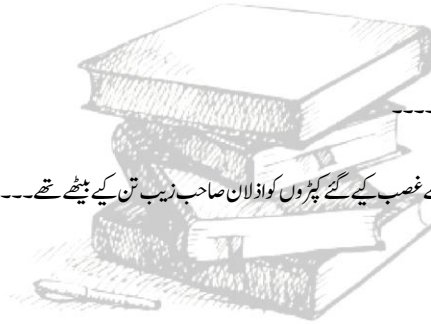
موسیٰ کے آخری جملے پر فری کو یاد کرتے ماہر کے چہرے پر گہری مسکراہٹ آئی۔۔۔

اور میں میری بھی تو ہو گی شادی۔۔۔۔۔ اذلان نے فوراً حصہ لیا۔۔۔

تم بھی بتادو کوئی پسند ہے تو۔۔۔

یہ کیا بات ہوئی تھی میں تو خود آپ لوگوں کے آسرے بیٹھا ہوں۔۔۔۔۔

اوو شرٹ اتار میری۔۔۔ دے فوراً ماہر نے غور کیا تو رات ماہر سے غصہ کیے گئے کپڑوں کو اذلان صاحب زیب تن کیے بیٹھے تھے۔۔۔۔۔ رات بھی تو نے بہت دماغ گھوما یا تھا۔۔۔ اتار فوراً



رات گئی بات گئی چیل کرو اور فری کے جانے کی تیاری۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

اذلان کہتے ساتھ نیچے بھاگا۔۔۔ تو بیچھے ماہر کو خطرے کی گھنٹیاں اس پاس منڈلاتی محسوس ہوئیں۔۔۔۔۔

کیا ہوا؟؟؟ موسیٰ کی تفتیش ناک نظریں خود پر پاتے بولا۔۔۔۔۔

فری کا کیا سین ہے؟؟؟ موسیٰ نے ابھروا چکائی۔۔۔۔۔

کیا مطلب کیا سین ہے کیا شاہو بیلا اس کی نہیں ہے بتائیں ذرا۔۔۔۔۔

ہاں ہے تو اس کی بھی۔۔۔

ہاں تو بس اسکے گھر جا رہے ہیں ہم۔۔۔۔۔ آپ دیکھیں دادی کو کیری ان۔۔۔۔۔

ماہر جان چھڑاتا اپنے کمرے میں گیا۔۔۔۔۔

اسلام علیکم۔۔۔۔۔ اباجان۔۔۔۔۔

واعلیکم السلام میرا بچہ کیسا رہا سفر؟؟؟

بہت ہی تھکا دینے والا۔۔۔۔۔

اسلام علیکم نانا جان۔۔۔۔۔

واعلیکم اسلام بچوں آ جاؤ جلدی سے۔۔۔۔۔

شاہ میر شاہ نورین کو لیے حویلی کے اندرونی حصے میں آئے جہاں گھر کے باقی افراد موجود تھے سوائے رابیا بیگم اور سمرین شاہ کے وہ دونوں کچن میں ناشتہ بنا رہی تھیں اور سب ناشتے کا انتظار کر رہے تھے۔۔۔۔۔

اسلام علیکم پھوپھو کیف، ضامن، نورم نے اگے بڑھ کر سلام کیا تو نورین نے کیف اور ضامن کے سر پر ہاتھ رکھا اور نورم کو مکمل اگور کر کے بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

نورم خفت سے رو نیو ہوئی تھی۔۔۔۔۔

تو ضامن نے اسے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔ اور نورم کو ضامن پر اس وقت بہت پیار آیا تھا تھا۔ وہ کیسے اس کی ہر بات سمجھ لیتا تھا اس کے کہنے سے پہلے اس کے لیے حاضر ہوتا تھا۔۔۔ وہ ہمیشہ اس کو انسٹ سے بچاتا تھا۔۔۔ جیسے ابھی۔۔۔۔۔

وہ نم آنکھوں سے ضامن کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

استے پیار سے دیکھ رہی ہو نظر نہ لگا دینا بڑی کالی نظر ہے تمہاری رات میری ویج پر نیت لگائے بیٹھی تھی صبح وہ نوٹ گئی۔۔۔۔۔

ضامن نورم کے کان میں بولا۔۔۔۔۔

اور اس کی بات سنتے نورم نے تھوڑی دیر پہلے اس کے لیے سوچیں گئے الفاظوں پر لعنت بھیجی۔۔۔۔۔

زہر لگ رہے ہو۔۔۔۔۔ تم پر کیا نظر لگتی۔۔۔۔۔

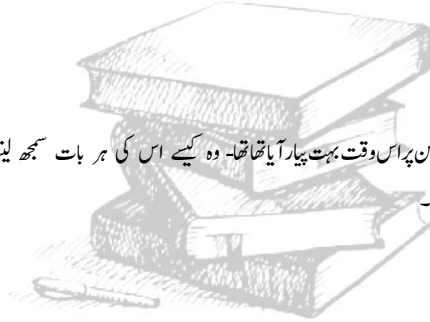
نورم یہاں اکرمیری مدد کرو۔۔۔۔۔ سمرین شاہ نے کچن سے آواز لگائی۔۔۔۔۔

جاؤ کام آپ کے منتظر ہیں مس چھپکلی۔۔۔۔۔

مر جاؤ تم۔۔۔۔۔

آئی تائی جی۔۔۔۔۔ نورم کچن کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔

NOVEL E MEHAR



مرتا تو میں بچپن سے ہوں تم پر مائی لوو۔۔۔۔۔

نورم کی پشت کو نگاہوں میں لیے ضامن نورم سے دل میں مخاطب ہوا۔۔۔۔۔

اور بھی ضامن کیا چل رہا ہے۔۔۔۔۔ صارم ضامن کے برابر میں بیٹھا جہاں کچھ دیر پہلے نورم تھی۔۔۔۔۔

بس یار یونیورسٹی سے گھر، گھر سے یونیورسٹی میں پھس گئی ہے زندگی۔۔۔۔۔

ہاں یار یہ تو ہے ہمارا بھی یہ ہی حال تھا۔۔۔۔۔ خیر اب تو چھوڑ دی پڑھائی۔۔۔۔۔

کیوں چھوڑ دی۔۔۔۔۔؟؟

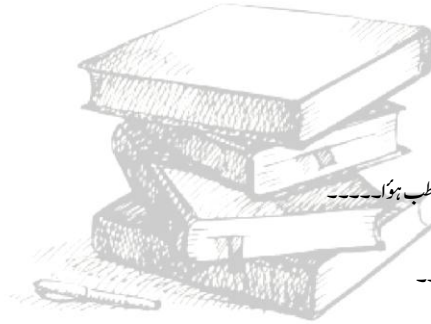
پر منٹ نہیں چھوڑی ہے کچھ نام کے لیے چھوڑی ہے۔۔۔۔۔

اچھا۔۔۔۔۔

کیف بھائی اپ کب آئے۔۔۔۔۔

صارم تھوڑا آگے ہوتا ضامن کے دوسری طرف بیٹھے کیف سے مخاطب ہوا۔۔۔۔۔

میں کل آیا ہوں۔۔۔۔۔ پھوپھا کے انتقال کا بہت افسوس ہوا۔۔۔۔۔



بس کیا کر سکتے ہیں اللہ کو یہی منظور تھا۔۔۔۔۔ لیکن ابھی ایچ نہیں تھی بابا کی۔۔۔۔۔ صارم کے لہجے میں درد تھا۔۔۔۔۔

یہی ہوتا ہے موت عمر نہیں دیکھتی آتی ہوتی ہے تو سال بھر کے بچے کو آجاتی ہے نہیں آتی ہوتی تو سو سال کے بڑھے کو بھی نہیں آتی جب تک اللہ نہ چاہے۔۔۔۔۔

بشک۔۔۔۔۔

کیا حال ہیں کیف؟؟؟؟

میں ٹھیک تم سناؤ ثناء۔۔۔۔۔

اللہ کا شکر ہے میں بھی ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔

اور چھوٹی تم کبھی ہو؟؟؟ کیف انا بیہ سے مخاطب ہوا۔۔۔۔۔

میں بہت اچھی ہوں بھائی۔۔۔۔۔

مجھے تو اپنے صارم کے لیے وہ نیلی اکھ والی بڑی پیاری لگ رہی ہے۔۔۔۔

نورین سمرین کے کمرے میں بیٹھی تھی جب حور یا اور حرمین کا خیال اتنے اس سے پوچھے لگی۔۔۔۔

ہاں۔۔۔ ہیں تو دونوں بچیاں ماشاء اللہ بہت پیاری۔۔۔۔ تم جس کی بات کر رہی ہو اس کا نام حرمین ہے اور دوسری کا نام حور یا۔۔۔ حرمین حور یا سے اٹھائیں منٹ بڑی ہے۔۔۔۔

اٹھارہ سال کی ہیں۔۔۔۔ پڑھ رہیں ہیں دونوں۔۔۔۔ ضامن اور نورم کی یونیورسٹی ہی جاتی ہیں۔۔۔۔

سمرین شاہ نے تفصیل سے نورین کو بتایا۔۔۔۔

ہیں کس کی یہ بچیاں۔۔۔۔

راہیا کے بھائی مصطفیٰ کی۔۔۔۔ سمرین شاہ کا یہ بولنا تھا اور نورین کے چہرے کا ایک رنگ آیا ایک گیا۔۔۔۔

بس ٹھیک ہیں اتنی بھی کوئی اچھی نہیں جو اتنی تعریفیں کر رہیں ہیں آپ۔۔۔۔ دونوں ایک ہی ہیں بند آدھی زندگی اسی میں گزار دے کس کا کیا نام ہے۔۔۔ ایک اتنی چلاک جب سے اتنی ہے بولے جا رہی ہیں تو دوسری کے منہ میں دھی جھی ہوئی ہے۔۔۔۔

نورین کو یقیناً دونوں میں برائیاں نظر آنے لگی تھیں۔۔۔۔

کیا ہو گیا ہے نورین ستائیس اٹھائیس سال پرانی بات کو تم ابھی تک لے کر بیٹھی ہوئی ہو۔۔۔۔ بھول بھی جاؤ اب بچے بڑے ہو گئے بچوں کی زندگیوں کا سوچو۔۔۔۔۔۔۔۔

سمرین کو حیرت ہوئی تھی کیونکہ نورین تھی کہ وہ یہ بات بھولنے کو تیار نہ تھی پہلے راہیا اور نورم کے ساتھ اس کا سلوک غیر اخلاقی تھا اور اب صرف یہ جان کر کہ وہ راہیا کی بھانجیاں ہیں تو وہ بچیاں لمبے میں بری ہو گئیں۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

کہنا آسان ہے بھابی سہنا بہت مشکل میں نہیں بھولا سکتی کچھ بھی۔۔۔ اس راہیا کی وجہ سے میرے باپ بھائی نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا میری شادی میری عمر سے پندرہ سال بڑے آدمی سے کروادی۔۔۔۔ اور اب بول رہیں ہیں میں بھول جاؤں؟؟؟؟

نورین اپنے پر بیتی یاد کرتے بولی۔۔۔۔

میں بھی یہیں تھی نورین سب جانتی ہوں میں تم بھی زرا اپنا کیا یاد رکھ لیا کرو جیسے دوسروں کا رکھتی ہو۔۔۔۔

سمرین کپڑے الماری میں رکھتی بولی۔۔۔ تم آرام کرو مجھے کچھ کام ہے سمرین شاہ کہتے کمرے سے نکلتی راہیا بیگم کے کمرے کی طرف گئیں۔۔۔۔

کیف بھائی کو کہاں بھجواؤ تم لوگوں نے۔۔۔۔

ماہر سو نے پر بیٹھا تھا اس کے برابر میں نیچے ضامن بیٹھالا بیٹھالا چیک کر رہا تھا جبکہ اذنان اور صارم جھولے پر بیٹھے جھولے کے مزے لے رہے تھے۔۔۔۔

آرے بچی بڑی مشکل سے بابا کے ساتھ انہیں تمہارے ہی گھر بھیجا صارم منہ سے تار کو چھیلنے بولا۔۔۔۔۔

یار تم لوگوں کو نہیں لگتا یہ کام ہمیں تھوڑی دھپ کم ہونے کے بعد کرنا چاہیے کالا ہو جاؤں گا میں۔۔۔۔۔

اذلان کو اپنے کالے ہونے کا الگ دکھ تھا۔۔۔

ہاں تو لڑکی ہے نہ۔۔۔۔۔ ماہر تپ کر بولا۔

یار لڑکی نہیں ہوں لیکن لڑکیاں تو بیٹھانی ہیں نہ اسکے لیے میرا اپنا گوڈا لو کیٹنگ ہونا ضروری ہے نہ۔۔۔۔۔

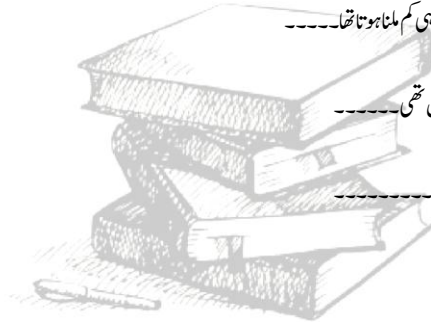
اس بات میں نے ہی اذلان کی طرف دیکھا تھا۔۔۔۔۔

کیا ہو گیا یار مذاق تھا۔۔۔۔۔

صارم ان تینوں میں خاموش ہی تھا کیونکہ ماہر اور اذلان سے تو بہت ہی کم ملنا ہوتا تھا۔۔۔۔۔

رہی بات ضامن کی تو اس سے تو پہلے بھی کوئی خاص بات چیت نہیں تھی۔۔۔۔۔

اچھا یار میں پانی پی کر آیا۔۔۔۔۔ اذلان دھوپ سے بچنے کو نیچے بھاگا۔۔۔۔۔



نورم کے کمرے میں فری، حوریا، حرین، ثناء، انابہ موجود تھی۔۔۔۔۔ اور ان کی باتوں کا ایک ہی موضوع تھا۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

کھانا۔۔۔۔۔

کیونکہ وہ چھ کی چھ فوڈی تھیں۔۔۔۔۔

نہیں یارا سپیگٹی کے ساتھ جب تک چیلی سوس نہ ہو مجھے مزا نہیں آتا۔۔۔۔۔

حوریا نے آنکھیں گول کیے چھکارا لیتے کہا۔۔۔۔۔

جو بات ہے۔۔۔۔۔ انابہ نے اسکی تائید کی۔۔۔۔۔

تم کیوا تھی چپ ہو حرین۔۔۔۔۔ ثناء حرین کو کب سے چپ بیٹھے دیکھ ا خروچہ ہی پڑی۔۔۔۔۔

میں کیا بولوں۔۔۔۔۔

حرین حوریا کی طرف دیکھتی بولی۔۔۔۔۔ حوریا ہی تو اسکی ہمت تھی۔۔۔۔۔

تم بتاؤ ایک طرف بریانی ہو اور دوسری طرف اسپیکنگنی۔۔۔۔۔ تو کیا کھاؤ گی؟؟؟؟ نورم بولی۔۔۔۔۔

میں بریانی۔۔۔۔۔ حرین معصومانہ انداز میں بولی۔۔۔۔۔

نورم بی بی۔۔۔۔۔ حرین بی بی کی کور ایبیا بی بی بکن میں بلاریں ہیں۔۔۔۔۔

میڈلے روم میں اتے کہا تو حرین نے حوریا کو دیکھا۔۔۔۔۔ جیسے اجازت چاہتی ہو۔۔۔۔۔ جاؤ پچھو بولار ہیں۔۔۔۔۔

پچھو۔۔۔۔۔ پچھو۔۔۔۔۔ وہ بکن میں آتی دھیمی آواز میں بولی۔۔۔۔۔ اسلام و علیکم۔۔۔۔۔ اپنے پیچھے سے مردانہ آواز آتی سن کر لمبے میں حرین پسینے سے شرابور ہوئی تھی۔۔۔۔۔ آپ کون وہ سہی ہوئی مڑی بولی وہ بھی سیم حوریا کی طرح کی ڈریسنگ میں تھی لیکن اس پر یہ ڈریسنگ الگ ہی تھی اور اس پر الگ۔۔۔۔۔

ذہبے نصیب۔۔۔۔۔ اپنی آنکھیں تو بہت حسین ہیں۔۔۔۔۔

اذلان اسکی آنکھوں میں خود کو کھوتا محسوس کر رہا تھا۔۔۔۔۔ یہ پہلی بار تھا جو اسکا دل حرین کو صبح رابیا تکیم سے بات کرتا دیکھ دھڑکا تھا۔۔۔۔۔ اور اس وقت کے بعد سے اس حسینہ کا حسین چہرہ آنکھوں سے جانے کوا نکاری تھا اسکے کندھے تک اتنی چھٹانک بھری لڑکی اسے بری طرح اپنی طرف مائل کر رہی تھی۔۔۔۔۔ تبھی اس نے میڈلے سے رابیا کا نام لے کر حرین کو کچن میں

بلوایا تھا

مجھے جانے دیں۔۔۔۔۔ حرین کی گہری نیلی آنکھوں میں خوف کی لہر دوڑی۔۔۔۔۔

جی بلکل میں آپکو جانے دوں گا قید نہیں کرنے والا یہاں۔۔۔۔۔ آپکو تو اپنے دل میں قید کر لیا ہے بس اس دل سے آزادی نہ مانگیں گا۔۔۔۔۔ ورنہ خود غرض ہو جائے گا یہ دل۔۔۔۔۔

اذلان کے جملے حرین کے خوف میں اضافہ کر گئے تھے۔۔۔۔۔

حرین نے اذلان کی سرمائی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔۔۔

اور ایک لمحے کو تو وہ بھی اسکی آنکھوں میں کھوس گئی تھی اذلان کی سرمائی نیلی آنکھیں حرین کے دل تک اتری تھی۔۔۔۔۔

یا اللہ اتنی پیاری آنکھیں۔۔۔۔۔ حرین نے دل میں کہا۔۔۔۔۔

آپکا نام؟؟؟؟

اذلان کو اس کے اس طرح دیکھنے سے حیرت ہوئی تھی جتنی وہ سہی ہوئی چوپ چوپ تھی اور اب وہ کتنی دیداد لیری سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

اذلان نے اس معصوم گڑیا کی معصومیت دیکھتے نرم لہجے میں پوچھا۔۔۔۔۔

حرین —

حرین نظریں جھکائے بولی حیا کے رنگ اس کے چہرے پر بکھرے سے مزید نکھار رہے تھے۔۔۔۔۔ جو اذلان کو بری طرح اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔۔۔۔۔

اکلوتی وارث ہو آپ میری بے شمار چاہتوں کی۔۔۔۔۔ آپ اپنے پاس بھی امانت ہو اذلان علوی کی لیٹل گرل۔۔۔۔۔

اذلان جھکتے اسکے کان میں بولتا بگن سے نکلا تھا۔۔۔۔۔ اور اس کی اس قدر نزدیکی سے حرین کا جسم لرزا تھا کچھ اس کی کبھی گئی بات جو حرین کے ننھے سے دماغ کے اپر سے گئی تھی۔۔۔۔۔ ہاں لیکن اسے یہ سمجھ آ گیا تھا۔۔۔۔۔ کہ جو اس کے دل میں اذلان کے لیے جذبات آئے تھے وہ یکطرفہ تو ہرگز نہ تھے۔۔۔۔۔

یار میری آنکھیں جل رہیں ہیں اب کوئی اور بناؤ۔ اذلان نے دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھے کہا۔۔۔۔۔ پچھلے آدھے گھنٹے سے وہی کوئلوں پر بوئیاں بھون رہا تھا۔۔۔۔۔ کوئلوں سے اٹھتا دھواں جہاں اذلان کی آنکھیں جلا رہا تھا وہی اس میں سے اتنی بارنی کیو کی خوشبو سب کی بھوک بھڑکار رہی تھی۔۔۔۔۔

چھت کو خوبصورتی سے سجایا ہوا تھا اور اس کا پورا کریڈٹ ماہر اور ضامن کو جاتا تھا جو پورے دل سے لگے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ آج وہ جھولا تو بیچان میں ہی نہیں آ رہا تھا وائٹ اینڈ سلور کلر کی لائٹس جھولے کے پایوں سے لے کر جھلے کی چھت تک تھی جھولے کی چھت پر ایک فانوس کی طرح سے لائٹس سیٹ کی گئی تھی۔۔۔۔۔

نورم اس جھولے پر جو بیٹھی تھی تو اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔۔۔۔۔ نورم کا حسین سراپا جھولے کی خوبصورتی کو مات دے رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ پنک کلر کے قمیض شلوار میں آنکھوں میں کا جل لگائے تھی اور اسکی ان کا جل سے لبریز آنکھوں سے کیف بری طرح اس کی طرف اٹریکٹ ہو رہا تھا تو دوسری طرف ضامن کو اپنی سانسیں تھمتیں محسوس ہوئیں تھیں۔۔۔۔۔ ایک کو عشق تھا طلب نہیں جبکہ دوسرے کو پانے کا جنون۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

لاؤ میں کرؤں۔۔۔۔۔

کیف نورم سے نظریں ہٹائے کھڑا ہوتے بولا۔۔۔۔۔

ارے آپ بیٹھو بھائی یہ اپنی پارٹی ہے آپ بس بیٹھ کر مزے کرو۔۔۔۔۔

ضامن کہتا خود اذلان کی طرف گیا۔۔۔۔۔

یہ کیا کر رہا ہے۔۔۔۔۔ تو ابھی سے کھا رہا ہے ساتھ نہیں کھانے گا ہمارے؟؟؟

ضامن اذلان کو پلیٹ بناتے دیکھ بولا۔۔۔۔۔

نہیں میں نہیں کھا رہا۔۔۔۔۔ اذلان سیلیٹ پلیٹ میں ڈالتے بولا۔۔۔۔۔

پھر کس کے لیے؟؟؟؟ ضامن آنکھیں چھوٹی کرتے بولا۔۔۔۔۔ حرین کے لیے۔۔۔۔۔ اذلان نے اس انداز میں بولا جیسے یہ نارمل بات ہو۔۔۔۔۔

کیا چل رہا ہے یہ؟؟؟؟ ضامن کیا پر زور دیتے بولا۔۔۔۔۔

کیوں بتاؤں۔۔۔۔۔ میں نے کبھی پوچھا۔۔۔ کیا چل رہا ہے۔۔۔ اذلان نورم کی طرف آنکھوں سے اشارہ کرتے بولا۔۔۔۔۔

کینے ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہ تو کرن ہے بچپن سے ساتھ ہے اس لیے۔۔۔۔۔

لیکن تجھے سلام ہے بھی ایک ہی ملاقات میں لڑکی سیٹ کر لی۔۔۔۔۔

سیٹ ویٹ نہیں کی ہے بھئی۔۔۔۔۔ بس نام ہی پوچھا ہے۔۔۔۔۔

اگر تو اس آسے میں بیٹھا ہے کہ یہ بھی رسپانس کرے گی تو نہ سوچ ایسا یہ اللہ میاں کی گائے ہے سیدھی سادی اگر اس سے شادی کرنی ہے تو اسکی بہن کو کھن لگا۔۔۔۔۔ بہن کی ہر بات مانتی ہے۔۔۔۔۔ فالڈے میں رہے گا۔۔۔۔۔

تج میں؟؟؟ ہاں خود دیکھ لے پلو سے لگے بیٹھی ہے بہن کے۔۔۔۔۔ ضامن حرین کی طرف دیکھتے بولا تو اذلان نے بھی اسکی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ حرین اور حور زیادہ نونوں نے فیلیپر بچا موموں پر اونچی کرتی پینی ہوئی تھی دونوں کی ڈریسنگ سیم تھی بس رنگ کا فرق تھا حرین کا اتفاق سے پر پل کمری تھا سوٹ کا جو اذلان کی شرٹ سے میچ کر رہا تھا اور حور یا اور بیچ کلر میں تھی۔۔۔۔۔ آدو بغیر تازے کو نہیں بولا ہے میں نے۔۔۔۔۔ ضامن اذلان کو حرین کے اوپر سے آنکھیں نہ ہٹاتے دیکھ تپ کر بولا۔۔۔۔۔ تو ضامن ہوش میں آیا تھا۔۔۔۔۔ ہاں کہہ تو ٹھیک رہا ہے تو۔۔۔۔۔ چل یہ پیٹ سالی صاحبہ کے نام۔۔۔۔۔

اذلان کہتا حرین اور حور یا کی طرف آیا۔۔۔۔۔ جھولے کے اگے نیچے قالین بچھا ہوا تھا جس پر خوبصورتی سے کوشنس سیٹ کیے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ حرین ایک کوشن گود میں رکھے فری کی بات بہت غور سے سن رہی تھی۔۔۔۔۔

فری بیک لوگ فراق میں تھی ہاتھوں میں بھر بھر کے چوڑیاں اور کانوں میں بڑے بڑے جھمکے پہنے ہوئی تھی یہ اسکا پندیدہ مشغلہ تھا چوڑیاں اور جھمکے اسکے ہر سوٹ کی میپنگ کے اسے چاہیے ہوتے تھے ورنہ وہ ضامن کی جان کھا جاتی تھی۔۔۔۔۔ اسکے کانوں میں بڑے جھمکوں سے کسی کا دل بے قابو ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ لیکن اسے کہاں پروا تھی۔۔۔۔۔

اپنے اوپر کسی کی گہری نگاہوں کو محسوس کرتے اس نے مڑ کر دیکھا تو نظریں ماہر پر پڑیں۔۔۔۔۔ ماہر اپنی نور نظر کی نظریں خود پر پاتے اٹھتا اس کی طرف انے لگا تو وہ آنن فانن اٹھتی نورم کے برابر میں جھولے پر جا بیٹھی اور اسکی چلا کی پر ماہر اسے دیکھتا رہے گیا آخر اس کے ساتھ ہوا کیا تھا یہ۔

اذلان حرین کے سامنے والے کوشن سے ٹیک لگائے بیٹھا بولا۔۔۔۔۔ تو حرین خود میں سمٹی۔۔۔۔۔

اپکی تعریف مسٹر؟؟؟؟ حور یا بھی اذلان کے ہی انداز میں بولی۔۔۔۔۔

مائی سیلف اذلان علوی۔۔۔۔۔ ایڈیو؟؟؟؟

حور یا بیک ایڈیو اذلان سیسٹر حرین بیک۔۔۔۔۔

حوریا حرمین کی طرف دیکھتے بولی تو اسکے گلو کرتے چہرے کو دیکھ کر اسے جھنکا لگا تھا وہ تو گھبراتی تھی لوگوں کے نزدیک آنے سے وہ بھی جن کو وہ جانتی نہ ہو اس طرح گلو تو نہیں کرتی تھی
----- یہ چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ کیسی -----

جی ان سے تو ملاقات ہوئی تھی میری -----

اذلان بولا ----- تو حوریا نے اذلان کی طرف دیکھا جو حرمین کی طرف دیکھ رہا تھا -----

چلو چلو گیم کھیلنے ہیں سب -----

نورم کہتی نیچے بیٹھی تو فری کو بھی نیچے بڑھنا پڑا اور اسکے نیچے بیٹھتے ہی ماہر اسکے سامنے آ بیٹھا -----

صاف، ثناء، انا بیہ کو نورین نے چھت پر جانے ہی نہیں دیا تھا شاہ میر شاہ نے بھی کتنا کہا لیکن اسکی ایک ہی بات تھی کہ اسے اپنے بچوں پر ان منحس لڑکیوں کا سایہ بھی نہیں برداشت -----

اب ماحول کچھ بوں تھا سب گول دائرہ بنائے بیٹھے تھے نورم فری پھر حوریا حرمین ----- ضامن کیف پھر ماہر اذلان -----

اس حساب سے نورم ضامن برابر برابر تھے کیف فری کے سامنے جبکہ ماہر حوریا کے سامنے اور اذلان حرمین کے برابر میں تھا -----

اذلان نے حرمین کی جھجک کو بھانپتے حرمین اور اپنے درمیان ایک کوشن رکھا ----- تو اسکی اس بات پر حرمین کے دل میں اسکے لیے عزت بڑھ گئی تھی یا یوں کہو محبت ہو گئی تھی، محبت تو اسکی آنکھوں میں پہلی بار دیکھتے ہی ہو گئی تھی اب حرمین کو کب اپنے جذبات سمجھ آنے تھے یہ تو اللہ ہی جانتا تھا -----

میوزک کون چلائے گا جب سب ہی کھیلیں گے تو ----- ماہر بولا -----
NOVEL-E-MEHAR

بوتل گھوما لیتے ہیں کیف کول ڈریک گلاس میں نکالتے بوتل کھالی کرتے بولا -----

چلیں شروع کریں بھائی ----- نورم بولی -----

کیف نے بوتل پر ہاتھ رکھے سب کو دیکھا اور ہاتھ کو گولائی میں حرکت دیتے بوتل کو گھوما یا ----- بوتل اذلان پر رکی -----

اذلان صاحب اسپیشل پرسنٹ کے لیے دو لائینز ہو جائے ----- ضامن بولا،

اہم ----- اہم ----- اذلان گلا کھکا رتا آگے ہوا -----

پھر ہوا تماشہ آج انکی ----- محفل میں -----

میں انہیں وہ مجھے اور لوگ ہمیں دیکھتے رہے،

اوہو کیا بات ہے کیف نے اذلان پر ہونگ کی۔۔۔ تو ماہر تو اپنے بھائی کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا وہ نوٹ کر رہا تھا یہاں جب سے آئے تھے وہ لوگ اذلان صاحب پر عشق معشوقی چڑی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

اذلان دوبارہ اپنی جگہ پر ہوا۔۔۔ تو حرین نے اسے دیکھا اور حوریا کے لیے یہ دوسرا جھنڈکا تھا۔۔۔ کیا چل رہا ہے یہ؟؟؟؟ حوریا حرین کے کان میں بولی۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔
حرین نظریں جھکائے بولی۔۔۔۔۔

چلو جی ماہر صاحب اب اپنی باری ہے بوتل اپ پر روکی ہے۔۔۔ ضامن بولا۔۔۔۔۔

ہاں جی بتاؤ پھر کیا کرنا ہے ہمیں وہ دل پر ہاتھ رکھے بولا۔۔۔۔۔

میں بتاؤں گی تمہیں شعر سنانا ہے۔۔۔ نورم سوچتے ہوئے بولی اور فری کی طرف دیکتی آنکھ دبا گئی۔۔۔۔۔



NOVEL-E-MEHAR

یہ بارشیں بھی تم ہی ہیں،

!! جو برس گئیں تو بہار ہیں

جو ٹھہر گئیں تو قرار ہیں۔۔۔

کبھی آگئیں یونہی روز و شب،

کبھی شور ہے کبھی چوپ ہے۔۔۔

یہ بارشیں بھی تم ہی ہیں۔

کسی رات میں کسی یاد کو؛

!! ایک دہلی ہوئی سی راکھ کو

کبھی یوں ہوا کہ بچھا دیا۔۔۔۔۔

کبھی خود سے خود کو جلا دیا،

کبھی بوند بوند میں گم سی ہیں،

یہ بارشیں بھی تم ہی ہیں۔۔۔۔۔

ماہرنے لاسٹ لائن بولتے ہوئے فری کی طرف نظر اٹھائی۔۔۔ تو وہ بھی بہبود سی اس میں کھوئی ہوئی تھی جس بات کو ضامن نے نوٹ کیا تھا۔۔۔ ضامن نے نورم کو دیکھا تو نورم نے نہ محسوس انداز میں فری کو کوئی ماری۔۔۔ فری نورم کا اشارہ سمجھتی نورم سے ہی باتوں میں لگی۔۔۔

چلو پہلے کھاتے ہیں پھر کھیلتے رہیں گے۔۔۔ فری میں نیچے کے لیے پلیٹس بنا کے دے رہا ہوں تم اور نورم دے آنا ضامن کہتا وہاں سے اٹھا تھا۔۔۔ وہ تنگ ذہنیت کا مالک ہرگز نہ تھا لیکن وہ ماہر کا دوست تھا جانتا تھا ماہر کو ماہر ہر لڑکی سے فیری ہو جاتا تھا اسکی کئی گرل فرینڈز بھی رہے چکی تھیں۔۔۔ وہ نہیں چاہتا تھا اسکی بہن کے جذبات سے ماہر کھیلے۔۔۔

اج کی پوری رات مستیوں میں گزری تھی۔۔۔

حور یا تمہارے موبائل میں رینگ ہور ہی ہے دیکھو یا۔۔۔۔۔ وہ چاروں رات چارجے سوئیں تھیں جب فری کی نیند حور یا کے موبائل پر آتی شرین کی کال نے خراب کی تھی۔۔۔

حور یا تمہیں مسلتی کان سے موبائل لگاتے بیٹھی۔۔۔ جی ما؟

بابا کو بھیجوں لینے؟؟۔۔۔ شرین کی بات سنتے حور یا نے گھڑی دیکھی جو صبح کے سات بج رہی تھی۔۔۔

ماما بھی تو سات بجے ہیں۔۔۔ اپ فکر نہیں کریں پھوپھا گھر چھوڑ دیں گے ہمیں سونے دیں۔۔۔

حور یا آنگ روکتے بولی۔۔۔

ٹھیک ہے لیکن جلدی آجانا اور بہن کو ساتھ ساتھ رکھنا کیلئے نہ چھوڑ دینا کہیں بتا ہے نہ گھبرا جاتی ہے لوگوں میں۔۔۔

شرین کال کاٹنے سے پہلے حر میں کے لیے تاکید کرنا نہ بھولی تھی۔۔۔

حور یا نے شرین کی بات سونٹے سوئی ہوئی حر میں کے پھولے ہوئے گالو کو دیکھا تو رات کی اسکی حالت یاد آئی تو حور یا مسکرائی۔۔۔

ڈونٹ دری ماہ میری گڑ یا بڑی ہو گئی ہے۔۔۔ حور یا حر میں کے ماتھے کو چومتے ماں کی بات یاد کرتے بولی اور خود بھی اسکے برابر میں سونے لیٹی۔۔۔

ماما آپ نے میرا موبائل دیکھا ہے۔۔۔ فری لاؤنچ میں اتنی سمرین سے مخاطب ہوئی۔۔۔

نہیں دیکھو ٹھیک سے کمرے میں ہی ہو گا۔۔۔ کہاں رکھا تھا۔۔۔

یاد ہی نہیں آ رہا،۔۔۔۔۔

یہ رہا، یہ لو۔۔۔۔۔ ضامن جیب سے موبائل نکالتے ہوئے اسکی طرف بڑھتے بولا۔۔۔

کہاں سے ملا بھائی۔۔۔۔۔

چھت پر چھوڑ گئیں تھیں تم۔۔۔۔۔

رات جب سب نچے آ رہے تھے تو بے دھیانی میں اپنا مو بائکل جھولے پر پڑا چھوڑا گئی تھی۔۔۔ جس کو ضامن نے اٹھایا تھا۔۔۔ ضامن نے فری کے واٹس ایپ میں ماہر کی چیٹس نکالی تو ادھی ڈیٹت تھیں اور جو اس میں موجود میسجز تھے ان سے تو صاف لگ رہا تھا ماہر کسی چیز کے لیے فری کو فورس کر رہا ہے اور فری نے آج سے تین مہینے پہلے سے اسے بلاک کر رکھا ہے۔۔۔۔۔

فری اگر تم نے جواب نہ دیا تو ابھی تمہارے گھر آ جاؤ گا میں اور بول دوں گا تم نے بولا یا ہے۔

میج دیکھ کر جواب کیوں نہیں دے رہیں۔

فری میں لاسٹ ٹائم بول رہا ہوں اگر اب جواب نہ آیا تو تمہارے بابا سے بات کروں گا میں ڈائریکٹ۔۔۔

ان میسجز کے بعد پندرہ میڈویڈیو کا لنڈ دیکھ کر ضامن کا غصہ سوانیز سے پر سوار تھا۔۔۔۔۔ صبح وہ پانچ بجے روم میں گیا تھا جب اس نے فری کا مو بائکل چیک کیا تھا اور کب سے ہی وہ فری کے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔۔۔۔ صبح ماہر سے ملا بھی تو اسے انور کرتا آگے بڑھ گیا۔۔۔۔۔

دھیان رکھا کرو نہ اپنی چیزوں کا لاپرواہ لڑکی۔۔۔۔۔ کیف ضامن کے برابر میں بیٹھتے بولا۔۔۔۔۔

جی بھیا۔۔۔۔۔ تو فری نے شہادت کی انگلی سے سر کا پچھلا حصہ کھو جایا۔۔۔۔۔

میری شہزادی کو کوئی کچھ نہیں بولے بھئی۔۔۔۔۔ شاہ میر شاہ فری کے سر پر ہاتھ رکھتے بولے۔۔۔۔۔ اور دونوں سو فونوں پر پیٹھ گئے۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

کیا ہو گیا ہے صبح اتنا غصہ۔۔۔۔۔ کیف ضامن کی نیلی آنکھیں میں آئی غصے کی سرخی کو دیکھتے بولا۔۔۔۔۔

نہیں کچھ نہیں نیند پوری نہیں ہوئی نہ اس لیے میں سونے جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ ضامن کہتا کھڑا ہوا۔۔۔۔۔

پہلی بات تو یہ جسے آپ صبح کہے رہیں ہیں برخوردار وہ ہمارے لیے بھری دو پہر ہے۔۔۔۔۔ اور دوسری بات یہ کہ سب کو اٹھاؤ خود سونے کے بجائے۔۔۔۔۔ صبح سے شریں کی بہو کے پاس پتا نہیں کتنی کا لڑا چکی ہیں ناشتہ کرو سب۔۔۔۔۔

شاہ میر شاہ ان دونوں کو باری باری دیکھتے آخری جملہ فری سے مخاطب ہوتے بولے تو وہ حور یا اور حرمین کو اٹھانے کو کمرے میں گئی اور ضامن واپس سونے پر بیٹھا۔۔۔۔۔

مٹھائی۔۔۔۔۔ کیف سب کو باری باری مٹھائی کھلیا اب نورم کی طرف مٹھائی کا ڈبہ لایا اور خود رضا شاہ کے برابر میں بیٹھا۔۔۔۔۔ نورم نیندوں کی طرح پورے ڈبے کو گود میں رکھتے مٹھائی کھانے لگی۔۔۔۔۔

میں ساری کھاؤں گی۔۔۔۔۔ ہاں ہاں کھاؤ جتنی دل کرے۔۔۔۔۔

رابیائیگم خوش دلی سے بولیں۔۔۔۔۔ شکر یہ چچی۔۔۔ نورین کو رابیا سے خار آئی تھی۔۔۔ لوگ کس طرح دوسروں کو برباد کر کے خود سکون سے رہے لیتے ہیں۔۔۔۔۔ نورین نے سوچا۔۔۔۔۔

ماہو ہاسپٹل۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔

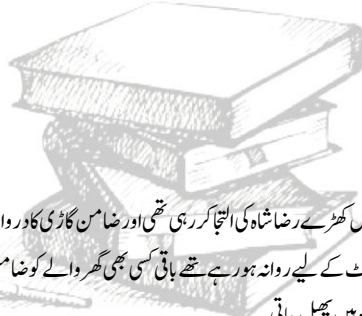
اچھا۔۔۔۔۔ ہاسپٹل کا نام سننے سب کے چہرے اترے تھے۔۔۔

کوئی اور ہاسپٹل میں دیکھ لیتے آگے۔۔۔۔۔ شاہ میر شاہ نے کہا۔۔۔۔۔

یہ اچھا ہے دادا جان اج میں گیا تھا وزٹ کر کے آیا ہوں۔۔۔۔۔ کافی اچھا ہے اور پے وغیرہ بھی اچھی ہے۔۔۔۔۔

کھانا کب لگے گا ماما۔۔۔۔۔ کیف پیٹ پر ہاتھ رکھے بولا۔۔۔۔۔

ہاں سب تمہارا ہی ویٹ کر رہے تھے۔۔۔۔۔ فری نورم بچے کھانا لگاؤ۔۔۔۔۔ جی ماما جی تائی جی۔۔۔۔۔ ثناء انابہ اپ لوگ بھی گھر کے کام میں ان دونوں کی مدد کروا کر دو۔۔۔۔۔ شاہ میر شاہ نے دونوں کو دیکھتے بولا۔۔۔۔۔



حال۔۔۔۔۔

بابا مجھے نہیں جانا ضامن کے ساتھ پلیز بابا۔۔۔۔۔ نورم گاڑی کے پاس کھڑے رضا شاہ کی التجا کر رہی تھی اور ضامن گاڑی کا دروازہ کھولے اس کے بیٹھے کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔۔۔ اج رات نو بجے کی ان دونوں کی ملیشیا کی فلائٹ تھی۔۔۔۔۔ وہ دونوں ایئر پورٹ کے لیے روانہ ہو رہے تھے باقی کسی بھی گھر والے کو ضامن نے ایئر پورٹ تک چلنے کو منہ کر دیا تھا کیونکہ گھر کی بات الگ تھی اگر نورم کو ایئر پورٹ پر بھی سب اپنے میسر ہو جاتے تو وہ وہیں پھیل جاتی۔۔۔۔۔

آپ نے شادی کروادی میں نے کر لی ہر بات مانی ہے دادا جان لیکن مجھے نہ سمجھیں اس کے ساتھ۔۔۔۔۔ بابا کو سمجھائیں نہ تاہم۔۔۔۔۔ نورم سب سے التجا کر رہی تھی۔۔۔۔۔

اور سب اسے بے بسی سے دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔ اللہ تم دونوں کو باحفاظت منزل تک پہنچائے۔۔۔۔۔ احمد شاہ نورم کے سر پر ہاتھ رکھے بولے۔۔۔۔۔ مطلب صاف تھا کہ وہ بھی اسے سمجھنا چاہتے تھے۔۔۔۔۔

چلو بس ہو گیا شاہاش۔۔۔۔۔ ضامن نے گھڑی دیکھی تو ساڑھے سات بج رہے تھے ایک گھنٹا تو ایئر پورٹ جانے میں ہی لگ جانا تھا اور یہاں نورم کے ڈرامے ہی نہیں ختم ہو رہے تھے وہ آگے بڑھتا اسکا ہاتھ پکڑتے زبردستی گاڑی میں بیٹھا گیا۔۔۔۔۔ نورم کی بچیوں سے لگ رہا تھا جیسے اس کا کوئی قتل کر رہا ہو۔۔۔۔۔

سب کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ضامن پتھر دل بننے کی ناکام کوششوں میں لگا ہوا تھا۔۔۔۔۔

گاڑی میں اسے بٹھاتے خود نے بھی دوسری سائڈ سے اتے ڈرائیور تک سیٹ سمجھائی۔۔۔۔۔

مجھے نہیں جانا ضامن پلیز۔۔۔۔۔ نورم کارو نے کی وجہ سے اب گلا بٹھنے لگا تھا۔۔۔۔۔ ضامن نے چابی گھمائی تو وہ ضامن کے چابی والے ہاتھ پر ہاتھ رکھے آنکھوں موٹے مٹے آنسو لیے ضامن سے بولی۔۔۔۔۔

یہ بہت ضروری ہے نورم اس ماحول سے باہر نکلنا بہت ضروری ہے۔۔۔۔۔ وہ نرمی سے اسکے آنسوؤں سے بھرے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھامے انگوٹھوں سے آنسو ساف کرتے اس کی سیٹ بیٹ باندھنے لگا۔۔۔۔۔ تو بے اختیار نورم خود میں سمٹی تھی۔۔۔۔۔

گاڑی گھر سے باہر نکلتی دور سڑک پر پہنچی اور پیچھے سب نورم کی حالت کو دیکھتے افسردہ ہوئے تھے۔۔۔۔۔ ان نورین کو بھی اس پر ترس آیا تھا یا یوں کہوں اپنا آپ اس میں دیکھتے نورین کا دل بھر آیا تھا۔۔۔۔۔

ان دونوں کے گھر سے نکلنے کے بعد گھر کا ماحول سو گوار ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ سب اپنے اپنے کمروں میں ایک دوسرے سے آنسو چھپاتے بند ہوئے تھے۔۔۔۔۔ جب فری میز یوں پر گھٹنوں میں منہ دیے بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

نورین پانی کے لیے کمرے سے نکلتی کچن کی طرف جا رہی تھی میز یوں سے آتی سکیوں کی آواز سننے اوپر کی طرف آئی تو وہ فری کو دیکھتی اس کے برابر میں بیٹھی نرمی سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔۔۔۔۔ کسی کی موجودگی کا احساس کرتے فری نے گھٹنوں سے منہ نکالا اور نورین کو ہینگ لگا ہوں سے دیکھتی اگلے ہی پل اس کی گود میں سر رکھ گئی اس کے رونے میں شدت اس قدر تھی کہ نورین کا دل بھر آیا تھا۔۔۔۔۔ میرا بچہ اسے نہیں روتے۔۔۔۔۔ نورین نے ہاتھ اسکے بالوں پر رکھے اسے تسلی دینی چاہی تھی۔۔۔۔۔

پچھو سب چلے گئے۔۔۔۔۔ وہ منہ اوپر کرتی نورین سے بولی۔۔۔۔۔ میری جان واپس آ جائیں گے دونوں، خود کو رو کر ہلکان نہ کرو۔۔۔۔۔ طبیعت خراب ہو جائے گی۔۔۔۔۔ نورین اس کے چہرے سے بالوں کو کانوں کے پیچھے کرتی اسکے چہرے سے آنسو پونچھتی بولی۔۔۔۔۔

اور بھیا۔۔۔۔۔ کیا وہ بھی واپس آ سکتے ہیں پچھو بتائیں؟؟؟ مجھے میرے بھیا چاہیے۔۔۔۔۔ اتنے سالوں بعد تو آئے تھے اور ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے۔۔۔۔۔ فری نے کیف کو یاد کرتے بلک کر رونا شروع کیا تھا۔۔۔۔۔

فری ایسے نہیں کرتے بچے بھیا سے پیار ہے نہ تو رو نہیں تکلیف ہوتی ہے مردے کو جب کوئی اپنے روتے ہیں تم چاہتی ہو تمہارے بھیا کی روح کو تکلیف ہو،۔۔۔۔۔ نورین کے لیے فری کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ اور کچھ اس کی اپنی آنکھوں سے بہنے آنسو اسے تسلی دینے میں رکاوٹ بن رہے تھے۔۔۔۔۔

پچھو میرے بھیا۔۔۔۔۔ مجھے بھیا۔۔۔۔۔ بھیا چاہیے مجھے۔۔۔۔۔ بھیا کو بلا دیں مجھے بھیا۔۔۔۔۔ چاہیے۔۔۔۔۔ ان کو بولیں نہ انکی شہزادی اکیلی ہے۔۔۔۔۔ میرے بھیا کو بلا دیں۔۔۔۔۔ پچھو۔۔۔۔۔

وہ ہچکیاں لیتی نورین کے ہاتھوں کو تھامے پتا نہیں کیا کیا بول رہی تھی۔۔۔۔۔

نورین کو فری کی دماغی حالت اس وقت سہی نہیں لگ رہی تھی۔۔۔۔۔ اسے اٹھانی وہ اپنے کمرے میں لے جانے لگی۔۔۔۔۔ اور فری مسلسل ایک ہی بات دہرا رہی تھی۔۔۔۔۔ مجھے بھیا چاہیے۔۔۔۔۔ اپنے روم میں لاتی وہ اسے بیڈ پر لیٹاتی اسکے سر کو گود میں رکھے وہ فری کے سر میں ہاتھ چلاتی اسے پرسکون کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔ اور وہ نورین کی گود میں سر رکھے آنکھیں مندی گھٹی گھٹی سی رو رہی تھی۔۔۔۔۔ اور کچھ ہی دیر میں اسکی سانس میں بھاری ہوئیں تھیں۔۔۔۔۔ اتنے دنوں سے اس کا دل بھر رہا تھا آج ضامن اور نورم کے جانے کے بعد اس کی برداشت بھی ختم ہوئی تھی۔۔۔۔۔ نورین اس کا ماتھا چومتی اسے نیکے پر منتقل کرتی اس پر کبل ڈالے خود بھی اس کے برابر میں لیٹی فری کو بغور دیکھنے لگی۔۔۔۔۔ کس قدر مر جھاگئی تھی وہ۔۔۔۔۔ نورین سوچنے اسکے گرد حصار بنائے آنکھیں مند گئی۔۔۔۔۔

ضامن نہیں جانا مجھے۔۔۔۔۔ تمہیں سمجھ نہیں آ رہی نہیں جانا مجھے۔۔۔۔۔ نورم ضامن کے ہاتھ کو بری طرح جھنجھوڑتی بولی۔۔۔۔۔ سامنے سے آتے ٹرالے کی وجہ سے ضامن نے بمشکل گاڑی کو تیزی سے موڑتے سنبھالا تھا۔۔۔۔۔ نورم کے اس طرح اچانک جھنجھوڑنے سے ضامن کے ہاتھ ہلنے سے گاڑی ڈسٹریکشن ہوئی تھی اور سونے پہ سہاگا سامنے سے آتے ٹرالے نے کسر پوری کی تھی وہ تو نصیب آچھا تھا جو ایکسٹریٹ نہیں ہوا تھا۔۔۔۔۔

کیا مسئلہ ہے تمہارا انسان نہیں بن سکتیں کب سے کب سن رہا ہوں ابھی آکسڈنٹ ہو جاتا۔۔۔۔۔ آپ چوں کی بھی آواز آئی نورم تو اسی سڑک پر چھوڑ کر چلا جاؤنگا۔۔۔۔۔ اتنی سی بھی آواز آئی تو۔۔۔۔۔ ضامن گاڑی کو بریک لگانا نورم کو گدھی سے پکڑتے چہرہ اچھا کرتے بولا۔۔۔۔۔

اسکی گرفت میں اس قدر سستی تھی کہ نورم کو اپنی گدھی ٹوٹی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ غصے سے ضامن کی گردن کی رنگین پھول گئیں تھیں۔۔۔۔۔ انکھیں غصے سے سرخ تھیں۔۔۔۔۔ نورم کو ضامن کے اس روپ سے خوف آ رہا تھا۔۔۔۔۔ وہ تو یہ تک بولنے کی ہمت نہیں کر پائی کہ اسے درد ہو رہا ہے اسے ضامن کے یوں پکڑنے سے کتنی تکلیف ہوئی تھی یہ اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو ہوتا ہے تھے۔۔۔۔۔ وہ ڈر گئی تھی۔۔۔۔۔ اسے خوف سے کانپتے دیکھ ضامن کو احساس ہوا تھا کہ اسے تکلیف ہو رہی ہوگی۔۔۔۔۔ ضامن اسکی گدھی سے ہاتھ ہٹاتا سر کو سیٹ کی پشت سے لگائے غصے کو قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ جب سے گھر سے نکلے تھے نورم نے اسے نہ جانے کون کون سے القابات سے نوازا تھا اور نہ جانے دل میں کتنی گالیاں دی ہوئیں۔۔۔۔۔ ضامن چپ بیٹھے گاڑی چلا رہا تھا۔۔۔۔۔ کہ اچھا ہے ضامن کو برا بھلا کہنے سے اگر اس کے دل کی بھڑاس نکلتی ہے تو وہ اسے جو چاہیے کہہ سکتی ہے۔۔۔۔۔ اور نورم اس کو چپ دیکھ کر غصے سے اسے اپنی طرف متوجہ کروانے کے لیے اسے جھنجھوڑ گئی تھی۔۔۔۔۔

ضامن نے نورم کی طرف سیٹ سے سر لگائے لگائے چہرہ موڑتے دیکھا۔۔۔۔۔ تو وہ سانس روکے اسی پوزیشن میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

جس سے ضامن کو اپنی جان جاتی محسوس ہوئی تھیں۔۔۔۔۔ عجیب محبت تھی سانس ایک کی روکے تو جان دوسرے کی جاتی تھی۔۔۔۔۔

نورم سانس لو۔۔۔۔۔ وہ سیدھی طرح اس کی طرف موڑنا بولا۔۔۔۔۔

نورم سانس لو یا یہ کیا بچپن ہے۔۔۔۔۔ ضامن کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر وہ کس طرح نورم کو ڈیل کرے۔۔۔۔۔ نورم سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی جیسے یقین کرنے کی کوشش کر رہی ہو کہ ضامن نے اس پر ہاتھ اٹھایا ہے۔۔۔۔۔ اس کی سانس گھونٹنے لگی تھی آنکھوں کی پتلیاں سرخ انکارا ہو چکی تھی۔۔۔۔۔ لیکن مجال تھی جو نورم ضامن کی بات مان لیتی۔۔۔۔۔ اب وہ اسے سزا دے رہی تھی جیسے ضامن بخوبی سمجھ رہا تھا۔۔۔۔۔ ضامن نے بے بسی سے اپنے بالوں کو مٹھیوں میں دبوچتا تھا۔۔۔۔۔

نورم فوراً گوڈیک سانس لو۔۔۔۔۔ ضامن غصے سے پاگل ہو رہا تھا وہ اپنا ہاتھ نورم کے برابر سے کھڑکی کے شیشے پر مارتے بولا تو شیشہ کرچی کرچی ہوا تھا کالج کے ٹونے کی آواز سے نورم چیخ کر ضامن کے سینے میں چھوٹی تھی۔۔۔۔۔

ضامن کے ہاتھ سے خون تیزی سے بہا تھا لیکن وہ نورم کے ڈر کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک ہاتھ سے اس کی کمر کو رب کرتے اسے ریلکس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔۔۔ نورم کی خوف سے آنکھیں پھیلی تھیں جب اس نے ضامن کے خون سے بھرے ہاتھ کو دیکھا۔۔۔۔۔

خون۔۔۔۔۔ خون آ رہا ہے تمہارے وہ پیچھے ہوتی اس کے ہاتھ کو اپنے اگے کرتی پریشانی بولی۔۔۔۔۔

گاڑی میں فرسٹ ٹریٹ بوکس ہے۔۔۔۔۔

وہ چادر سے خون صاف کرنے ہی والی تھی جو ضامن ہاتھ پیچھے کرتے بولا۔۔۔۔۔

ہاسپٹل چلو بہت خون بہہ رہا ہے۔۔۔ وہ چادر سے ناک صاف کرتی بولی۔۔۔۔۔

نہیں ابھی ٹائم نہیں ہے فلائٹ میں ہو جائے گی۔۔۔۔۔

تو نہیں جاتے ہیں نہ۔۔۔۔۔ نورم نے معصومیت سے بولا۔۔۔ اور اس کی اس ادا کو ضامن نہیں سمجھتا تو اور کون سمجھتا۔۔۔۔۔

ضامن نے اس کی بات پر ایک گھوری سے اسے نوازا۔۔۔ میرا ہاتھ خونم خون ہے اور اسے اپنی پڑی ہوئی ہے۔۔۔۔۔

وہ منہ میں بڑبڑایا۔۔۔۔۔

جسے نورم کو سن کر اپنی سوچ پر شرمندگی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

مدد کرو میری گس نہیں جاوگی۔۔۔۔۔

ضامن اکیلے ہاتھ پر پٹی باندھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔ جبکہ نورم بس اس کے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی گاڑی میں ضامن کے کپڑوں پر اور نورم کی چادر پہ ہر جگہ خون کے دھبے پر گئے تھے

نورم شرمندہ ہوتی ضامن کے ہاتھ سے پٹی لیتے باندھنے لگی ضامن کی نظریں مسلسل خود پر محسوس کرتی وہ آج پہلی بار اس کے سامنے اکنفیٹبل محسوس کر رہی تھی۔۔۔ گھبراہٹ سے اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔۔ اور ضامن تو اس کا اپنے سامنے اس طرح کاریکٹ دیکھتے فل انجوائے کر رہا تھا۔

NOVEL-E-MEHAR

گاڑی کافی مشکل سے چلا کر اب وہ دونوں ایئر پورٹ پر پہنچے تھے جہاں سلیم حویلی کا ملازم پہلے سے موجود تھا تاکہ گاڑی اپنے ساتھ لے جاسکے۔۔۔ ضامن نے سلیم کی مدد سے سامان گاڑی سے نکلوا دیا۔۔۔۔۔ نورم اب چپ تھی اسے ضامن کے ہاتھ سے نکلے خون کا سوچ سوچ کر رونا آ رہا تھا۔۔۔ وہ ایسی ہی تھی۔۔۔ اسے دوسروں کی تکلیف بھی اپنی لگتی تھی۔۔۔ اور یہاں تو اس کا بچپن کا ساتھی تھا وہ اس بات کو اکیسٹ کرے نہ کرے اس کے دل میں نکاح کے بعد سے ضامن کے لیے جذبات بدلے تھے جس سے وہ خود بھی انجان تھی۔۔۔ وہ کیف سے محبت نہیں کرتی تھی۔۔۔ وہ کیف کی موت کا تصور وار سمجھتی تھی۔۔۔۔۔

خود کو وہ کیف کی موت کی وجہ سمجھتی تھی اس خوف کو دور کرنے کے لیے وہ ضامن کو الزام دیتی تھی۔۔۔۔۔

کیونکہ وہ جب بھی کچھ الٹا کرتی تھی ضامن سب کے سامنے اس پر ڈانٹ نہیں پڑنے دیتا تھا اپنے اوپر لے لیتا تھا بات کو ہاں لیکن اکیلے میں اسے بڑوں کی طرح سمجھاتا بھی تھا۔۔۔۔۔

نورم کی اب عادت ہو گئی تھی اپنی ہر چیز کا زمدار ضامن کو ٹھہراتی تھی۔۔۔۔۔

اسلام و علیکم چیئر زوی آرناؤریڈی فاریک آف پلیز فاسٹن یور سیٹ بیٹ اینڈ انشور آل یور بیلو گس آر سیکور۔

ایرہوسٹ کی آواز پر ضامن نے اپنی سیٹ بیٹ لگانی شروع کی جس کو دیکھ کر نورم نے بھی ضامن کی طرح بیٹ لگانے کی کوشش کی۔۔۔

ضامن نے اپنی بیٹ لگا کر نورم کو بیٹ کے ساتھ اٹھے دیکھتے اس کی بیٹ لگانے کے لیے ہاتھ بڑھائے ضامن کا ہاتھ نورم کے ہاتھ پر ٹچ ہوا تو وہ اپنی کوششیں چھوڑتی ضامن کو بیٹ لگانے کی اجازت دیتی پیچھے سیٹ سے ٹیک لگائی۔۔۔ ضامن کے سیکی گولڈن بالوں کو دیکھتے اسے اپنا گزارا وقت یاد آیا تھا۔۔۔

ضامن چودہ سال کا تھا۔۔۔ شاہ جویلی کے تمام کلین روزرات کی چائے چھت پر پیتے تھے رضا شاہ احمد شاہ اور شاہ میر شاہ اپنے کاروباری حوالے سے باتوں میں لگے ہوتے تھے اور رابیا بیگم سمرن شاہ اور خدیجہ بیگم اپنی باتوں میں مست ہوتی تھیں۔۔۔ خدیجہ بیگم شاہ میر شاہ کی بیوی تھیں جو کچھ سال پہلے اس دنیا سے گزر گئیں تھیں اور ان کے جانے کے بعد شاہ میر شاہ خود کو بہت تنہا محسوس کرتے تھے۔۔۔ وہ تینوں جھولے پر بیٹھے ہوتے تھے فری چھوٹی تھی اور نورم دیکھنے میں چھوٹی ہی لگتی تھی ان میں ضامن ہی بڑا لگتا تھا جب نورم روز ضامن کے بالوں کی پونی بتاتی تھی تو کبھی اپنا ہینڈ اسکے سر پر لگاتی اور پھر کھیلھا کر ہنسیتی وہ بس اس کی ایک مسکراہٹ کے لیے بت بنا اس کے سامنے گھنٹوں بیٹھا اپنے ان بالوں کا ستیاناس کرواتا تھا جیسے کوئی انگلی بھی لگائے تو وہ مارنے مرنے کو تیار رہتا تھا۔۔۔

نورم کو ضامن کے بال بہت پسند تھے۔۔۔

اور ابھی بھی بے اختیار نورم نے ضامن کے بالوں کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔۔۔ جیسے ضامن نے نوٹ کیا تھا۔۔۔

لیکن نجانے کیوں آج وہ ہاتھ بچھ سے ہی واپس ہو گیا تھا۔۔۔ آج کیوں وہ اس کے بالوں کو بے جھجک چھو نہیں پائی تھی۔۔۔

ضامن پیچھے ہوتے اپنی سیٹ پر سیدھا ہوا۔۔۔

کہاں جا رہے ہیں ہم؟؟؟

تقریباً آدھے گھنٹے بعد نورم نے پوچھا تھا وہ اب خاموش تھی۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

کو لپور ملائیشیا۔۔۔

ضامن نورم کو دیکھتے بولا۔۔۔

اور وہاں کہاں پر رہیں گے۔۔۔ نورم وینڈوسے باہر بادلوں کے آسمانی اور سفید روئی کے جیسے معلوم ہوتے گولو کو دیکھتے بولی۔۔۔

دیکھو ابھی تو ہوٹل جائیں گے۔۔۔ پھر مجھے تمہارے ماموں کے فرینڈ نیازی صاحب سے ملنا ہے۔۔۔ جب کے سلسلے میں۔۔۔ تین چار مہینوں میں سینٹل ہونے کے بعد تمہارا یونیورسٹی میں ایڈمیشن کروانا ہے۔۔۔

ضامن نے اسے تفصیلی اپنا فیوچر پلین بتایا تھا۔۔۔

اور تمہاری پڑھائی؟؟؟

نورم نے حیرت سے اس کی طرف چہرہ موڑے پوچھا کیونکہ ضامن کو تو جنون تھا پڑھنے کا۔۔۔

!! ایک کیو زی

یہاں نزدیکی کوئی ہوٹل ہے؟؟؟

کو لیور کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ کا داخلی دروازہ تھوڑا سا چھپا ہوا تھا، جہاں سے بارش میں بھیگتے ہوئے راستے کی طرف ایک پرانی عمارت دکھائی دے رہی تھی۔ ایئرپورٹ کے باہر ایک بڑی سی ٹیکسی اسٹینڈ تھی، جہاں کئی ٹیکسیوں کی لائن لگی ہوئی تھی۔ ہر ٹیکسی کے ارد گرد تیز گرم ہوا چل رہی تھی، اور ڈرائیور اپنی گاڑیوں کے قریب کھڑے ہو کر تھوڑی تھوڑی دیر میں گاڑی کی گھنٹی بجا رہے تھے۔ ان کے چہروں پر تھکن کے آثار تھے، جو دن بھر کی محنت کا نتیجہ تھے۔ کچھ ڈرائیور گاڑیوں کے چھتوں پر رکھے ہوئے چھوٹے سے پن کی مدد سے ہوا کا لطف اٹھا رہے تھے، تاکہ گرمی میں تھوڑی سی راحت مل سکے۔

لوگ وہاں دوڑتے ہوئے آرہے تھے، جلدی میں اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہوئے، کچھ تھوڑے سے بیگ لے کر، اور کچھ اپنے موبائل میں مصروف تھے۔ ہوا میں ہلکی سی خوشبو تھی، جو شہر کی گرمی اور نم ہوا کا ملاپ تھی۔ کچھ لوگ ٹیکسیوں کی طرف جا رہے تھے، جبکہ کچھ اپنی اگلی منزل کی طرف پیدل چل رہے تھے۔ ایک طرف سے بے چینی کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی، تو دوسری طرف ایک ہلکی سی خاموشی تھی، جو اس مقام کو بہترین طریقے سے ظاہر کر رہی تھی۔

ضامن آگے بڑھتا ایک ٹیکسی ڈرائیور سے مخاطب ہوا۔

یہاں نزدیکی ہوٹل ہے؟

سوری آئے ڈونٹ انڈرسٹینڈ یور لیگوویج۔۔۔۔

ڈرائیور نے جھجک کے ساتھ جواب دیا۔

"ازدیر آئی ہوٹل نیرہاے؟"



NOVEL-E-MEHAR

یہاں ہوٹل پلازہ کو لیوراز جسٹ اشورٹ ڈسٹینس فروم ہیر۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈرائیور نے تھوڑی دیر سوچا پھر کہا۔

اوکے پلیز ٹیک آس ٹو ہوٹل پلازہ کو لیور۔۔۔۔۔۔۔۔ ضامن نورم کا ہاتھ پکڑتے اپنے ساتھ کرتے بولا۔۔۔۔۔

پلیز ہیو آئیٹ۔۔۔

ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی کا انجن اسٹارٹ کرتے بولا۔۔۔۔۔

رات کے چار بجے کا وقت تھا، اور کو لیور ایئرپورٹ کے باہر کا منظر خاموش تھا۔ ضامن نورم دونوں ٹیکسی میں بیٹھ چکے تھے۔ ٹیکسی کی کھڑکیاں نیم کھلی تھیں، اور اندر کی مدھم روشنی میں ان کے چہروں پر تھکن اور فکروں کے آثار تھے۔ باہر کی ہوا ٹھنڈی تھی، مگر گاڑی کا ہیٹر انہیں اندر سے حرارت دے رہا تھا۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی اور آہستہ آہستہ ایئرپورٹ کے علاقے سے نکلنے ہوئے شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

گاڑی کی کھڑکیوں سے باہر شہر کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں، جو رات کی گہری خاموشی میں جگمگاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ کچھ لمحوں کے لیے، دونوں خاموش بیٹھے رہے، گویا ہر ایک اپنی فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ نورم کے ذہن میں بے شمار سوالات چل رہے تھے، اور ضامن کی نظریں دور کہیں جمی ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان لفظوں کی کمی تھی، مگر خاموشی میں کچھ ایسا تھا جو دونوں کی کہانی بیان کر رہا تھا۔

صبح کے پانچ بجے کا وقت تھا۔ کوپور کی سڑکیں ابھی جاگ رہی تھیں آسمان ہلکی نیلی روشنی سے رنگا ہوا تھا، اور دور کہیں اذان کی مدھم آواز ہوا میں گھل رہی تھی۔ نیکیسی ایک ہلکی سی بریک کے ساتھ رکی شہر کے دامن پر، جہاں جگہ جگہ پہلی روشنی کے بلب ابھی جل رہے تھے۔

نیکیسی کی پچھلی نشست پر ضامن خاموشی سے بیٹھا تھا، اس کی آنکھوں میں نیند اور فکر کی ہلکی سی پرچھائیں۔ اس کے کندھے پر نورم کا سر تھا وہ گہری نیند میں تھی، جیسے رات بھر کی تھکن اس کے جسم میں اترا گئی ہو۔ ضامن نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے بالوں کو ایک نظر دیکھا، اور پھر شہر کی طرف نگاہ دوڑائی جیسے ایک نیا سفر شروع ہونے جا رہا ہو۔

نیکیسی کا انجن اب بھی دھیمی آواز میں گنگنا رہا تھا، اور شہر اپنی صبح کی پہلی سانس لے رہا تھا۔

ضامن نے ایک بلکہ لمس کے ساتھ نورم کے کندھے کو چھوا۔

نورم... اٹھو، ہوٹل آ گیا ہے۔

نورم نے آنکھیں نیم وا کیں، چہرے پر نیند کی دھندلی روشنی باقی تھی۔ وہ آہستہ سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی، جیسے خواب اور حقیقت کے بیچ جھول رہی ہو۔

نیکیسی رک پکی تھی۔ باہر ہوٹل کی عمارت پر دھندلی روشنی پڑ رہی تھی۔ سناٹے میں صرف انجن کی دھیمی گھن گرج باقی تھی۔

ضامن نے جیب سے کچھ نوٹ نکال کر ڈرائیور کی طرف بڑھائے۔

ڈرائیور نے حیرت سے نوٹ دیکھے اور بولا۔
NOVEL-E-MEHAR

"Sir, this is Pakistani currency. We use ringgit here in Malaysia."

ضامن نے تھکا سانس لیا۔

"Oh... we just landed. I don't have any ringgit yet."

ڈرائیور ہلکا سا مسکرایا۔

"It's okay, sir. Just give me this. I'll get it changed myself."

نورم اب بھی خاموش کھڑی تھی، جیسے ابھی تک پوری طرح ہوش میں نہ ہو۔ اُس نے ضامن کا بازو تھام لیا، چہرے پر حیرانی اور نیند کی آمیزش تھی۔ اس کی آنکھوں میں کچھ پل کے لیے خلا سا تھا، جیسے وہ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ کہاں ہے۔

ضامن نے اس کی طرف دیکھا، نرم لہجے میں بولا۔

بس پہنچ گئے ہم۔۔۔۔۔

نورم نے بس سر ہلایا، اور دونوں آہستہ آہستہ ٹیکسی سے باہر نکلے، جیسے ایک نیا باب اُن کا انتظار کر رہا ہو۔

ہوٹل کی لابی میں ہلکی مدھم روشنی تھی، دیواروں پر سنہری اور خاکی رنگوں کا امتزاج ایک نرم سا ماحول پیدا کر رہا تھا۔ صبح کا پہلا پہر تھا لابی میں بس ایک استقبالیہ کلرک بیٹھا تھا، جو کمپیوٹر کی اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھا، اور پیچھے سے ہلکی سی لاؤنج میوزک کی دھنیں سنائی دے رہی تھیں۔

ضامن نے آگے بڑھ کر استقبالیہ پر رجسٹریشن کا کہا، اور پاسپورٹس میز پر رکھ دیے۔

"Book a room on the name of Zamin Shah."

اس نے انگریزی میں کہا۔

نورم اس کے پیچھے کھڑی تھی، جیسے کسی اور دنیا سے آئی ہو۔ اُس کی آنکھیں آدھی بند، بال بکھرے ہوئے، اور چہرے پر نیند کی شمارا بھی تک باقی تھی۔ وہ خاموشی سے ضامن کے قریب کھڑی رہی، جیسے بس اُس کے ساتھ ہونے سے ہی سب ٹھیک ہو۔

کلرک نے نرمی سے مسکرا کر کہا۔

"Welcome Mr. Shah. Your room key's."



NOVEL-E-MEHAR

ضامن نے کمرے کی چابی لی اور نورم کی طرف پلٹا۔

چلو۔۔۔۔۔ وہ ایک ہاتھ سے نورم کا ہاتھ اور دوسرے سے سامان پکڑتے بولا۔۔۔۔۔

لفٹ کی طرف جاتے ہوئے ضامن نے ایک نظر نورم پر ڈالی وہ تھکی ہوئی تھی، مگر اُس کے وجود میں ایک عجیب سی معصومیت اور بھروسہ جھلک رہا تھا۔

لفٹ کے دروازے بند ہو گئے، اور وہ دونوں ایک اور خاموش منزل کی طرف بڑھ گئے۔

کمرہ پُر سکون تھا، روشنی مدھم، اور وقت جیسے تھم گیا ہو۔ باہر آسمان ہلکا سا چمکا رہا تھا، مگر کمرے میں خاموشی اور تھکن کی گرفت تھی۔۔۔۔۔

دروازہ بند ہوتے ہی ضامن نے بیگ نیچے رکھا اور پلٹ کر نورم کی طرف دیکھا۔

نورم خاموشی سے اندر داخل ہوئی، اُس کے چہرے پر نیند کی تھکن تو تھی، مگر اس سے زیادہ ایک اجنبیت ایک فاصلہ، جو آنکھوں سے صاف جھلک رہا تھا۔

وہ بیڈ کی طرف بڑھی، بنا کچھ کہے، نہ شکایت، نہ سوال۔ صرف ایک خاموش تھکن، جیسے اُس کے دل نے بولنے سے انکار کر دیا ہو۔

ضامن کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر الفاظ اُس کے لبوں تک آکر رک گئے۔

تم تھک گئی ہو ریٹ کر لو۔۔۔۔۔

اُس نے ہلکی آواز میں کہا۔

مجھے بس اکیلے رہنا ہے۔۔۔۔۔

نورم نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بنا اُس کی طرف دیکھے بس اتنا کہا۔

اُس کی آواز مدہم تھی، مگر اُس میں ایک ظہرا ہوا گلہ تھا۔

ضامن خاموش کھڑا رہا۔ اُس نے ایک لمحے کو نورم کی طرف دیکھا اُس کی جھکی پلکیں، زخم چھپاتے ہوئے، اور وہ خاموشی جو چیخ رہی تھی۔

وہ کھڑکی کے پاس گیا، پردے کا کونہ ہٹا کر باہر جھانکا۔ شہر جاگ رہا تھا، لوگ چلنے لگے تھے، پر اُس کے اندر کچھ تھم گیا تھا۔

کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی، اور اُس خاموشی میں وہ تمام ان کہی باتیں گونج رہی تھیں وہ باتیں جو کی جاسکتی تھیں، مگر کی نہیں گئیں۔

نورم نے آنکھیں بند کر کے منہ موڑ لیا تھا۔

اور ضامن... اب بھی اُس دیوار کے اس طرف کھڑا تھا، بے بس، خاموش، اور شاید بچھتاوے کے ساتھ۔

NOVEL-E-MEHAR

سورج کی روشنی اب پردوں کے کناروں سے جھانک رہی تھی۔ روشنی نرم تھی، مگر اندر کے سکوت پر آہستہ آہستہ دستک دے رہی تھی۔

ضامن صوفے پر نیم دراز تھا، یہ چند گھنٹے اُس نے کروٹوں میں گزارے تھے نہ نیند آئی، نہ سکون۔ اُس کی نظریں چھت پر تھیں، مگر سوچیں اُس خاموشی میں الجھی ہوئی تھیں جو نورم کے لہجے سے نکل کر کمرے میں پھیل گئی تھی۔

بیڈ پر نورم اب تک سوتی دکھائی دے رہی تھی، مگر اُس کی سانسیں تھوڑی بے چین سی تھیں۔ جیسے نیند میں بھی دل بے قرار ہو۔

... ٹھک... ٹھک

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ ضامن چونکا۔ وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا، کچھ محتاط، جیسے صبح کی خاموشی کو ٹوٹے سننا اُسے ناگوار گزر رہا ہو۔

"Good morning, sir. Breakfast delivery."

ایک ملازم ہاتھ میں ٹرے لیے کھڑا تھا۔

ضامن نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"Thanks. Just leave it here."

ٹرے رکھ کر ملازم چلا گیا۔ ضامن نے دروازہ بند کیا، پھر ایک لمحے کو ٹرے کو دیکھا دیکھ کر کپ چائے، کچھ ٹوسٹ، انڈے، اور پھل۔ ایک نارمل صبح کا ناشتہ، مگر آج کچھ بھی معمول جیسا نہ تھا۔

اُس نے چائے کا کپ اٹھایا، پھر نورم کی طرف دیکھا۔

اٹھ جاؤ نورم کچھ کھا لو۔۔۔

نورم نے آنکھیں آہستہ سے کھولیں، اُس کے چہرے پر نیند کی لکیر باقی تھی، مگر آنکھوں میں وہی ٹھنڈا سا فاصلہ۔

بھوک نہیں ہے۔۔۔

اُس نے سپاٹ لہجے میں کہا، اور کروٹ لے لی۔

ضامن نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے، پھر بند کر لیے۔ وہ جانتا تھا الفاظ اس وقت بے اثر تھے۔

چائے کی بھاپ آہستہ آہستہ اُڑتی رہی۔ اور اُس کمرے میں وقت ایک بار پھر ختم سا گیا۔

نورم بیڈ سے اُٹھ چکی تھی۔ اُس نے خاموشی سے منہ دھویا، آئینے میں اپنی آنکھوں کو دیکھا سرخ، مو جھمی ہوئی، جیسے رات آنکھوں میں گزری ہو، نیند میں نہیں۔

کمرے میں اب بھی وہی خاموشی تھی۔ ضامن صوفے پر بیٹھا، چائے کی خالی پیالی ہاتھ میں تھامے، کچھ سوچ رہا تھا۔ نورم نے اُس پر ایک نظر ڈالی، پھر نظریں چرائیں۔

تم ٹھیک ہو؟؟

ضامن نے آخر کار خاموشی توڑی۔

نورم نے ایک لمحے کو اُسے دیکھا، پھر نظریں پردے کی طرف موڑ لیں۔

میں ٹھیک ہوں، جتنا ہو سکتی ہوں۔۔۔

میں جانتا ہوں، تم ناراض ہو مجھ سے۔۔۔

"ضامن کا گلا خشک سا ہوا۔ اُس نے نرمی سے کہا،

"ناراض؟"

نورم کی آواز میں ایک دہی ہوئی ہنسی سی تھی، تلخی میں لپٹی ہوئی۔

ناراض تو تب ہوتے ہیں جب امید ہوتی ہے۔۔۔۔۔

ضامن نے نظریں جھکا لیں، جیسے کوئی گواہی چھپائی ہو۔

میں یہاں تمہارے ساتھ ہوں مگر اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔

نورم نے ہیڈ کی چادر درست کرتے ہوئے کہا۔۔۔

ضامن نے لب کھولے، مگر آواز نہیں نکلی۔

تم جانتے تھے سب پھر بھی کیوں کیا تم نے ایسا۔۔۔

نورم کی ضامن کی طرف پیٹ تھی۔۔۔

اب وہ لمحہ آگیا تھا، جس سے ضامن بار بار بھگتا رہا۔

کمرے میں اب صرف سانسوں کی آواز تھی۔

ضامن اس کی پشت کو دیکھتا رہا، وہ ہر لمحے اس کے قریب ہوتے ہوئے بھی، اس سے کوسوں دور تھی۔



NOVEL-E-MEHAR

میں جانتا ہوں نورم۔۔۔۔۔

ضامن کی آواز زک زک کے نکلی،

تم مجھے اب بھی معاف نہیں کر سکتی۔۔۔

نورم آہستہ سے ہلٹی، اس کے چہرے پر ایک ایسی تکلیف تھی جو وقت بھی نہیں بھر سکا۔

"۔۔۔۔۔ اس کی آواز میں زخم بولے، "معافی

تم نے مجھ سے سب چھین لیا میں صرف تم سے ناراض نہیں ہوں میں تم سے ٹوٹ چکی ہوں ضامن۔۔۔۔۔

ضامن کی آنکھوں میں نمی ابھر آئی وہ شاید پہلی بار مکمل طور پر ٹوٹا تھا۔

میں صرف تمہیں پانا چاہتا تھا۔۔۔

"پانا"

نورم کی آنکھوں میں چنگاریاں تھیں۔

وہ تمہارا بھائی تھا جسکو میں چاہتی تھی تم نے سب کچھ جاننے ہوئے بھی مجھے خود سے جوڑ لیا بردستی۔۔۔۔

ضامن کی زبان پر جیسے قفل لگ گیا۔ کچھ لمحے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔

نورم کی آوازاں ٹوٹ رہی تھی۔

اگر تم نے یہ سب نہ کیا ہوتا اگر میں نے ہمت کی ہوتی تو اب وہ زندہ ہوتے۔۔۔۔ "میں ہر دن جیتی ہوں اس گیلٹ کے ساتھ کے اگر یہ نکاح نہ ہوتا۔۔۔۔۔

ضامن کا سر جھک گیا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، بے آواز۔۔۔ جیسے کسی نیند میں ڈوبی پکار ہو۔

میں تم سے پیار نہیں کرتی ضامن۔۔۔

نورم نے نرمی سے مگر صاف الفاظ میں کہا۔

اور میں کبھی یہ کر بھی نہیں پاؤں گی مجھے ہر لمحہ انکی یاد رہتی ہے اور تمہاری وجہ سے انکی موت۔۔۔۔

ضامن نے پلکیں بند کیں۔ اُس کے ہاتھ کانپنے لگے۔



نورم خاموشی سے کھڑی رہی۔ اُس کے اندر صرف خلا تھا۔۔۔ ایک ایسا خلا جو کبھی نہیں بھرے گا۔

oo

ضامن کھڑکی کے پاس کھڑا تھا، باہر کے مناظر دھندلے تھے، جیسے وقت نے بھی آنکھیں نم کر لی ہوں۔ نورم کمرے میں موجود تھی، لیکن وہ اُس لمحے کہیں اور تھا۔ اپنے اندر۔

دل کے اندر ایک خاموش آواز ابھری۔۔۔ ایک سوال، ایک پچھتاوا۔

اگر میں نورم سے نکاح نہ کرتا تو کیا ہوتا۔۔۔۔

اُس کا سینہ جیسے کسی نے زور سے جکڑ لیا ہو۔ ایک خنجر تھا۔ پچھتاوے کا۔ جو روز اسی جگہ چبھتا تھا۔

میں تو دادا جان بابا چچا کے کہنے پر چلاسب کے کہنے پر کیا۔۔۔ اور اسکے لیے؟؟؟

آنکھوں میں نورم کا چہرہ ابھرا وہ چہرہ جو کبھی اُس کے خوابوں میں مسکراتا تھا، آج صرف خاموش رہتا ہے۔

بھائی کے لیے ہی تو اپنی محبت سے آنکھیں پھیریں تھیں لیکن قسمت نے مجھے وہی لا کھڑا کیا۔۔۔۔۔

وہ پلٹا، ایک نظر نورم پر ڈالی جو اب بھی بیڈ پر چپ چاپ بیٹھی تھی، اُس کی طرف دیکھے بغیر۔

اگر میں اس وقت انکار کر دیتا تو کیا بھائی زندہ ہوتے۔۔۔؟؟؟

کیا نورم خوش ہوتی؟؟؟ کیا میں خود کو معاف کر پاتا؟؟؟؟

نہیں اگر میں انکار کر دیتا تو ابھی اور بھی برا ہوتا۔۔۔۔۔

ضامن نے آنکھیں بند کر لیں۔ اندر کا شور بڑھ گیا۔

میں خاموشی میں بیٹھا ہوں کیونکہ نہ میں بھائی کو بچا سکا، نہ نورم کو سمجھا سکا،

وہ آہستہ سے سانس بھرتا ہے۔ ایک سانس جو بوجھ اٹھائے ہے محبت کا، ندامت کا، اور کھوجانے والے رشتوں کا۔



ماضی۔

اسکول کی چھٹی ہوئی تھی۔ باقی لڑکیاں ہنستی، باتیں کرتی باہر نکل رہی تھیں۔ فری تنہا سی نکلی، آنکھوں میں کچھ سوچ، ہاتھ میں کتابیں، اور چہرے پر وہی ہلکی سی سنجیدگی جو پچھلے دنوں سے اُس کا ساتھ دے رہی تھی۔

NOVEL-E-MEHAR

گیٹ کے پاس ماہر کھڑا تھا۔ آج وہ عام دنوں جیسا نہیں لگ رہا تھا تھوڑا تھکا، تھوڑا سنجیدہ، جیسے اندر کوئی سوال حل رہا ہو۔

فری نے جیسے ہی اُسے دیکھا، قدم سست ہو گئے۔

ماہر نے آہستہ سے قدم بڑھائے، بالکل سامنے آکر رکا۔ دونوں کے درمیان کچھ قدموں کا فاصلہ اور کچھ ان کے لفظوں کا۔

چلو۔۔۔ ماہر اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا گاڑی کی طرف بڑھا۔۔۔۔۔

اب دونوں گاڑی میں بیٹھے تھے۔۔۔۔۔

تم مجھے جواب کیوں نہیں دے رہیں فری؟؟؟؟

صرف ایک برکہ وہاں یا نہ؟؟؟

"میں تم سے کوئی زبردستی نہیں کرنا چاہتا۔۔۔۔۔"

فری نے نظر جھکالی، کتابوں کو سینے سے اور قریب کر لیا۔ اُس کے ہونٹ ہلے، لیکن آواز نہ نکلی۔

ماہر کی آواز تھوڑی اور نرم ہوئی۔

میں صرف اتنا جانا چاہتا ہوں کہ اب تم مجھ سے بات تک نہیں کر سکتیں۔۔۔

فری نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ آنکھوں میں الجھن، کچھ کہنے کی کوشش... پھر صرف اتنا بولی۔

میں ابھی کچھ نہیں کہے سکتی پلیز۔۔۔

ماہر نے ایک لمحہ اُسے دیکھا، پھر دھیرے سے سر ہلایا۔

ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔۔۔

فری کی آنکھیں نم، دل الجھا ہوا تھا۔

کیا سچ میں وقت نکل رہا ہے یا میں ہی انہیں روک نہیں پا رہی۔۔۔

اُس کی آواز تھوڑی بھاری ہو گئی، جیسے دل کی بات زبان تک آنے میں دیر ہو رہی ہو۔

ایک اور بات کہنی تھی تم سے۔۔۔

فری نے سر اٹھایا، حیرانی سے دیکھا۔

ماہر نے سانس بھری، اور آہستہ کہا۔

میں جا رہا ہوں۔۔۔ آرمی ٹریننگ کے لیے کاکول۔۔۔

چھ مہینے کے لیے۔

فری کی آنکھیں پھیل گئیں، جیسے وقت اچانک رک گیا ہو۔

"کب؟"

"پرسوں صبح... رپورٹنگ ہے"

خاموشی۔



NOVEL-E-MEHAR

فری کی کتابیں تھوڑا سا کانٹیں، اُس کے ہاتھوں میں گرفت سخت ہو گئی۔

ماہر نے ایک آخری نظر اُس پر ڈالی۔

میں تمہارا جواب لے کر جانا چاہتا تھا... لیکن اب تمہارا سکون لے کر جا رہا ہوں اور اپنا سوال چھوڑ کر۔۔۔۔۔"

وہ مسکرایا، مگر آنکھوں میں ہلکی سی چھپی ہوئی تھی۔

تم جواب دینا چاہو تو میرا دل وہیں میلے گا... لیکن اگر نہیں تو میں جانے سے پہلے یہ بھی جانا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔"

"...ماہر"

وہ نظریں نیچی، آواز تھوڑی کانٹتی ہوئی۔

جی جان ماہر، حیرت اور امید اُس کی آنکھوں میں جھلکنے لگی۔

فری نے ہونٹ جھنجھے، پھر ہلکے سے بولی۔

"... جب واپس آؤ گے۔۔۔۔۔ تب جواب دوں گی"

ماہر کے چہرے پر ایک لمبے کو خاموش سی مسکراہٹ آئی، جیسے اندر کوئی جنگ جیت لی ہو۔



NOVEL-E-MEHAR

اُس نے آہستہ سے پوچھا۔ "پکا؟"

فری نے آنکھیں جھکائیں، سر ہلایا۔

"... پکا"

ماہر نے گہری سانس لی، جیسے اب دل ہلکا ہو گیا ہو۔ اور اُس کے قدم اُس راہ پر مڑ گئے، جس پر چھ مہینے کی خاموشی، مشقت اور ایک نامعلوم جواب کا انتظار تھا۔

گاڑی دھیرے دھیرے حویلی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ باہر درخت پیچھے کی طرف بھاگتے جا رہے تھے، لیکن اندر وقت تھم سا گیا تھا۔

فری خاموش بیٹھی تھی، آنکھیں سامنے، مگر دھیان کہیں اور تھا۔

گاڑی حویلی کے گیٹ پر رکی۔

دونوں چند لمحوں تک پونہ بیٹھے رہے۔ جیسے وقت کو تھام لینا چاہتے ہوں۔

پھر فری دروازہ کھول کر اترتی، اور پلٹ کر صرف ایک جملہ کہا۔

"خدا حافظ، ماہر... واپس جلدی آنا۔"

oooooooooooooooooooooooo

Wajiha shah novels

فری نے دروازہ بند کیا، اور آہستہ آہستہ اندر جانے لگی۔ قدم تھوڑے بھاری تھے، دل ابھی تک اُس آخری لمحے میں پھنسا ہوا تھا۔

تجبی اندر سے آواز آئی ٹھنڈی، مگر تیز۔

دہری۔ "فری!"

سامنے ضامن کھڑا تھا، بازو سینے پر باندھے، چہرہ سخت، آنکھوں میں وہی آگ جو کل ماہر کے لیے تھی آج صرف فری کے لیے تھی۔

"پھر سے اسکے ساتھ؟"

فری نے نظریں جھکا لیں، کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔

ضامن نے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

تمہیں کل بھی کہا تھا... اور ابھی بھی کھولی وارنگ دے رہا ہوں ماہر کے ساتھ گھومتی پھیرتی نظر آئیں تو اچھا نہیں ہو گا۔۔۔"

فری نے دھیرے سے سر اٹھایا، آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔

"میں کسی کے ساتھ نہیں گھومتی بھائی اسکول سے گھر لائے وہ مجھے اور پہلی بار تو نہیں لائے ہیں نہ"

ضامن کا لہجہ ذرا اور سخت ہوا۔

تم چھوٹی ہو فری، اس سے دور رہو۔۔۔"

فری کے اندر جیسے کچھ ٹوٹنے سالگا۔

اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بس اتنا کہا۔

"کبھی مجھے سمجھنے کی بھی کوشش کی ہے بھائی؟"

خاموشی چھا گئی۔

ضامن نے پلٹ کر منہ موڑ لیا، اور فری آہستہ آہستہ اندر چلی گئی دل میں ایک اور زخم لیے۔ فری خاموشی سے اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس کے چہرے پر گہری اداسی تھی، آنکھیں نم تھیں۔ وہ دھیرے سے دروازہ بند کر کے بیڈ پر بیٹھ گئی اور چند لمحوں بعد آنسو اُس کی پلکوں سے پھلکنے لگے۔ اُس نے اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اور دھیمی آواز میں رونے لگی۔

دروازہ آہستہ سے کھلا۔ نورم اندر آئی، اُس کے چہرے پر فکر مندی تھی۔

نورم نے آہستگی سے پکارا۔ "فری...؟"

فری نے چونک کر سر اٹھایا، جلدی سے آنسو پونچھے اور منہ دوسری طرف کر لیا۔

نورم اُس کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ اُس نے نرمی سے فری کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

اُس کا لہجہ ماں جیسا نرم اور دلگیر تھا۔ "کیا ہوا ہے؟ رو کیوں رہی ہو؟"

"بھائی نے کے ملازموں سامنے ڈانٹا... صرف اس لیے کہ ماہر مجھے اسکول سے چھوڑنے آئے تھے۔" فری نے لب کاٹے، پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی،

نورم نے ایک گہری سانس لی، جیسے اُسے کچھ سمجھنے میں وقت لگا ہو۔ اُس نے فری کی تھوڑی تمام کر اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"ضامن تم سے محبت کرتا ہے، فری۔ بس وہ کبھی کبھی اپنی حفاظت کرنے والی فطرت میں شدت لے آتا ہے۔"

"لیکن میں کوئی چھوٹی بچی نہیں ہوں کہ ہر بار میری آزادی پر پابندی لگادی جائے۔" فری نے سر جھکا کر آہستہ سے کہا،

"یہی تو تمہاری عمر کا حسن ہے... تھوڑی ضد، تھوڑا حق، تھوڑا سا خواب۔ اور ہاں... تھوڑا سا دل ٹوٹنے کا ڈر بھی۔" نورم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اُس کے بال سہلائے،

فری نے بے اختیار نورم سے لپٹ کر رونا شروع کر دیا۔ نورم نے اُسے گلے لگالیا اور آہستہ آہستہ اُس کی پیٹھ سہلاتی رہی۔

"رو لو فری... کبھی کبھی آنسو بھی دل کا بوجھ ہا کا کر دیتے ہیں۔"

کمرے میں ہلکی مدھم مدھم روشنی جل رہی تھی۔ دیوار پر لٹکی گھڑی کی ٹیک ٹیک خاموشی میں اور نمایاں ہو گئی تھی۔ ضامن لکڑی کی کرسی پر بیٹھا، کنبی میز پر ٹکائے، گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اُس کے سامنے کتاب کھلی تھی، مگر نظر اُس کے ذہن میں چلتی ہوئی الجھنوں پر تھی۔

دروازہ دھیرے سے کھلا۔ نورم اندر داخل ہوئی، ہاتھ میں کافی کا کپ تھا۔

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "بڑے غصے میں لگ رہے ہو، جناب۔ کافی پی لو، شاید کچھ سکون آجائے،"

ضامن نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، ایک لمحہ خاموش رہا، پھر آہستہ سے مسکرا دیا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں غصے میں ہوں؟"

تمہارے چہرے پر جب وہ مخصوص تین لکیریں آجاتی ہیں، تو سمجھ جاتی ہوں کہ کچھ نہ کچھ تو "نورم نے کرسی کھینچی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی، کافی کا کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی، "نورم نے کیا ہے۔"

"بس... وہ آج ماہر کے ساتھ اسکول سے واپس آئی۔ مجھے بُرا لگا۔ شاید حد سے زیادہ بُرا۔" ضامن نے کپ لیا، ایک گہرا سانس لیا اور بولا،

"تم تو بھائی کم، خفیہ ادارے کے افسر زیادہ لگتے ہو۔" نورم ہلکا سا ہنسی،

"سنجیدہ بات کر رہا ہوں، اور تم مذاق بنا رہی ہو؟" ضامن نے مصنوعی ناراضی سے کہا،

"نہیں، مذاق نہیں... بس یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ فری اب بچی نہیں رہی، اس کی بھی کچھ سوچ ہے، کچھ خواہشات ہیں۔ تم اس پر اپنی مرضی مت تھوپو، صرف اس کے ساتھ چلو۔"

"جانتا ہوں... مگر ڈر لگتا ہے۔ اگر اُسے کسی نے دھوکا دیا تو؟" ضامن نے کافی کا گھونٹ لیا، پھر آہستہ سے بولا،

"تم اس کے بڑے بھائی ہو، سایا بن کے رہو، دیوار بن کے نہیں۔" نورم نے نرمی سے کہا،

"تمہیں ایک بات کہوں؟" ضامن نے سر جھکایا، پھر ہلکے سے بولا،

"کہو۔" نورم نے سر ہلایا،

NOVEL-E-MEHAR

"تم جب سمجھتی ہونا... تو دل چاہتا ہے کوئی مجھے ہر وقت یوں ہی سمجھاتا رہے۔"

"بس یہی انداز رکھو... فری کو بھی ایسے ہی سمجھانا۔ ورنہ وہ بھی تمہیں چیونٹی کہہ دے گی، جیسے تم مجھے چھپکلی کہتے ہو۔" نورم ہنس پڑی،

"ارے وہ تو تم ہو، چپ چاپ دیوار پر چڑھ جاتی ہو، کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی۔" ضامن نے قہقہہ لگایا،

"اور تم... بد تمیز! میں تم سے ساڑھے چار سال بڑی ہوں، ادب سے بات کیا کرو۔" نورم نے آنکھیں دکھائیں،

"!...! جی آپانور" ضامن نے مسکرا کر سر جھکایا،

نورم نے کافی کا خالی کپ اٹھایا اور مسکراتے ہوئے باہر نکل گئی۔ کمرے میں اب صرف ضامن اور اس کے خیال باقی تھے اور ان خیالات میں فری کے آنسو، نورم کی نرمی، اور خود اس کی خاموش پشیمانی سب شامل تھے۔

صبح کی روشنی لاہور کے آسمان پر پھیل چکی تھی۔ میواہسپتال کی عمارت کے سامنے گاڑیاں، ایسولینسیس، اور لوگوں کی چہل پہل عام دنوں جیسی تھی۔ مگر آج کیف کا دل کچھ الگ دھڑک رہا تھا آج اُس کی ملازمت کا پہلا دن تھا، ایک نئے سفر کا آغاز۔

وہ سفید کوٹ پہنے ہسپتال کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اُسے اپنے اندر عجیب سا ولولہ محسوس ہو رہا تھا۔ ہاتھ میں فائل، چہرے پر گھبرائے سکون، مگر آنکھوں میں تلاش ایک نئی شناخت کی تلاش۔

دروازے پر نام کی تختی لگی تھی: ڈاکٹر منیر حسین سینئر کنسلٹنٹ

کیف نے آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا۔

اندر سے بھاری آواز آئی۔ "آئیے، آئیے"

کمرے میں داخل ہوتے ہی کیف نے ایک شفیق چہرے والے، عمر رسیدہ ڈاکٹر کو دیکھا، جو فائلوں میں مصروف تھا۔

"السلام علیکم، میں ڈاکٹر کیف... آج میرا پہلا دن ہے۔"

ڈاکٹر منیر نے فائل نرس کو تھما کر کیف کی طرف دیکھا، جب اُن کی نظر اچانک کیف کے چہرے پر ٹھہر گئی، جیسے ماضی کی کوئی دھند صاف ہو رہی ہو۔

اُن کی آواز میں ایک پُر یقین سا سوال تھا۔ "تم... رضا کے بیٹے ہو، نا؟"

"نہیں سر، رضامیرے چچا ہیں۔ میں احمد شاہ کا بیٹا ہوں۔" کیف نے فوراً سر ہلایا،

"اچھا، اچھا... اور فاطمہ کیسی ہیں؟" ڈاکٹر منیر کا چہرہ ایک لمحے کو خالی سا ہو گیا۔

"کون فاطمہ؟" کیف نے ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے پوچھا،

"... تمہاری چچی" ڈاکٹر منیر نے چونک کر کہا،

"میری چچی کا نام رابعہ ہے، سر۔ فاطمہ نام کی تو کوئی چچی نہیں ہمارے گھر میں۔" کیف نے فوراً جواب دیا،

ڈاکٹر منیر کی آنکھوں میں حیرت کی لہر دوڑ گئی۔ وہ کچھ لمحے خاموش رہے، جیسے اندر کچھ جوڑنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

کیف بھی اُس بدلتے تاثرات کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اُس کے دل میں پہلی بار ایک انجان سا شک سا انگڑائی لینے لگا۔

اُس نے آہستہ سے پوچھا۔ "کیا ہوا، سر؟"

"کچھ نہیں... بس یونہی پرانے نام یاد آگئے۔ تم جاؤ، کمرہ نمبر سات میں تمہاری ڈیوٹی شروع ہے۔" ڈاکٹر منیر نے چونک کر نظریں ہٹائیں اور کہا،

ازلان۔۔۔۔۔۔ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ، (وعلیکم السلام، آپی۔)

سب خیریت؟ پڑھ رہی ہیں یا سوچوں میں کھوئی ہوئی ہیں؟

(نورم، ذرا چونک کر۔۔۔۔۔۔) تمہیں کیسے پتا؟

(ازلان، ہلکی خاموشی کے بعد۔۔۔۔۔۔)

بس... آپ کی آواز سے لگ رہا ہے۔

ویسے ایک بات کہنی تھی... سچ کہوں؟

(نورم۔۔۔۔۔۔ سیدھی ہو کر بیٹھتے ہوئے،)

کہو، کیا بات ہے؟

(ازلان، ہلکے وقفے کے بعد۔۔۔۔۔۔)

وہ... آپ کی کزن ہے نا... حرین۔ نیلی آنکھوں والی۔

(نورم، اب چہرے پر ایک ہلکی سنجیدگی لائے بولی۔۔۔۔۔۔)

ہاں، کیا ہوا اُسے؟

(ازلان، نرمی سے، آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے۔۔۔۔۔۔)

اُسے دیکھا تھا اُس دن، آپ کے گھر کی پارٹی میں۔

بس... وہ کچھ خاص سی لگی۔

پتہ نہیں، اُس کی آنکھوں میں کچھ عجیب سی گہرائی تھی... جیسے خاموشی میں بھی بہت کچھ کہہ جائے۔

میں اُسے جاننا چاہتا ہوں، آپ کے ذریعے... شاید نمبر... یا کم از کم اجازت؟

(نورم، ایک پل کو خاموش رہ کر۔۔۔۔۔۔)

ازلان... تم جانتے ہونا وہ کیسی ہے؟



NOVEL-E-MEHAR

بہت حساس، بہت الگ۔ وہ ہر کسی سے بات نہیں کرتی۔

(ازلان، نظریں جھکائے ہوئے۔۔۔۔)

میں ہر کوئی نہیں ہوں، آپنی۔

میری نیت سچ ہے۔

آپ ہماری بہن جیسی ہیں، اگر آپ کو لگا کہ میں غلط ہوں، تو کبھی دوبارہ نام نہیں لوں گا۔

(نورم، آہستہ سے مسکرائی، مگر اب بھی سنجیدہ۔۔۔۔)

دل سے بات کر رہے ہو، اس لیے روک نہیں رہی۔

لیکن حرمین تک پہنچنے کے لیے صبر، خلوص، اور دھیمے لہجے کی ضرورت ہے۔

ایسا کچھ ہوا تو... پہلے اسے بتاؤں گی، پھر سوچوں گی۔

(ازلان، سر ہلکا سا جھکا کر۔۔۔)

شکریہ... بس یہی کافی ہے۔



NOVEL-E-MEHAR

ڈرائنگ روم کی نرم روشنیوں میں شام ایک سکون بھرا احساس دیتی تھی۔ صوفے پر ضامن نیم دراز انداز میں بیٹھا تھا، نورم اس کے ساتھ والی کرسی پر، قدرے جھکی ہوئی، ضامن سے کوئی بات پوچھ رہی تھی۔ ان دونوں کی ہلکی پھلکی باتوں میں ایک ایسی سمجھ داری اور بے تکلفی تھی جو صرف پرانے اور گہرے دوستوں کے بیچ ہی ہوتی ہے۔

فری ایک طرف بیٹھی اپنے موبائل میں کھوئی ہوئی تھی، کبھی مسکرا دیتی، کبھی اپنی ہنسی دبانے کی کوشش کرتی۔

اسی اثنا میں کیف اندر آیا، سفید شلوار قمیض، ہلکی سی شیو، تھکا مگر پھر بھی پرکشش۔ اس کے آتے ہی ضامن نے گرجو شی سے کہا۔

"جہانی! آج کچھ جلدی چھوٹ گئے؟"

"ہاں، آج سینئر زنے کچھ رعایت دے دی، کل رات کی شفٹ کے بعد شاید انہیں رحم آگیا۔" کیف نے مسکرا کر جواب دیا،

"چائے لاؤں آپ کے لیے؟" نورم نرمی سے بولی،

کیف نے اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں ہلکی سی حیرت اور خوشی ایک ساتھ پھلکی۔

"اگر تمہارے ہاتھ کی ہو تو ضرور۔"

اتنے میں پیچھے سے ثناء بھی اندر آئی۔ نفاست سے تیار، نگاہ سیدھی کیف پر جا کر ٹھہری۔

"ارے کیف! لگتا ہے اسپتال کا تھکاؤ بھرا دن بھی آپ کی شخصیت کو متاثر نہیں کر سکا۔"

"بس سب اللہ کا کرم ہے۔" کیف نے شائستگی سے جواب دیا،

ثناء نے مسکرا کر بیٹھنے کی جگہ سنبھالی، لیکن اندر ہی اندر ایک ہلکی سی خفگی ابھری جب اس نے کیف کی نگاہ نورم اور ضامن کے بیچ لپکتی دیکھی۔

ابھی وہ لمحہ مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ انا بیہ اندر آئی۔ کتابوں کا ایک پلندہ ہاتھ میں، چہرے پر ہمہ وقت کی شرارتی سی مسکراہٹ، اور نظر سیدھی ضامن پر۔

"ضامن! آپ کو پتہ ہے گل میرا بائیو لوجی کا پیپر ہے کیا آپ مجھے پڑھا دو گے؟"

اچھا آ جاؤ۔ ضامن سیدھا ہوتے بولا۔۔۔

انا بیہ پاس آ کر ضامن کے قریب بیٹھ گئی۔

کیف یہ سب دیکھ رہا تھا۔ نورم کی ہنسی، ضامن کا بے ساختہ انداز، اور انا بیہ کی بے جا داخلتیں۔ وہ سب کے درمیان بیٹھا تھا مگر جیسے دل کسی اور سمت چل پڑا ہو۔ ایک ہل کے لیے، جب نورم نے ضامن کی طرف دیکھ کر مسکرا کر کچھ کہا، تو کیف کے دل میں کوئی نرم ساختیاں، کوئی ہلکی سی چہین سی اٹھی۔ وہ لمحہ گزرا، مگر کیف کی سوچ وہاں تھم گئی۔

... وہ حیران سا ہوا، جیسے خود سے سوال کر رہا ہو

NOVEL-E-MEHAR

"یہ کیا احساس ہے؟"

اندرونی راہداری میں خاموش قدموں سے چلتا ہوا کیف لان کی جانب آ نکلا۔ آج اس کی ڈیوٹی کا دو سہرا دن تھا، اور وہ تھکن کے باوجود کچھ سکون کے لمحات کی تلاش میں صحن میں آیا تھا۔

... مگر لان میں قدم رکھتے ہی اس کی نظر ضامن اور نورم پر پڑی دونوں ایک دوسرے کی قربت میں، ایک معصوم سی شرارت، ایک خاص سلسل، وہ ہنسی، وہ بے تکلفی

کیف رک گیا۔

وہ دیوار کے قریب ایک ستون کے سائے میں کھڑا رہا۔ دور سے ان دونوں کو دیکھتا رہا۔ نورم کی ہنسی کی آواز ہوا میں تیرتی ہوئی اس کے دل تک پہنچی۔ ضامن کا انداز، نرم لہجہ، وہ انداز جو وہ اکثر اپنے چھوٹے بھائی کے لیے مخصوص کرتا تھا مگر آج اس میں کچھ اور تھا۔

نورم، جسے وہ ہمیشہ ایک معصوم، پیاری، خاموش سی لڑکی جانتا آیا تھا... آج ضامن کے سامنے مختلف دکھ رہی تھی۔ شوخ، چمکتی، ہنستی، جیسے اُس لمحے کے ہر رنگ میں ڈوب گئی ہو۔

کیف کی سانس جیسے ایک لمحے کو رک سی گئی۔

"یہ کیا ہے؟ یہ بے چینی کیوں ہے؟"

اس نے خود سے سوال کیا، مگر جواب خاموش تھا۔ جیسے دل کے کسی کونے میں کوئی پردہ آہستہ آہستہ سرک رہا ہو، اور اس کے پیچھے چھپی کوئی بات سامنے آنے کو ہو مگر ابھی نہیں۔

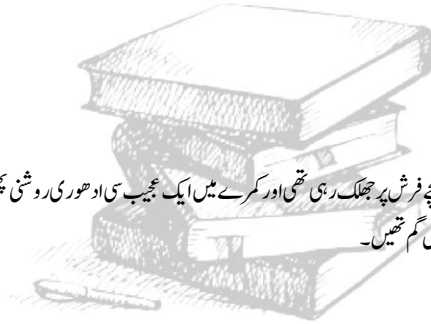
... وہ لمحہ بس یونہی گزرا۔ نورم اندر چلی گئی، ضامن نے چائے کا گھونٹ لیا، اور کیف وہیں کھڑا رہا

چہرے پر وہی سنجیدگی، مگر نگاہوں میں ہلکی سی اداسی... اور دل میں ایک انجانے سوال کی گونج۔

"کیا مجھے اس منظر سے خوش ہونا چاہیے تھا؟ یا کچھ کھو جانے کا احساس ہو رہا ہے؟"

... وہ آہستہ سے پلٹا، اور بنا کوئی آہٹ پیدا کیے واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا

جہاں وہ رات، پھر ایک اور سوچوں بھری رات بننے والی تھی۔



کمرے کی کھڑکی کھلی تھی۔ باہر ہلکی سی ہوا چل رہی تھی۔ چاندنی نیچے فرش پر جھلک رہی تھی اور کمرے میں ایک عجیب سی ادھوری روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ کیف بیڈ پر بیٹھا چھت کو تک رہا تھا۔ ہاتھوں میں چائے کا خالی کپ تھا، مگر اس کی نظریں کسی اور جہاں میں گم تھیں۔

"کیا تھا وہ؟ وہ منظر... ضامن اور نورم؟"

اس کا دل کسی انجانے الجھن میں الجھتا جا رہا تھا۔ وہ ضامن سے چھ سال بڑا تھا اس کا چھوٹا بھائی، اس کی زندگی کا سب سے عزیز انسان۔ اور نورم؟ وہ تو ہمیشہ ایک پیاری سی بچی کی طرح تھی، جسے وہ چھیڑتا، جس کی خاموشی پر مسکراتا، جو اس کے لیے ہمیشہ... ہمیشہ معصوم رہی۔

مگر آج؟ آج کچھ بدلا تھا۔

"یہ کیوں محسوس ہوا جیسے کوئی اپنا... کسی اور کا ہو گیا ہو؟"

اسے اپنا دل بوجھل سا لگا۔ جیسے کسی نے نرمی سے، بہت خاموشی سے، اس کے دل سے کچھ چھین لیا ہو۔ ضامن کی آنکھوں میں وہ چمک، نورم کے لبوں پر وہ ہنسی... اور وہ لمحہ جب دونوں کی نظریں ملی تھیں... وہ منظر کسی فلم کے فریم کی طرح کیف کی آنکھوں میں چمک سا گیا تھا۔

"کیا یہ حسد ہے؟ کیا میں واقعی...؟"

اس نے فوراً سر جھٹکا۔

"نہیں... یہ تو ناممکن ہے۔ وہ میرا بھائی ہے... اور وہ... نورم... وہ تو بس نورم ہے نا؟"

مگر دل ماننے کو تیار نہیں تھا۔ کچھ تھا جو بدل رہا تھا شاید وہ خود۔

وہ اٹھا، کھڑکی کے پاس آیا، باہر چاند کی روشنی میں بیٹھی ہوئی رات کو دیکھا۔ ایک آہ بے ساختہ لبوں سے نکلی۔

"...دل میں جو سوال ہیں، ان کے جواب وقت ہی دے سکتا ہے"

وہ پلٹا، کمرے کی خاموشی میں ایک بار پھر گم ہو گیا۔

حویلی کی دو پہر کچھ زیادہ ہی خاموش لگ رہی تھی۔ کمرے، راہداریاں، اور صحن سب جیسے سورج کی نرمی میں تھکے تھکے سے ہو گئے تھے۔ کیف اور ضامن دونوں اپنے کاموں میں مصروف تھے، احمد شاہ اور رضا شاہ دفتر جا چکے تھے۔ ایسے میں حویلی کے بڑے کمروں میں صرف چند سائے رہ گئے تھے جن میں سے ایک نورم تھی، اور دوسرا صارم۔

نورم دبے قدموں چلتی ہوئی لاؤنج کے کنارے پہنچتی ہے، جہاں صارم سفید کرتا پہنے صوفے پر بیٹھا کسی کتاب میں غرق تھا۔ وہ لمبے بھر کور کی، اپنے دوپٹے کو درست کیا، اور پھر ہلکے لہجے میں کہا۔

صارم... وہ کیف بھائی اور ضامن گھر پر نہیں ہیں، اور مجھے ماموں کے ہاں جانا ہے... کیا تم مجھے چھوڑ آؤ گے؟

اس کے لہجے میں ایک انجانائی بھجک تھی، جیسے اسے ڈر ہو کہ پچھو کہیں قریب نہ ہوں۔ آنکھوں میں معصوم سا ڈر بھی تھا، جیسے وہ انکار سے پہلے سے ہی اداس ہو گئی ہو۔

صارم نے نظریں اٹھائیں۔ ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر حیرت سی چھائی، پھر اس نے کتاب بند کی اور نرمی سے کہا۔

چلو، تیار ہو جاؤ۔

NOVEL-E-MEHAR

نورم نے تھوڑا سا سر ہلایا، اور وہ جلدی سے کمرے میں واپس چلی گئی۔ دس منٹ بعد دونوں حویلی کے دروازے سے نکل رہے تھے۔ نورم کی نظریں بار بار پلٹ کر پیچھے دیکھ رہی تھیں، شاید اس خوف سے کہ کہیں نورین یا ثناء دیکھ نہ لیں۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی دروازہ بند ہوا، اور سکوت طاری ہو گیا۔ راستے میں دھوپ چھاؤں کا کھیل جاری تھا، درخت کی شاخیں سڑک پر جھک رہی تھیں، اور ہوائیں سرگوشیاں کر رہی تھی۔

تم ہمیشہ اتنے چپ کیوں رہتے ہو؟

نورم نے خاموشی توڑتے ہوئے کہا۔

بس... نیچر ہے میری۔ کم بولتا ہوں، بس دیکھتا ہوں۔

صارم نے تھوڑا سا مسکرا کر سامنے دیکھا اور بولا۔

نورم ہلکے سے ہنسی، ایک ایسی ہنسی جس میں بے ساختگی تھی، نرمی تھی، اور کچھ ایسی بات جو سیدھی دل میں اتر جائے۔

صارم نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بہت سادہ لگ رہی تھی، جیسے کچھ کہے بغیر بھی بہت کچھ کہہ گئی ہو۔ دل نے بولے سے کہا۔ امی جسے اسے سمجھنے سے قاصر رہیں... وہ تو کتنی مختلف ہے۔"

کچھ دیر بعد گاڑی ایک سنیڈ گیٹ کے سامنے رکی۔ مصطفیٰ ماموں کا گھر پرانے طرز کا، مگر محبت سے لبریز۔ دروازہ کھلا، شیرین مامی نے نورم کو دیکھ کر خوش دلی سے خوش آمدید کہا۔ نورم نے مسکرا کر انہیں گلے لگایا۔

آئی، آئیے اندر... پیچھے سے حرین کی دھیمی آواز آئی۔ وہ خاموشی سے کھڑی تھی، شرمیلی سی، کم گو، جیسے سب سے الگ ہو۔

اچانک ایک دروازہ کھلا اور حور یا باہر نکلی۔ جیسے ہی نگاہیں ملی، حور یا اور صارم آنے سے سامنے آگئے۔ لمبے بھر کو وقت رک سا گیا۔ پہلی ملاقات کی تلخیاں دونوں کی نگاہوں میں چمک گئیں۔

آپ؟ حور یا نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

جی، نورم کو چھوڑنے آیا ہوں۔ صارم نے اتنے ہی سرد انداز میں جواب دیا۔

نورم نے محسوس کیا کہ فضا کچھ کھینچ گئی ہے، مگر وہ خاموش رہی۔ حور یا پلٹ گئی، اور صارم نے بھی نظریں ہٹائیں۔ حرین اب بھی ایک کونے میں کھڑی، نظریں جھکائے، خاموشی سے سب دیکھ رہی تھی۔

اور یوں... ایک اور باب لکھا گیا ان کی باتوں کا۔

کمرہ ایک مخصوص گھر بلو سکون سے بھر اہوا تھا۔ دیوار پر لگی گھڑی کی ٹک اور باہر سے آتی ہوا کی سرسراہٹ ماحول میں نرمی گھول رہی تھی۔ شیرین مامی نے نورم کے لیے چائے اور بسکٹ کا اہتمام کر رکھا تھا، اور ساتھ ہی ہوریہ اور حرین بھی پاس ہی بیٹھیں خوش دلی سے باتوں میں مصروف تھیں۔

آئی! ان کو کوئی نہ؟ حرین نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

ابھی نہیں، بس جب تک حور یا والے نکال نہ دیں۔ نورم نے شوخی سے کہا تو سب ہنس دیں۔

بہنی کے دوران بھی حور یا کا دھیان بار بار ایک ہی طرف کھینچ رہا تھا صوفے کے دوسرے سرے پر بیٹھے خاموش، سنجیدہ، اور پُرکشش سراپے والے صارم کی طرف۔ وہ سفید کُرتے میں بیٹھا، چپ چاپ سب کی باتیں سن رہا تھا، لیکن آنکھیں کچھ اور کہہ رہی تھیں۔ چائے کا کپ اس کے ہاتھ میں تھا، مگر اس کی نظریں دور کہیں الجھی ہوئیں۔

حور یا کی نظریں بار بار اس پر جاتیں، پھر وہ جلدی سے نظریں چرائیتی، جیسے خود کو پکڑے جانے سے بچا رہی ہو۔ لیکن صارم... وہ اس سب کو نوٹ کر رہا تھا۔ اس کی نظریں حور یا پر نہیں تھیں، مگر دل میں جیسے ہر لمحے کا حساب لکھا جا رہا تھا۔ ایک عجیب سی کشش تھی، ایک خاموش سا اعتراف جو لفظوں میں نہیں، نظروں میں لکھا جا رہا تھا۔

نورم اور شیرین کی باتوں کے دوران، حور یا کی انگلیاں لاشعوری طور پر اپنے دوپٹے کے پلو سے کھیلنے لگیں، کبھی چائے کی بیالی کو بار بار پکڑ کر رکھتیں۔ یہ ساری گھبراہٹ، یہ بے چینی، صارم سے چھپی نہ رہ سکی۔ اس نے نظر اٹھا کر ایک بار اس کی طرف دیکھا۔ سیدھی نگاہ، گہری، خاموش۔ حور یا نے چونک کر نظریں جھکا لیں۔

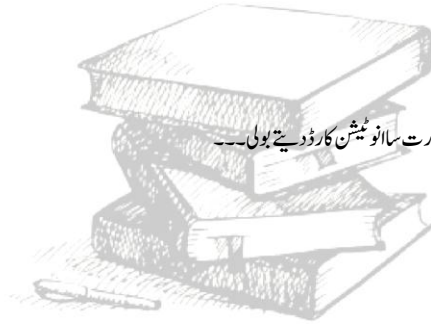
تم کچھ نہیں بولتے؟ شیرین نے مسکرا کر صارم سے کہا۔

سنابے آپ بہت کم گو ہو، ویسے خاموش لوگ خطرناک ہوتے ہیں۔ حوریا نے چنگلی لی، مگر اس کے لہجے میں شوخی کم، جھجک زیادہ تھی۔
صارم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں موڑ لیں۔

خاموشی ہمیشہ خطرناک نہیں ہوتی... بعض اوقات بس لفظوں کی جگہ نظریں کام کرتی ہیں۔

کمرے میں ایک لمبے کے لیے خاموشی چھا گئی۔ حوریا کا چہرہ ہل بھر کولال سا ہو گیا، اور حرمین کے لبوں پر مدہم سی مسکراہٹ آگئی۔
نورم نے حیرت سے دونوں کی طرف دیکھا، مگر کچھ نہ کہا۔ شیرین مائی بھی جیسے سب سمجھ رہی تھیں، مگر وہ اپنی چائے میں مصروف ہو گئیں۔

مہمانداری کی رسم پوری ہو چکی تھی۔ شیرین مائی بکن کی طرف چلی گئیں، حرمین نورم کے ساتھ کسی پرانی بات پر ہنس رہی تھی، اور حوریا ایک بار پھر چپکے سے صوفے کے کونے میں جا بیٹھی۔
اس کے قریب ہی صارم بیٹھا تھا، اپنے فون کی سکرین پر نگاہیں جمائے، مگر دل کہیں اور تھا۔



مائی پر سوں ضامن کی سالگرہ ہے۔ سب نے انا ہے لازمی۔۔۔

نورم ایک ہاتھ میں موجود فروزی اور سفید رنگ پر مشتمل وہ خوبصورت سا انوٹیشن کارڈ دیتے ہوئی۔۔۔

بالکل ضرور سب آئیں گیں۔۔۔۔

شیرین نے کارڈ لپتے نورم سے کہا۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

حوریا نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

کچھ لمبے یوں ہی گزرے، پھر اس نے تھوڑے سخت لہجے میں کہا،

آپ ہمیشہ ایسے ہی خاموش رہتے ہیں یا بس جب میں آس پاس ہوں؟

صارم نے آہستہ سے سر اٹھایا، نظریں اس پر ڈالیں۔

آپ کے آس پاس ہونے کا اندازہ تھا ہی نہیں۔ آپ تو خود ہی اتنی آواز کرتی ہیں کہ خاموشی محسوس ہی نہیں ہوتی۔

حوریا کے ماتھے پر ہلکی سی شکن ابھری۔

تو پھر... آپ کو میری آواز سے الجھن ہے؟

صارم نے ایک ہل خاموشی اختیار کی، جیسے الفاظ چن رہا ہو۔

نہیں، الجھن نہیں۔ بس فرق ہے... کچھ لوگ لفظوں میں بولتے ہیں، اور کچھ... صرف دیکھ کر سب کہہ جاتے ہیں۔

حوریا کا دل زور سے دھڑکا۔ وہ کچھ لمحے تک چپ رہی، پھر مصنوعی شوخی سے بولی۔

کتا بوں والے فلسفے ہر وقت کام نہیں آتے۔

Mr. Silent!"

صارم ہلکے سے مسکرایا پہلی بار اس کی مسکراہٹ حوریا نے دیکھی، اور پل بھر کو کچھ بھول گئی۔ وہی مسکراہٹ... سنجیدگی کی تہہ میں چچی کوئی نرم چمک، جیسے کسی پتھر کے نیچے دبی چھوٹی سی روشنی۔

کو تو شاید ہر بات سیدھی بھی نہیں لگتی۔ Miss Attitude اور

حوریا نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے، ہونٹ بھینچ کر سر ہلایا جیسے کہہ رہی ہو، ہم دیکھ لیں گے۔

مگر اندر کہیں دل ایک عجیب سی گھبراہٹ سے بھرا تھا۔ ایک چپ جو بے چینی پیدا کر رہی تھی، اور ایک نظریں... جو دل کے آئینے میں جھانکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

حوریا بدستور بیٹھی تھی، مگر اب اس کی نظریں تاریکی میں کچھ تلاشنے لگی تھیں۔

وہ لڑکا... اس کے دل نے سرگوشی کی، عجیب سا ہے۔ نہ زیادہ بولتا ہے، نہ کھویا کھویا لگتا ہے... بس جیسے ہر بات کو بس دیکھ رہا ہو، ہر بات کو اندر جذب کرتا ہو، پر کچھ کہتا نہیں۔

اس کے دل میں ایک لمحے کے لیے اس دوپہر کی جھلک آئی جب صارم خاموش بیٹھا تھا، اور اس کی آنکھیں جانے کیوں بار بار اس پر ٹھہر جاتی تھیں۔

کیا میں اسے بار بار دیکھ رہی تھی؟ یا وہ بار بار نظر آ رہا تھا؟

حوریا نے تھوڑا سا خود سے شرمندہ ہو کر نظریں پھیر لیں، جیسے وہ خود اپنی سوچوں سے نظریں پڑا رہی ہو۔

اس کی آنکھوں میں کچھ تھا... جیسے اندر بہت کچھ ہو، پر وہ سب کچھ کہنے سے ڈرتا ہو۔

ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آئی، بے اختیار، انجان سی۔

... عجیب لڑکا ہے، پر شاید کچھ حد سے زیادہ سچا سا

چاندنی اب اس کے چہرے کو چوم رہی تھی، اور اس کے دل میں ایک انجان سا جذبہ آہستہ آہستہ جنم لے رہا تھا... جیسے کوئی کتاب کا پہلا صفحہ کھل رہا ہو، اور وہ خود حیرت میں ہو کہ آگے کیا لکھا ہے۔

اذلان اور ماہر اقصیٰ نورم اور فری کے ساتھ ناٹم گزارتے تھے پھر جب سے ماہر ٹریننگ پر گیا تھا اذلان اور بھی اکیلا ہو گیا تھا اس لیے وہ اب آئے دن یہاں ہی پایا جاتا تھا جی اذلان لان میں بیٹھا اپنے موبائل پر کچھ لکھ رہا تھا، جب نورم سامنے سے آتی نظر آئی۔ وہ اسے دیکھ کر جلدی سے سیدھا ہو بیٹھا۔

سنیں نورم آپنی۔ اس نے آہستہ آواز میں پکارا۔

نورم نے ٹک کر حیرت سے دیکھا، ہاں؟

اذلان تھوڑا سا جھجکا، پھر بولا، وہ... میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، اگر براندہ نہیں۔

نورم نے نرمی سے سر ہلایا، پوچھو، کیا بات ہے؟

اذلان نے ایک گہرا سانس لیا، جیسے خود کو سنبھال رہا ہو، حرمین کا نمبر مل سکتا ہے؟ میں... بس تھوڑی بات کرنا چاہتا ہوں اُس سے۔ مجھے وہ... بہت اچھی لگتی ہے۔

اچھی لگتی ہے؟ "نورم نے چونک کر اسے دیکھا، پھر آنکھوں میں ہلکی سی شرارت اتر آئی، مگر انداز سنجیدہ ہی رکھا،

ہاں... مطلب، وہ الگ سی ہے۔ باقی سب لڑکیوں جیسی نہیں۔ خاموش سی، معصوم سی۔ پہلی بار جب ملی تھی، تب سے دل میں ایک خلش سی ہے۔" اذلان نے نظریں چرائیں،

... نورم نے گہری سانس لی، میں تمہیں نمبر تو ابھی نہیں دے سکتی۔ لیکن

اذلان کی نظریں فوراً امید سے بھریں، لیکن؟

"پرسوں ضامن کی سالگرہ ہے۔ سب کو بلا یا جا رہا ہے۔ حرمین اور حور یا بھی آئیں گی۔ تم آجانا۔ ملاقات بھی ہو جائے گی، اور شاید تم اپنی بات خود کر سکو۔" نورم مسکرائی،

"واقعی؟" اذلان کی آنکھوں میں چمک آگئی،

نورم نے ہنستے ہوئے سر ہلایا، ہاں، لیکن ایک شرط ہے... تمہیں یہو کرنا ہوگا۔

وعدہ، پوری عزت سے ملوں گا۔ شکریہ نورم آپنی، آپ بیٹھ ہو۔" اذلان قہقہہ مار کر ہنسا،

نورم مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئی، مگر اس کے چہرے پر سوچ کا رنگ آہستہ آہستہ گہرا ہوتا گیا۔

حویلی کا ماحول کچھ الگ ہی چمک رہا تھا۔ شام ڈھلنے سے پہلے ہی ڈرائنگ روم، لان اور کچن سب کچھ مصروف ہو چکا تھا۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔ رابا بیگم اپنی مخصوص نرمی اور دھیمپا پن لیے کچن میں موجود تھیں، جہاں خواتین کھانے پینے کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ نورم نے نیک کا آڈر پہلے ہی دے دیا تھا ضامن کی پسندیدہ چاکلیٹ فلیور کے ساتھ۔

نورم، ایک ہلکے نیلے رنگ کے لباس میں، گھر کی سجاوٹ میں لگی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خاص چمک تھی جو وہ خود سمجھ نہیں پارتی تھی۔ وہ ہر چیز مکمل کرنا چاہتی تھی، کیونکہ یہ موقع عام نہیں تھا۔ ضامن کی سالگرہ پہلی بار اتنے خاص طریقے سے منائی جا رہی تھی۔

آپنی تو حالت براؤنڈل کی ہو گئی "نورم مسلسل سب کو ہدایات دے رہی تھی۔ فری نے ہنستے ہوئے کہا، "تھوڑا اور نیچے لٹکاؤ۔ fairy lights یہ غبارے تھوڑے دائیں کردو، وہ" ہے۔

"ایسی باتیں نہ کرو، کام کرنے دو" نورم نے مسکراتے ہوئے فری کو گھورا،

تنبھی حویلی کے مین گیٹ پر گاڑیوں کی آواز آئی۔

فری نے خوشی سے کہا۔ "ازلان آگیا ہے"

ازلان نے اندر آتے ہی ایک بھر پورا انداز میں سلام کیا، اور فوراً نورم کی طرف دیکھا۔ وہ سرسری سی مسکراہٹ دے کر حرمین اور حوریا کی راہ دیکھنے لگا۔ اس کا دل تیز دھڑکنے لگا، جیسے وہ لمحہ قریب ہو جس کا وہ کئی دنوں سے منتظر تھا۔

پھر ایک اور گاڑی کے رکنے کی آواز آئی۔

مصطفیٰ ماموں اترے، ان کے ساتھ شیریں مائی، اور پیچھے سے حرمین و حوریا۔ دونوں سفید اور گلابی لباس میں کسی پری سے کم نہ لگ رہی تھیں۔ حویلی کی فضا میں جیسے ایک خوبصورت سا واقعہ آ حوریا بھی مسکرا کر گلے ملی۔ "... سلام آپنی" گیا ہو۔ حرمین نظریں بھٹکانے نورم کی طرف بڑھی،

ازلان تھوڑے فاصلے سے کھڑا، بے چینی سے ایک جھلک دیکھنے کو تڑپ رہا تھا۔ اور وہ لمحہ بھی آیا جب حرمین کی نظریں ازلان سے ٹکرائیں... چند ثانیے، مگر دلوں میں ایک پوری کہانی گزر گئی۔

NOVEL-E-MEHAR

دوسری طرف، صامم خاموشی سے بیٹھنا دیکھ رہا تھا۔ تنبی حریہ کی نظریں اُس پر پڑیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، مگر پہچاننے کے بعد بھی وہی خفیف سی سنجیدگی، وہی باقی رہا۔ جیسے پہلی ملاقات کی خفگی ابھی باقی ہو۔ attitude

ایک ملازم کی آواز گونجی۔ سب کی نظریں خوشی سے چمک اٹھیں۔ ضامن اب تک نظر نہیں آ رہا تھا، شاید کیف کے ساتھ کہیں مصروف تھا۔ "سالگرہ کا ایک آگیا ہے"

بس سب کچھ مکمل ہو گیا... اب بس وہ آجائے۔ "نورم نے ایک لمحے کو سانس لی، اور خود سے کہا،

چاندنی رات، چھت پر جھنگاتی لائنس، ہلکی ہلکی ہواؤں میں جھولنے غبارے، اور مہکتے پھولوں کی خوشبو ہر طرف بکھری ہوئی تھی۔ چھت کو رنگ برنگی فیئر لائنس سے سجایا گیا تھا، کونے میں ایک بڑی ٹیبل تھی جس پر سفید اور نیلے رنگ کا تھیم والا خوبصورت کیک رکھا تھا، جس پر

"Happy Birthday Zamin"

سنہری حروف میں لکھا تھا۔

ضامن سفید کرتے اور جینز میں ملبوس تھا۔ اس کے گولڈن سلکی بال کانوں تک آرہے تھے، آنکھیں نیلی، چہرے پر ہلکی سی داری اور ہونٹوں پر ہمیشہ کی طرح وہ ہلکی مسکراہٹ۔ اس کی شخصیت رات کے اندھیرے میں جگنو کی طرح چمک رہی تھی۔

کیف، کالے شلوار قمیص میں، ضامن کے برابر کھڑا تھا۔ اس کی گہری نظریں ضامن پر تھیں جیسے اپنے چھوٹے بھائی پر فخر کر رہا ہو۔ ضامن اسے 'بھائی' کہہ کر بلاتا، اور دونوں کے درمیان وہ خاموش، مضبوط محبت دکھائی دیتی تھی جو لفظوں کی محتاج نہیں تھی۔

نورم، نیلے رنگ کی خوبصورت فراک میں، بالوں کو آدھا کھلا رکھے تھی۔ جب وہ ضامن کے قریب آئی تو ضامن نے اسے دیکھ کر مدہم سا مسکرا کر کہا،

"آج تو بہت خاص لگ رہی ہو۔"

"بس تمہارے دن کی مناسبت سے تیار ہونا پڑا۔" نورم نے پلٹ کر مسکراہٹ روکی،

دور کھڑی اتا بیہ بار بار ضامن اور نورم کے درمیان کی باتوں کو کانٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ضامن! یہ ایک تم نے خود پختا تھا یا نورم آپ نے؟"

"تم کہہ دو تو اگلے سال تمہاری پسند کار کھوادیں۔" نورم نے ہکا ساطنزیہ مسکرا کر جواب دیا،

کیف تھوڑا پیچھے کھڑا، یہ سب دیکھ رہا تھا۔ نورم کی ہنسی، ضامن کے ساتھ اس کی بے ساختگی، جانے کیوں دل میں ایک ہلکی سی کسک سی محسوس ہوئی، جس کا مطلب شاید وہ خود بھی نہ جانتا تھا۔ ادھر از لان، جینز اور جیکٹ میں، اپنے مخصوص شوخ انداز میں چھت پر آیا۔ اس کی نظریں فوراً ہر کسی کو تلاش کرتی ہوئیں جب حرمین پر جا رکیں۔ جو خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھی تھی۔

NOVEL-E-MEHAR

وہ سیدھا نورم کے پاس آیا اور شرارتی لہجے میں بولا،

"آپی... وہ حرمین آئیں ہیں نا؟ بس ایک دو منٹ کی بات کرنی ہے، نمبر دے دیں۔"

"بس... اب تمہیں نمبر ہی چاہیے؟" نورم نے آنکھیں چھوٹی کیں،

"جی... صرف بات کے لیے۔ اچھی لگتی ہیں کتنی بار کہوں۔"

دوسری طرف، حوریا ہاتھ میں پلیٹ لیے سب کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کی نظریں بے اختیار صارم پر پڑی۔ جو خاموشی سے بیٹھا سب کچھ نوٹ کر رہا تھا۔

ان کی نظریں چند لمحے ٹکرائیں۔

حوریا نے نظر چرائی، مگر دل میں ایک آہستہ سا خیال آیا، یہ ہمیشہ اتنا خاموش کیوں رہتا ہے؟ صارم نے اس کی نظریں محسوس کیں، مگر وہ بھی کچھ نہ بولا۔

فری، الگ بیٹھی، خاموشی سے موبائل کی سکرین پر ماہر کی تصویر دیکھ رہی تھی۔

ماہر اس وقت تربیت کے لیے شہر سے باہر تھا۔

نورم آکر اس کے پاس بیٹھی،

"اداس ہو؟"

"بس ایسے ہی... سب جوڑے میں، اور میں اکیلی۔" فری نے سر جھکا کر مسکرایا،

آخر کار ایک کٹنگ کا وقت آیا۔ سب نے مل کر گانا گایا، ضامن نے نیک کاٹا، سب نے تالیاں بجائیں، اور روشنیوں کے درمیان تھپتھپے گونجے۔

پھر، ضامن نے نورم کی طرف ہاتھ بڑھایا،

"چلو، اب تم سے ایک خاص بات کرنی ہے۔"

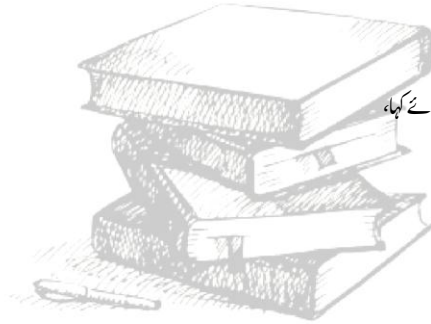
"کیا بات؟" نورم نے حیرت سے پوچھا،

"ابھی نہیں... وقت آنے دو، سب بتاؤں گا۔" ضامن نے ہنستے ہوئے کہا،

"اس کا مطلب؟" نورم نے ذرا شرارت سے کہا،

ضامن نے جھک کر کان میں مدھم آواز میں کہا،

"بس اتنا سمجھ لو... تم، میری ہر خوشی کا سبب ہو۔"



NOVEL-E-MEHAR

ہنسی، خوشبو، اور جگمگاتی روشنیوں سے سچی چھت پر ضامن کی سالگرہ کا جشن پوری آب و تاب سے جاری تھا۔ کیک کٹنے کے بعد سب نے ضامن کو گلے لگا کر دعائیں دیں۔ حرین نے شرماتے ہوئے کہا، "بس پن ہی؟ کم از کم دو لفظی کارڈ تو ہوتا" کہا اور ایک خوبصورت پن اسے گفٹ کیا، جسے وہ خود اپنے ہاتھوں سے تیار کر چکی تھی۔ ازلان نے فوراً چھیڑا، "بیپی برتھ ڈے بھائی" ہوئے

حرین نظریں چراتی مسکرائی، اور ازلان کو وہی خاموشی دکلائی۔

سمرین شاہ نے سب کو چاکلیٹ موس کا کیک کھلایا۔ اور اب سب ادھر ادھر بیٹھے گپ شپ میں مصروف تھے۔

ضامن اور نورم چھت کے کنارے کھڑے شہر کی روشنیوں کو دیکھ رہے تھے۔ نرم ہوا میں نورم کے بال لہرا رہے تھے اور ضامن نے ہولے سے کہا،

"تم ہر منظر کو خوبصورت بنا دیتی ہو، نورم۔"

"بس؟ اور کچھ؟" نورم ہنسی،

"کچھ ہے... جو وقت آنے پر بتاؤں گا۔" ضامن نے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا، "ہاں..."

"پھر وہی راز؟" نورم نے سر جھٹکا،

"ابھی بس تم ساتھ ہو، یہی کافی ہے۔" ضامن نے ہنستے ہوئے رخ موڑا،

دوسری طرف، حرمین تھوڑا الگ کھڑی تھی، ازلان موقع دیکھ کر قریب آیا۔

"اب تو دوسرا موقع بھی مل گیا۔ پہلے بارنی کیو، اب برتھ ڈے۔ لگتا ہے قسمت چاہتی ہے ہم دو بار ملیں۔"

"اور تیسری بار؟" حرمین کی نیلی آنکھیں جھلکیں،

"تیسری بار؟ شاید تب جب تم خود میرا نمبر مانگو گی۔" ازلان نے مسکرا کر کہا،

کرنے کی کوشش میں اکثر ایک ہی جگہ آجاتے۔ avoid کچھ فاصلے پر، حور یا اور صارم ایک دوسرے کو

"پہلے تم راستہ روک رہے تھے، اب باتیں بھی؟" حور یا بولی،

"راستے قدرت بناتی ہے، میں تو بس کھڑا تھا۔" صارم نے تحمل سے کہا،

حور یا نے گہری سانس لی، اور پہلی بار اس کی خاموشی کو محسوس کیا نہ لڑنے کی کوشش، نہ جیتنے کی بس ایک سکون، جو اسے عجیب لگا۔

نورین پھوپھو دور کھڑی تھیں، مگر ان کی آنکھوں میں کچھ بے چینی تھی۔ ثناء بار بار کیف کو دیکھ رہی تھی، لیکن کیف صرف ضامن اور نورم کی طرف متوجہ تھا۔

فری، تھوڑی اداس، موبائل پر ماہر کی تصویر دیکھ رہی تھی۔

شام گہری ہو چکی تھی۔ چھت پر قہقہے اور ہلکی موسیقی کی آوازیں پھیل رہی تھیں، مگر ایک کو نا ایسا بھی تھا جہاں سب کچھ ختم سا گیا تھا۔

نورین پھوپھو خاموشی سے سیز یوں کے پاس کھڑی تھیں، ہاتھوں میں کپکپاتی چائے کی بیالی، نظریں کہیں دور ماضی کی طرف مڑتی ہوئی۔

اسی لمحے، مصطفیٰ ماموں ہلکے قدموں سے ان کے قریب آکر کھڑے ہوئے۔ کچھ نہیں کہا۔ بس آسمان کی طرف دیکھتے رہے۔

نورین نے ایک لمحے کے لیے ان کی طرف دیکھا، جیسے دل میں بہت کچھ ہو مگر لبوں تک آنے کی ہمت نہ ہو۔ مصطفیٰ نے بھی پلٹ کر ایک نظر ڈالی، مگر ان دونوں کے درمیان کوئی لفظ نہ بولا

گیا۔

فضا میں ہلکی ٹھنڈ تھی، اور خاموشی میں ایک انجانا پہچان، ایک ان سنے تعلق کی بازگشت تھی۔

مصطفیٰ نے نرمی سے پوچھا،

"ابھی تک ویسی ہی چائے پیتی ہو؟ بغیر شکر کے؟"

نورین کا دل جیسے ایک دھڑکن کو روک گیا ہو۔ ہلکا سا مسکرائیں، پھر پیالی کی طرف دیکھا اور بس سر ہلا دیا۔

یہ چھوٹا سا مکالمہ، برسوں کی خاموشی کو چھو گیا۔

پاس سے گزرتی شیرین نے دونوں کو ایک ساتھ کھڑا دیکھ کر آنکھوں میں بے یقینی لیے مصطفیٰ کو دیکھا، مگر وہ نظریں چرا کر آگے بڑھ گئے۔

نورین نے ایک بار پھر دوردیکھا۔ شاید وہ لمحہ وہی تھا، جہاں احساس کسی بھولی داستان کی طرح واپس پلٹ آیا تھا۔ لیکن زبان پر اب بھی صرف خاموشی تھی، اور آنکھوں میں، ایک بے آواز
!!چخ

نورین، رابعہ کے کمرے میں سفید دوپٹہ کندھے پر سنبھالے، مسکرا کر بیڈ پر بیٹھی تھی۔ رابعہ سامنے آئینے کے پاس کھڑی بال سنوار رہی تھی۔

نورین نے نظریں گرد گھماتے ہوئے کہا، جیسے یادوں میں کھو گئی ہو۔ "تمہارے کمرے کی خوشبو ہمیشہ ایک جیسی رہتی ہے،"

رابعہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بس تم آ جاؤ، خوشبو خود بخود آ جاتی ہے،"

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ نورین نے گردن موڑی۔

NOVEL-E-MEHAR

مصطفیٰ تھا۔

سفید کرتا، سنجیدہ نظریں، اور وہی چپ۔ جو نورین کے دل کی دھڑکن کو اور تیز کر دیتی تھی۔

مصطفیٰ کی آواز مدہم مگر دل میں اترنے والی تھی۔ "السلام علیکم"

نورین نے نگاہیں جھکا لیں۔ "...و علیکم السلام"

وہ مسکراتی ہوئی باہر چلی گئی۔ "بھائی! ذرا امی بلا رہی ہیں، میں آتی ہوں۔" مصطفیٰ اندر آیا، اور رابعہ نے اسے دیکھتے ہی خوش دلی سے کہا،

اب کمرے میں خاموشی تھی۔

نورین نے نظریں نیچے کیں۔ مصطفیٰ کرسی کھینچ کر بیٹھا، مگر دونوں کے درمیان فاصلہ الفاظ سے نہیں، جذبات سے ناپا جا رہا تھا۔

مصطفیٰ نے آہستگی سے کہا۔ "تم آج بہت... مختلف لگ رہی ہو،"

نورین کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا ہو۔ وہ نظریں نہ اٹھا سکی، بس دوپٹے کا کونہ مروڑتی رہی۔

مصطفیٰ کی آواز میں خلوص کی وہ چمک تھی جو سیدھی دل میں اترتی ہے۔ "کیا بات ہے، نورین؟ تم خاموش کیوں ہو؟ پہلے تو سب کچھ کہہ دیتی تھیں"

نورین نے ایک لمحے کو نگاہ اٹھائی، مصطفیٰ کی آنکھوں میں وہی سوال تھا... وہی چاہت... جو کبھی لفظوں میں نہیں ڈھلی تھی۔

اس کی آواز ہولے سے نکلی، مگر اس سے آگے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ "مصطفیٰ"

مصطفیٰ نے آہستہ سے اس کے دوپٹے کا سر اٹھاما، جیسے وقت کو تھام لیا ہو۔

"اگر وقت تھم سکتا، تو میں چاہتا کہ یہ لمحہ... یہی رُک جائے۔"

نورین نے پہلی بار نظریں اٹھا کر اُسے دیکھا۔ اور لمحے بھر کو دونوں کے درمیان وہ ساری ان کہی، خاموشی سے کہی جا چکی تھی۔



مصطفیٰ اب کرسی سے تھوڑا سا آگے جھکا، جیسے وقت کے فاصلے کو منارہا ہو۔

نورین کی نظریں ابھی بھی نیچی تھیں، گالوں پر ہلکی سی سرخی پھیل رہی تھی۔

وہ دوپٹے کا کونہ مروڑتے مروڑتے رک گئی، جیسے دل کی دھڑکن اس کے ہاتھ میں سمٹ آئی ہو۔

"جب تم سامنے بیٹھتی ہونا... تو لگتا ہے جیسے پوری دنیا تھم گئی ہو۔" مصطفیٰ کی آواز میں وہ خاص سی گہرائی تھی، جو دل کے کسی خفیہ کمرے کا دروازہ کھولتی ہے، "تم جانتی ہو؟"

NOVEL-E-MEHAR

نورین کا چہرہ اور سرخ ہوا۔ پلموں کی جھجک بڑھ گئی۔

"تو دل چاہتا ہے وقت کو قید کر لوں... تاکہ یہ لمحہ کبھی ختم نہ ہو۔" وہ دھیرے سے بولا، "اور جب تم مسکراتی ہو"

نورین نے نظریں اٹھائیں، وہی نرم سی ہنسی، وہی شرمیلی سی نگاہ... اور مصطفیٰ کے دل پر جیسے بہاؤ آئی۔

اُس نے آہستہ سے پوچھا۔ "آپ ہمیشہ ایسے ہی باتیں کرتے ہیں؟"

ایسے تو صرف تم سے کرتا ہوں۔ کیونکہ تم... تم عام نہیں ہو نورین، تم میرے دل کی وہ دعا ہو... جو بے اختیار لبوں سے نکلی، اور سیدھی عرش "مصطفیٰ کی نظریں گہری ہو گئیں، "نہیں"

"نیک پہنچ گئی۔"

نورین کا دل کانپ گیا، لب کپکپائے۔

"اگر... اگر ایک دن آپ مجھے چھوڑ گئے تو؟"

مصطفیٰ ایک لمحہ خاموش رہا۔ پھر وہ نرمی سے اُس کے ہاتھ کے قریب جھکا، اور دھیرے سے کہا۔

"نورین... تم چھوڑنے والی چیز نہیں ہو، تم میری زندگی ہو۔ تمہارے بغیر میں... میں مکمل نہیں ہوں۔"

نورین کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی، لیکن اُس نے ہنسی میں چھپا لیا۔

اُس نے نظریں جھکائیں۔ "آپ تو بہت اچھا بولتے ہیں،"

مصطفیٰ ہنسا، نرم سا، محبت بھرا۔

"یہ سب کچھ تمہارے لیے ہے نورین۔ تم ہو... تو لفظ خوبصورت لگتے ہیں۔ تم نہ ہو، تو بس خاموشی رہ جاتی ہے۔"

اُس نے آہستگی سے نورین کی انگلیوں پر اپنی انگلیاں رکھ دیں ایک ایسا لمس، جو زبان سے زیادہ کہہ گیا۔

نورین کانپ گئی، لیکن ہاتھ نہیں کھینچا۔ دل کی دیوار جیسے پہلی بار کسی جذبے نے چھو لی ہو۔

...کمرے میں صرف سانسوں کی سرگوشیاں رہ گئیں

اور محبت وہ سرگوشی جو ہمیشہ دل میں گونجتی رہے گی۔



NOVEL-E-MEHAR

چھت پر روشنی جگمگا رہی تھی،

تقیقہ گونج رہے تھے،

اور درمیان میں بیٹھی نورین... جیسے کسی اور دنیا میں تھی۔

دوپٹے کی اوٹ میں چھپا چہرہ،

آنکھوں میں ماضی کے عکس،

اور لبوں پر وہ خاموش دعا جو بس دل کے رب تک ہی جاتی ہے۔

...مصطفیٰ کی وہ بات، وہ لمس، وہ نظروں کی گہرائی

سب کچھ ذہن میں کسی فلم کی طرح چل رہا تھا۔

مگر اچانک، قہقہوں کی ایک تیز لہر آئی۔

کسی نے پکارا، کسی نے ہنسا۔

اور نورین چونکی۔

جیسے کوئی نیند سے جاگا ہو۔

جیسے خوابوں سے حقیقت میں واپس آگئی ہو۔

وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی،

... چاروں طرف دیکھا

اور جیسے وہ سب شوراں کے دل پر بوجھ بن گیا ہو۔

خاموشی سے اٹھی۔

چپل کی ہلکی چاپ چھت پر بجی،

اور وہ آہستہ آہستہ نیچے جانے والے زینوں کی طرف بڑھ گئی۔

اس کی چال میں بوجھ تھا،

نظروں میں نمی،

اور قدموں میں وہ خاموشی... جو صرف بکھرا دل سمجھتا ہے۔



NOVEL-E-MEHAR

وہ چھت کی دیوار سے ٹیک لگائے، ایک طرف نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

باہر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، مگر اندر کہیں، بہت کچھ تھا ہوا تھا۔

... نورین کو خاموشی سے جانا دیکھا

اس کی چال میں ایک عجیب سا خالی پن تھا،

جیسے وہ خود میں نہیں تھی یا شاید خود سے دور جا چکی تھی۔

مصطفیٰ نے اسے بل بھر کو جاتے دیکھا۔

... بس ایک لمحہ

لیکن وہ لمحہ پورے ماضی کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا۔

دل کے کسی کونے میں، ایک تصویر ابھری۔

نورین کی وہ پہلی مسکراہٹ، جو اس نے کینے میں دی تھی۔

"... تمہاری آنکھوں میں کہانیاں چھپی ہوئی ہیں"

وہ اپنے ہی لفظوں کی بازگشت سننے لگا۔

اب وہی آنکھیں، بے رنگ تھیں۔ بے تاثر۔

اور ان میں کہانی نہیں، ایک درد چھپا تھا۔

ایسا درد جو شاید وہ کبھی سمجھ ہی نہ سکا۔

مصطفیٰ کی مٹھی بے اختیار بھیجنے لگی۔



NOVEL-E-MEHAR

... اس کا دل چاہا، وہ وقت کی دیوار کو چیر کر وہاں اس دن پہنچ جائے، جب نورین کی آنکھوں میں صرف سوال ہوتے تھے

شکایتیں نہیں۔

اس نے آہستگی سے آنکھیں بند کیں۔

جیسے کوئی دعا مانگی ہو

یا پھر۔۔۔

کسی کھوئی ہوئی چیز کا ماتم کیا ہو۔

"میں نے تمہیں کھو دیا ہے، یا خود کو؟"

یہ سوال بھی دل کے اندر ہی رہ گیا۔

مصطفیٰ نے سر اٹھایا، نیچے جاتی نورین کا دوپٹہ سبز ہیوں سے پھسلتے لمحے کے لیے ٹھہرا،

... پھر غائب ہو گیا

بالکل اُس لمحے کی طرح، جو صرف اُس کا تھا۔

... اور اب

صرف یاد۔

چاندنی رات، چھت پر روشنیاں اب بھی جگمگ رہی تھیں۔ سب بچوں کے چہروں پر خوشی کی چمک تھی۔ ضامن کے چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں ایک خاص سی چمک تھی، جو شاید صرف نورم کے لیے مخصوص تھی۔ مہمانوں کی آوازیں، ہنسی مذاق اور دھبے سازوں کی دھن فضا میں گھل رہی تھی۔



اچانک سبز ہیوں پر قدموں کی چاپ سنائی دی۔

ازلان نے چونک کر سبز ہیوں کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا۔

اُس نے خوشی سے کہا۔ "ماما... بابا"

سب کی نظریں ایک ساتھ مڑ گئیں۔ سبز ہیوں پر دو باوقار شخصیات نمودار ہوئیں۔ افتخار علوی، اوسے نیچے قدم کے، سفید شلوار قمیص پر ہلکی سی واسٹ پہنے، چہرے پر نرمی اور آنکھوں میں متانت کا نور۔ ان کے ساتھ شفق علوی، گہرا نیلا جوڑا زیب تن کیے، سفید دوپٹہ کندھے پر سنوارے، چہرے پر ماں کی محبت اور آنکھوں میں ایک خاص روشنی۔

"ایک پرانے دوست کی دعوت تھی، وہاں سے سیدھا نہیں آنا ممکن ہوا۔" افتخار علوی نے نرمی سے کہا، "ہمیں دیر ہو گئی،"

رضاشاہ نے نرمی سے مسکرا کر کہا۔ "آپ لوگ آگئے، یہی سب سے بڑی خوشی ہے،"

"ضامن بیٹے، سا لگ رہا ہے مبارک ہو۔" شفق علوی نے ارد گرد دیکھ کر مسرت سے کہا۔ "ماشاء اللہ، کتنی رونق ہے یہاں۔"

"شکریہ آئی، خوشی ہوئی کہ آپ لوگوں نے شرکت کی۔" ضامن نے مؤدب انداز میں سلام کیا،

ازلان نے موقع غنیمت جانا اور ہلکے سے حرین کے کان میں کہا،

"اب تو ماما بابا بھی آگئے، اب تمہیں ان سے ملو اوں گا۔ ویسے بھی... وہ تم سے ملنے کے لیے بے چین تھے۔"

حرمین نے نظریں جھکائیں، ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، اور چہرے پر حیا کی سرخی۔

مہمانوں کی چہل پہل میں، ہنستے بولتے چہروں کے درمیان ازلان کے والد افتخار علوی نے ایک لمحے کو خاموشی سے ارد گرد کا جائزہ لیتے ہوئے مصطفیٰ اور رابعہ کی طرف قدم بڑھائے۔

ان کی بھاری مگر شائستہ آواز میں دھیما پن تھا۔ "السلام علیکم،"

"وعلیکم السلام، خوش آمدید۔" مصطفیٰ نے فوراً مصافحہ کیا،

"آپ کی آمد سے محفل اور روشن ہو گئی۔" رابعہ نے مسکرا کر کہا،

ازلان کے والد نے ذرا توقف کے بعد، نظریں جھکاتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"اصل بات تو یہ ہے کہ... ہم آپ کے گھر کچھ دن میں آنا چاہتے ہیں۔ کچھ بات کرنی ہے، رسمی طور پر۔ اگر آپ مناسب سمجھیں۔"

مصطفیٰ کی نظریں لمحے بھر کو ازلان کی طرف گئیں، جو دور حرمین سے بات کر رہا تھا، اور پھر واپس افتخار کی آنکھوں میں گئیں۔ گہرائی میں چھپی خواہش صاف دکھائی دے رہی تھی۔

رابعہ نے ہلکی سی حیرت سے شفق کو دیکھا، اور پھر خاموشی سے نظریں چرائیں۔

مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔ "جی... یقیناً گھر آپ کا ہے۔ آپ کی آمد ہمارے لیے باعثِ عزت ہوگی،"

"یہ سب بہت قیمتی ہوتی ہیں... اور اگر نصیب سے کسی دل میں جگہ بنا لیں، تو انسان بس دعا مانگتا ہے کہ وہ رشتہ بھی نصیب ہو جائے۔" افتخار نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

مصطفیٰ کے لبوں پر ایک دھیمی مسکراہٹ ابھری۔ ان آنکھوں میں نرمی آگئی جو چند لمحے پہلے کسی اور یاد میں بھیگی ہوئی تھیں۔

ہو اس بلکی سی ہنسی گھٹی ہوئی تھی۔ دور سے قہقہے آرہے تھے، روشنیوں کے درمیان چہروں پر خوشی بکھری ہوئی تھی۔ حرمین چھت کے ایک کونے میں، سنک پتے کے پیچھے کھڑی تھی۔

اس کی نظر کسی مخصوص سمت میں نہیں، مگر دل مکمل ارتکاز میں تھا۔

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بار بار ازلان کو دیکھتی۔

تو حرمین کے دل کی دھڑکن جیسے لمحہ بھر کو رک گئی۔ "ہم آپ کے گھر آنا چاہتے ہیں" — اور آج... جب اس کے والد نے وہ الفاظ کہے

"...یہ سب بہت قیمتی ہوتی ہیں"

یہ جملہ حرمین کے دل کی گہرائی میں اتر گیا۔ وہ پہلی بار کسی کی زبان سے خود کو قیمتی محسوس کر رہی تھی۔

اس کی آنکھوں میں نمی تھی، مگر وہ مسکرا رہی تھی۔ ایک ایسی مسکراہٹ، جو شاید برسوں بعد ہونٹوں پر آئی تھی۔ دھیمی، سہمی ہوئی، اور بہت گہری۔

اُس نے نظریں ازلان پر جمائیں، جو ابھی بھی مسکرا کر کسی بات پر سر ہلارہا تھا۔
 حرین کا دل کہنے لگا۔

"کیا یہ خواب... سچ ہو سکتا ہے؟"

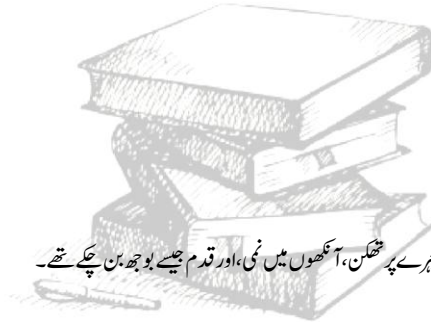
"کیا کوئی ہے... جس نے مجھے چُنا ہے، میرے خاموش ہونے کے باوجود...؟"
 اُس کی سانس تھوڑی سی لرز گئی۔

اسے لگا جیسے وہ اس جہوم میں اکیلی نہیں رہی۔

اور اُس لمبے، پہلی بار— حرین کے دل میں روشنی کی ایک ہلکی سی لہر اٹھی۔

وہ نہ بولی، نہ آگے بڑھی... بس خود کو تھامے، خود سے کہتی رہی۔

"پہلی بار... کسی نے میرا نام دل میں لیا، ہو گا۔"



نورین، نیچے آتے ہوئے لمحہ بہ لمحہ جیسے اندر ہی اندر ڈوبتی چلی گئی۔ چہرے پر ٹھکن، آنکھوں میں نمی، اور قدم جیسے بوجھ بن چکے تھے۔

بغیر کسی سے کچھ کہے، وہ سیدھی اپنے کمرے میں گئی، دروازہ بند کیا، اور تیزی سے واش روم کی طرف بڑھی۔

NOVEL-E-MEHAR

ہلک۔

دروازہ اندر سے بند ہوا— اور جیسے ہی تنہائی نے اسے گھیرا، وہ بے قابو ہو گئی۔

"کیوں آیا تھا وہ... کیوں؟"

اس کے لب کانپے، آنکھیں بہہ پڑیں۔ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر نیچے بیٹھ گئی، اور ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"میں بھول چکی تھی سب کچھ... تو پھر وہ ایک لمحہ، وہ ایک آواز... سب کچھ کیوں یاد دلا گیا؟"

دل کی چینیں ہونٹوں تک آپھکیں تھیں۔

دروازے کے باہر، شام ہانپتی ہوئی پہنچی۔

"ماما! ماماسب ٹھیک ہے؟"

اس نے دروازے کی ہلکی سی جنبش دیکھی، پھر اندر کی خاموشی نے اُسے چونکا دیا۔

"ماما! ماما! آپ رورہی ہیں؟"

ثناء کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔ وہ دروازے کے پاس آکر بیٹھ گئی، اور آہستہ سے دروازہ بجایا۔

"...ماما... پلیز... کیا ہوا ہے آپ کو؟ مجھ سے بات کریں نا، آپ تو ایسی نہیں تھیں"

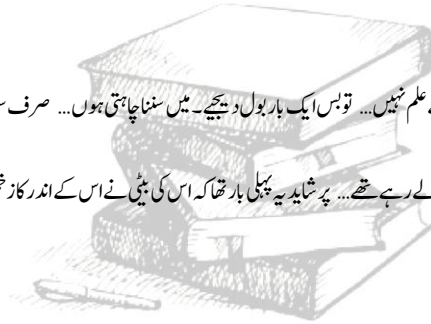
"...ماما، خدا کا واسطہ ہے... آپ نے مجھے ہمیشہ مضبوط بنایا ہے، خود کو تو یوں نہ ٹوٹے دیں"

اندر صرف سسکیوں کی صدا تھی، جیسے برسوں کا بوجھ آج برف بن کر پگھلنے لگا ہو۔

ثناء کی آواز کانپنے لگی۔

"...ماما... اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے، یا کوئی درد ہے جس کا مجھے علم نہیں... تو بس ایک بار بول دیجیے۔ میں سننا چاہتی ہوں... صرف سننا"

واش روم کے دروازے کے پیچھے نورین کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے... پر شاید یہ پہلی بار تھا کہ اس کی بیٹی نے اس کے اندر کا زخم سنا تھا۔



پارٹی ختم ہونے کو آئی تھی۔ مہمان آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے تھے، مگر کچھ قریبی چہرے اب بھی میز پر موجود تھے۔ صارم خاموشی سے سیڑھیاں اترتا آیا، شاید پانی پینے یا کچھ لینے نیچے آیا تھا۔ وہ گہری سوچوں میں گم تھا، جب اچانک... ایک کمرے سے آتی مدھم سسکیوں کی آواز نے اس کے قدم روک لیے۔

وہ ٹھٹھک کر رکا۔ آواز نورین کے کمرے سے آرہی تھی۔

اس نے حیرانی سے اپنی بہن کو کمرے کے باہر بیٹھے دیکھا، جو پریشانی کے عالم میں دروازے کے قریب گھٹنوں میں چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔ "ثناء آپنی؟"

وہ آگے آیا، اُس کی پریشانی پر شکستیں بھرا آئیں۔ "کیا ہوا؟"

ثناء کی آواز میں بے بسی تھی۔ "ماما اندر بند ہو گئی ہیں... اور روتی جا رہی ہیں... دروازہ کھول ہی نہیں رہیں۔"

صارم کی آنکھوں میں بیکدم تشویش اتر آئی۔ وہ فوراً دروازے کے قریب ہوا، اور دروازے پر دستک دی۔

"ماما؟... پلیز دروازہ کھولیں... کیا ہوا ہے آپ کو؟"

اندر سے بس سسکیاں تھیں۔ وہی دے دے رونے کی آواز... جیسے کوئی بہت ٹوٹ گیا ہو۔

صارم نے دوبارہ ہلکی سی دستک دی، آواز میں نرمی، مگر دل میں گہری فکر تھی۔

"...ماما... ہم سب پریشان ہو رہے ہیں۔ آپ کچھ تو بولیں"

دروازے کی دوسری طرف نورین فرش پر بیٹھی، خود کو بازوؤں میں سمیٹے، بچیوں سے لرز رہی تھی... اور اب اس کی حالت اس بے رحم رات کو بھی خاموش کر رہی تھی۔

دروازے کی کنڈی آہستگی سے کھلی۔

ایک ہلکی سی چرچراہٹ... اور پھر دروازہ دھیرے سے پیچھے ہٹا۔

نورین سامنے کھڑی تھی۔

بال بکھرے ہوئے، آنکھیں سرخ، سانس بے ترتیب... جیسے برسوں کا دکھ آج آنکھوں سے بہہ نکلا ہو۔

اس کی نظریں جھکی تھیں... لفظوں تک آکر واپس پلٹ گئے تھے۔ آواز، جیسے اُس کی ذات سے روٹھ گئی ہو۔

ثناء نے بڑھ کر ایک ہل کو اُسے دیکھا، پھر کچھ کہے بغیر آگے بڑھی اور نورین کو سینے سے لگا لیا۔

نورین کی بیٹی ایک بار پھر پھوٹی، مگر اب وہ ثناء کی بانہوں میں دب گئی تھی۔

صارم تھوڑا جھجکا، مگر اگلے لمحے اُس نے بھی اپنی ماں کو آہستہ سے تھام لیا۔ جیسے وہ دونوں، اپنے وجود سے اُسے یقین دل رہے ہوں کہ وہ اکیلی نہیں ہے... نہ کبھی تھی۔

نورین نے ایک ہاتھ ثناء کے سر پر رکھا، دوسرا صارم کی کمر پر... اور خود کو جیسے ان دور شنتوں کے سائے میں چھپا لیا۔

خاموشی تھی... مکمل سکوت۔

صرف جذبات تھے... آنکھوں کی نمی، لمس کی تسلی، دل کی بے صدا پکار۔

صارم نے آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر دروازہ بند کر دیا... باہر کی دنیا کو اس لمحے سے جدا کر دیا۔

کمرہ... جذبات کی پناہ گاہ بن چکا تھا۔

حوالی کی فضا میں اب خوشبو کے بجائے ہلکی ٹھکن اور سکوت تھا۔ چائے کے خالی کپ، پھولوں کے بکھرے گلستے، ہنسی کے گونجتے نقوش— سب کچھ آہستہ آہستہ خاموشی میں ڈھل رہا تھا۔

... ایک ایک کر کے مہمان رخصت ہو رہے تھے۔ دروازے پر اوداعی مصافحے، گاڑیوں کے دروازے بند ہونے کی آوازیں، اور ہلکے ہلکے قدموں کی چاپ
حریم اپنے باپ کے ساتھ خاموش کھڑی تھی، جب کہ حوریا کی نظریں بے چینی سے ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔

حریم نے آہستگی سے کہا۔ "... ازلان تو نظر نہیں آ رہا"

حوریا نے ہلکا سا سر ہلایا، مگر اُس کا دھیان کسی اور طرف تھا۔

مصطفیٰ نے کہا۔ "چلو بیٹا، دیر ہو گئی ہے،"

سب گاڑی کی طرف بڑھے، مگر حوریا کی نگاہیں اب بھی دروازے کے پیچھے، سبزھیوں، اور اُس پاس کسی چہرے کی تلاش میں تھیں۔

دل نے دھیرے سے پکارا، مگر وہ کہیں نظر نہ آیا۔ "صارم...؟"

اُس کا چہرہ نہیں تھا وہاں... نہ دروازے پر، نہ سبزھیوں پر۔ وہ منظر سے غائب تھا۔

حوریا کی پلکوں پر ایک ادھورا سا سوال لرنے لگا... مگر وہ چپ رہی۔

صارم، نورین کے کمرے میں تھا— ماں کے پہلو میں خاموشی سے بیٹھا، اُس کی سانسوں کی ٹوٹی تریب کو سنبھالے، اُس کے دکھ کو سہارا دیتا۔

اور نیچے... باہر، وہ جس کی آنکھیں اُسے تلاش رہی تھیں، اُس کی بے قراری جواب سے محروم رہ گئی۔

محبت کے کچھ لمحے... ہمیشہ ادھورے رہ جاتے ہیں۔

NOVEL-E-MEHAR

ہر طرف سکوت کا راج تھا۔ مہمان رخصت ہو چکے تھے، قہقہے خاموش ہو چکے تھے، اور روشنیوں کی چمک مدھم بڑھ چکی تھی۔

ازلان خاموشی سے چھت پر کھڑا تھا۔ نیچے سے افتخار کی آواز آئی۔

"ازلان! بیٹا آ رہے ہو؟ گاڑی تیار ہے۔"

اُس نے ایک لمحے کو آنکھیں موند لیں، جیسے دل میں کسی کشمکش سے گزر رہا ہو۔

پھر آہستہ سے نیچے جھانکا... حریم کی گاڑی جا بھکی تھی۔

دل جیسے ایک دھڑکن چھوڑ کر رک گیا۔ ایک خالی پن نے اسے آلیا۔

"...ماما... بابا... آپ جائیں، میں رک جاتا ہوں یہاں"

"ٹھیک ہے... خیال رکھنا۔"

اور پھر گاڑی کے دروازے کی آواز... اور خاموشی۔

ازلان نے آسمان کی طرف دیکھا۔ کہکشاؤں کے درمیان جیسے کسی دل کارستہ روشن ہو رہا تھا۔

...وہ آہستہ سے سیزڑھیوں کی طرف بڑھا

جہاں رات جاگ رہی تھی، اور دل کے کچھ سوال ابھی نیند میں نہیں تھے۔

...ازلان جیسے ہی ڈرائنگ روم میں داخل ہوا، دروازہ دھیرے سے کھلا

اندر ضامن صوفے پر نیم دراز تھا، ایک ہاتھ سے جو تاتار نے کی کوشش میں تھا، اور دوسرے سے سر سہلا رہا تھا۔

ضامن نے کراہتے ہوئے کہا۔ "یار، سا لگرہ تھی یا جنگ کا میدان؟ غننے دکھ رہے ہیں میرے"

کیف نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے ہاتھ سے جو تالے لے کر خود اتارنے لگا۔ "سا لگرہ تمہاری تھی یا تم اپنی سسرال سے واپس آئے ہو؟"

نورم پاس بیٹھی فہمی دبا رہی تھی، مگر انابییہ نے تو موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

NOVEL-E-MEHAR

"اوہہ...، اتنا تھک گئے؟ یا کسی نے دل تھکا دیا ہے؟"

"انابییہ! تمہیں ہر بات میں فلمی ڈائلاگ کیوں سنانے ہوتے ہیں؟" ضامن نے گھور کر دیکھا،

"! کیونکہ زندگی ایک فلم ہے، اور میں اس کی ہیروئن "انابییہ ناک سکیر ڈکری بولی،

سب کے قہقہے چھوٹ گئے۔

"! پتا ہے، باہر لوگ سمجھ رہے تھے ضامن کی شادی ہے... اتنی روشنی، اتنا کھانا، اور اتنے مہمان "ازلان اندر آیا، اور کہنے لگا،

"تو کیا پتا... اگلی بار واقعی شادی ہو؟" نورم نے شرارت سے دیکھا،

"! بہت بول رہی ہو تم "ضامن نے فوراً کھنی نورم کی طرف بڑھائی،

"! بس کرو، ورنہ ہمیں پھیرے شروع ہو جائیں گے" انابہ نے ہاتھ جوڑ لیے،

"ایسے دنوں کی رونق ہی الگ ہوتی ہے... سب تھک بھی جائیں، لیکن دل خوش ہو جاتا ہے۔" سب ہنس دیے۔ کیف نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا،

"بس اب کوئی اچھی سی چائے ہو جائے تو مزہ آجائے۔" ازلان نے بھی مسکرا کر کہا،

"! تو تم خود کیوں نہیں بنا لیتے؟ تمہارے ہاتھ کی چائے بہت مشہور ہے نا... مزے سے پانی تک نہیں گرم کرتے" نورم نے آنکھیں گھمائیں،

"! ازلان، اب تو واقعی چائے بنا پاؤ گے گی" کیف نے ہنستے ہوئے کہا، "... اوہہ! وارہو! وارہو! یہ تو"

"! اٹھیک ہے، بس یاد رکھنا... اگلی بار تم سب کو میری ہنڈیا کا کڑوا سچ پکھنا پڑے گا" ازلان نے منہ بنا یا،

نورم نے ایک نظر سب پر دوڑائی، جواب کافی ہنس مکھ موڈ میں آچکے تھے۔ کیف چائے کا کپ اٹھا رہا تھا، ضامن موبائل سے چھیڑ چھاڑ میں مصروف تھا، انابہ اور ازلان کے درمیان لفظی جنگ چل رہی تھی، اور اسی وقت نورم نے زوردار آواز میں کہا۔

"! اچھا... اب سب تھوڑی دیر سنجیدہ ہو جائیں، مجھے کچھ انکشاف کرنا ہے"

سب کی نظریں اس پر جم گئیں۔

"کیا ہو نورم آئی؟" ازلان نے چونک کر دیکھا،

NOVEL-E-MEHAR

نورم نے آنکھیں سکیر کر بڑے معنی خیز انداز میں کہا،

"! ہوا یہ ہے کہ ہمارے بہت ہی شریف، بہت ہی خاموش طبع بھائی... جنہیں ہم نے اب تک صرف نوٹس لیتے دیکھا، اصل میں بڑے چھپے رستم نکلے"

"کک... کیا مطلب؟" ازلان کی آنکھیں پھیل گئیں،

"!... اقف، لگتا ہے کوئی راز کھلنے والا ہے" ضامن ہنستے ہوئے بولا،

"! جناب نے لڑکی بھی پسند کر لی، دوستی بھی جمائی، اور اب رشتہ بھی جانے والا ہے... اور ہمیں ہوا تک نہیں لگنے دی" نورم نے انگلی سے ازلان کی طرف اشارہ کیا،

"واہ بھئی! تو یہ سب چل رہا تھا؟" کیف نے حیرانی سے کہا،

"! میرا دل ٹوٹ گیا... میں نے تو تمہیں بیٹی ازلان سمجھا تھا" انابہ نے ڈرامائی انداز میں ہاتھ سینے پر رکھ لیا،

"! بیٹی! یہ کیا کر دیا آپ نے؟" ازلان کے کان تک سرخ ہو گئے۔

"! بس اب سچ کے رہنا، تمہاری ماں اب تمہیں رشتہ پسند شو میں سمجھنے والی ہیں" نورم نے ہنستے ہوئے کہا،

"تو اگلی پارٹی حرمین کے گھر ہوگی؟" ضامن نے قہقہہ لگایا،

"... یار کچھ بھی نہ بولا کرو تم لوگ" ازلان نے شرما کر منہ چھپالیا،

"! خیر مبارک ازلان بھائی، مبارک ہو... رشتہ مبارک، رنگت مبارک، نیلی آنکھیں مبارک، ڈمپل مبارک" کیف نے ہنستے ہوئے کندھے پر ہاتھ رکھا،

سب ہنسنے لگے، اور ازلان بس مسکرا کر شرما رہا۔

ازلان ابھی شرم سے مسکرا رہا تھا کہ کیف نے ہنستے ہوئے صوفے پر پاؤں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"... چلو بھئی ازلان، اب تم خود ہی بتاؤ، لڑکی سیٹ کرنے کے سنہری اصول کیا ہوتے ہیں؟ ہمیں بھی کچھ سکھاؤ"

"! ہاں، ہاں! میں تو حیران ہوں بھائی... تم تو ہمیشہ کہتے تھے مجھے تو ابھی صرف پڑھائی سے عشق ہے" ضامن فوراً بولا،

"... ارے یار کچھ بھی نہ بولو! بس... ملاقات ہوگئی، باتیں ہوئیں، اور دل خود بخود مائل ہو گیا" ازلان نے ہاتھ اٹھا کر کہا،

"! اووہ! دل مائل ہو گیا؟ یعنی بچپن میں جو شاعری تم پڑھتے تھے، وہ کسی دن کام آہی گئی" کیف نے آنکھ مار کر کہا،

"! اچھا!!! اب لگتا ہے کیف بھائی کو بھی شاعری کے سچے بودینے چاہئیں" نورم ہنسی روک نہ سکی،

سچ بتا... پہلا میسج تو نے کیا یا اس نے؟" ضامن ازلان کے قریب ہوا،
NOVEL-E-MEHAR

ازلان نے ایک لمحے کو سب کی طرف دیکھا، پھر مصنوعی سنجیدگی سے بولا۔

"... میسج؟ میسج کیا خاک کرتا نمبر تک تو مانگتا ہی رہا نورم آپنی سے"

"کیا مطلب؟" سب چونکے، ضامن نے ہنستے ہوئے کہا،

"! ہاں یار، نورم آپنی نے تو دیا ہی نہیں! کہتی تھیں چھوٹی بہنوں کی عزت کرو، فاصلے میں برکت ہے" ازلان نے شانے اچکائے،

"پھر؟" کیف نے قہقہہ لگایا،

ازلان نے فاتحانہ انداز میں کہا،

"! پھر میں نے سوچا، لڑکی کو پٹانا مشکل ہے... ماں باپ کو پٹاؤ"

"! ہے جناب کا logic واہ واہ! کیا "نورم کی ہنسی چھوٹ گئی،

ضامن نے ڈرامائی انداز میں تالی ماری،

یعنی یہ ہوا۔"

where there's a will, there's a rishta!"

ازلان نے ہنستے ہوئے کہا،

ازلان نے موبائل ہاتھ م لہراتے ہوئے کہا۔۔۔ اج پارٹی میں وہ حرین کا نمبر لے چکا تھا۔ "اور اب نمبر بھی آ گیا، اور ہاں... بات بھی وہی ہو رہی ہے جو میں چاہتا تھا"

نورم نے شوخی سے کہا،

"! بس اب حرین سے بچ کے رہنا، وہ بھی تم سے کم نہیں"

سب ہنس پڑے، اور ہنسی کا شور پورے کمرے میں گونج اٹھا۔

کیف اور ضامن نے ایک ساتھ قہقہہ مارا،

"! اووووووہ"



Love at first sight with initiative!"
NOVEL-E-MEHAR

"! بس کرویار! آپ دونوں نے تو کیس فائل کھول دی ہے" ازلان نے تکیہ اٹھا کر ان پر دے مارا،

"! اب اگر حرین نے یہ سب سن لیا تو شادی سے پہلے ہی فائر ہو جائے گی تم پر" نورم نے شرارت سے کہا،

"... نہیں نہیں! وہ تو بہت پیاری ہے... اور سمجھدار بھی" ازلان نے ہنستے ہوئے کہا،

"! ہاں بھائی، وہ تو ہمیں بھی بہت پیاری لگی... اب سمجھ آئی تم کیوں چل گئے" ضامن نے گہری آواز میں کہا،

چلو پھر... اب ازلان کی شادی کا گرافک ڈیزائن میں بناؤں گا، سلوگن ہو گا۔" کیف نے زور سے تالی ماری،

From shy guy to shaadi wala guy!"

سب کا قہقہہ کمرے میں گونج اٹھا۔ اور اس بار، ازلان نے بھی دل کھول کر ہنسی میں ساتھ دیا۔

حال

نورم کھڑکی کے پاس بیٹھی، باہر دیکھ رہی تھی— خاموش، بے حس، جیسے وقت تھم گیا ہو۔

ضامن سو فٹ سے اٹھا، ہلکی سُستی کے ساتھ، اور بنا کچھ کہے ہاتھ روم میں چلا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ اندر سے نکلا۔ سادہ شرٹ اور جینز میں، بال سلیٹے سے سیٹ کیے ہوئے۔

نورم نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا، جیسے اُس کی موجودگی اور غیر موجودگی میں کوئی فرق نہ ہو۔

ضامن نے اس کی طرف دیکھا، پھر دھیمے لہجے میں بولا۔

"میں کام سے جا رہا ہوں... باہر مت نکلنا، نورم۔ پلیز۔"

نورم نے آہستہ سے پلکیں جھپکائیں، مگر کوئی جواب نہ دیا۔

ضامن کچھ پل رُکا، شاید کسی جواب کی امید میں... مگر جب خاموشی برقرار رہی، تو آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔

دروازہ بند ہونے کی ہلکی آواز فضا میں گونجی... اور نورم کی آنکھ سے ایک خاموش آنسو اٹکھ سے رخسار تک کا سفر لمحوں میں طے کر گیا۔

NOVEL-E-MEHAR

ضامن کے جانے کے بعد دروازے کے بند ہونے کی مدھم آواز کچھ دیر تک کمرے میں گونجتی رہی... جیسے اُس کی غیر موجودگی کو چھینچ کر بتا رہی ہو۔

نورم نے سائیکلنگ ٹیگاہوں سے دروازے کو تکتے ہوئے ایک گہرا سانس لیا، پھر نظریں دھیرے سے میز پر رکھی ناشتے کی ٹرے کی طرف موڑ دیں۔

ٹوسٹ، ابلے انڈے، ایک گلاس جوس... سب کچھ ویسا ہی رکھا تھا جیسے ہر روز رکھا جاتا تھا، مگر آج دل کو کچھ بھی قابل قبول نہیں لگ رہا تھا۔

نورم آہستگی سے اٹھی، قدم جیسے بوجھ بنے ہوئے ہوں۔ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

نگاہیں کھانے پر تھیں... مگر دل کہیں اور۔

ایک لمحے کو اُس نے خود کو روکنے کی کوشش کی... مگر بھوک سے زیادہ دل کا بوجھ غالب آیا۔

نہیں برداشت ہوتا... وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

اور پھر جیسے ضبط کا بند ٹوٹ گیا ہو۔

وہ ہاتھ بڑھا کر جلدی جلدی ناشتہ کھانے لگی، جیسے ہر نوالہ اُس کے اندر کی خالی جگہوں کو بھرنے کی ناکام کوشش ہو۔

کھاتے کھاتے اُس کی آنکھیں بھیگنے لگیں... مگر وہ رکنے کا نام نہ لے رہی تھی۔

جیسے ناشتے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی خاموش تنہائی بھی نکلنے کی کوشش کر رہی ہو۔

اور جیسے ہی نورم ایک اور نوالہ منہ میں ڈالنے لگی، اچانک دروازہ دوبارہ کھلا ضامن کی موجودگی کا گمان تک نہ تھا۔

وہ تیزی سے اندر آیا، چہرے پر خفیف سی الجھن۔ میرا فون رہ گیا تھا... اُس نے نظر دوڑاتے ہی سائینڈ ٹیبل پر رکھا موبائل اٹھایا۔

جیسے ہی ضامن نے نورم کو ناشتہ کرتے دیکھا، وہ لمحہ بھر کو زک گیا۔

دل میں ایک عجیب سی خوشی نے سر اُبھارا۔

چلو، میرے جانے کے بعد ہی سہی... پر کم از کم کچھ تو کھا رہی ہے۔

یہ سوچ کر اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

نورم نظریں چرا کر دوبارہ پلیٹ کی طرف دیکھنے لگی، جیسے اُسے اپنا کمزور پڑ جانا خود سے بھی چھپانا ہو۔

ضامن نے کچھ نہ کہا۔



NOVEL-E-MEHAR

بس دروازے کی طرف پلٹا، فون جیب میں ڈالا، پھر جاتے جاتے مدھم آواز میں صرف اتنا بولا۔

...اللہ حافظ، نورم۔ اور وہ چلا گیا

...کمرے میں پھر وہی خاموشی چھا گئی، مگر اب کچھ مختلف سی تھی۔ نہ مکمل تنہائی، نہ مکمل سکون

بس ایک بے نام سا احساس، جو دروازے کے بند ہوتے ہی دل میں رہ گیا۔

باہر سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

ملیشیا کی سڑکوں پر اجنبی پن کے احساس کے ساتھ ضامن ٹیکسی میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی کرنسی کو مقامی رقم میں تبدیل کروانے کے بعد، آفس کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں نورم کے ماموں مصطفیٰ کے پرانے دوست، مسٹر نیازی کا آفس تھا۔

ٹیکسی نے آفس کی عمارت کے سامنے روک دی۔ عمارت جدید طرز کی تھی، شیشوں سے ڈھکی ہوئی، اور اندر داخل ہوتے ہی ایک خوشگوار مہک اور پرسکون ماحول نے استقبال کیا۔

ضامن کو لاؤنج سے ہوتے ہوئے سیدھا نیازی صاحب کے کیمن میں لے جایا گیا۔

نیازی صاحب، ایک باوقار، درمیانی عمر کے شخص، جو مہربان مسکراہٹ کے ساتھ کھڑے ہو کر زامن کا استقبال کر رہے تھے۔

ارے ضامن بیٹا! ماشاء اللہ، تم تو بہت بڑے ہو گے بچپن میں دیکھا تھا۔ تمہارے ماموں میرے بہترین دوستوں میں سے ہیں۔ ان کا فون آیا تھا، اور تمہارا بھی انتظار تھا۔

ضامن نے مودبانہ ہاتھ ملایا، سر، شکر یہ... ماموں نے ذکر کیا تھا آپ کا، بس یہاں کچھ وقت گزارنے کا سوچا تھا۔

نیازی صاحب نے مسکرا کر کسی کی طرف اشارہ کیا، بیٹھو... اور سنو، اب تم یہاں صرف مہمان نہیں ہو۔ مجھے ایک قابل اور بھروسہ مند شخص کی ضرورت تھی، اور ماموں نے تمہیں بہت اعتماد سے بھیجا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہمارے ساتھ جڑ جاؤ اچھی سی پوزیشن ہے، سیلری بھی شاندار... اور کمپنی کی طرف سے ایک اپارٹمنٹ اور کار بھی تمہیں فراہم کی جائے گی۔

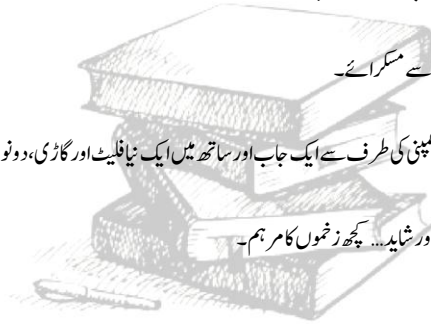
ضامن لمبے بھر کو خاموش رہا، پھر پرسکون انداز میں بولا۔

یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے سر... میں پوری کوشش کروں گا آپ کی توقعات پر پورا اترنے کی۔

نیازی صاحب نے فائل اٹھائی، ایک نظر ضامن پر ڈالی اور دھیرے سے مسکرائے۔

خوش آمدید، ضامن شاہ... ویلکم ٹودی ٹیم! اور یہ تمہارے لیے یہ کمپنی کی طرف سے ایک جاب اور ساتھ میں ایک اپارٹمنٹ اور گاڑی، دونوں تمہیں ملیں گے۔

ضامن کی آنکھوں میں چمک ابھری۔ ایک نیا سفر، ایک نئی زندگی، اور شاید... کچھ زخموں کا مرہم۔



NOVEL E MEHAR

نورم گھر میں بیٹھی ہوئی تھی، دل میں ایک بے چینی سی چھاری تھی۔ کچھ وقت سے وہ خود کو بے چین محسوس کر رہی تھی، گویا کسی گہری ادھوری بات کا بوجھ اس کے دل پر تھا۔ بے وجہ کی اس بے سکونی سے بچنے کے لیے اس نے خود کو فلیٹ کے دروازے سے باہر نکال لیا۔

سڑک پر چلتے ہوئے اس نے تھوڑی دیر کے لیے اپنی سوچوں کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ گلیوں میں ہلکی سی ہوا چل رہی تھی، لیکن پھر بھی اس کا دل پوری طرح سکون میں نہیں آ رہا تھا۔ اس کی نظریں گرد و پیش پر گئیں، اور چند لمحوں میں کچھ لڑکے اس کے قریب آ گئے۔ ان کی نظریں اسے تیز رفتار سے تکتے ہوئے اس کے قریب آ گئیں۔ ایک نے ہنستے ہوئے کہا۔

Hey, where are you going? Need some help or something?

نورم کی نظر ان لڑکوں پر پڑی، اور ایک انجان خوف نے اس کے اندر سر اٹھایا۔ وہ تیز قدموں سے چلنے لگی، اور لڑکے ہنستے ہوئے اس کا پیچھا کرنے لگے۔

دل میں عجیب سی گھبراہٹ بڑھ رہی تھی، اور اس نے فوراً اپنی رفتار تیز کر دی۔ چند قدموں کے بعد وہ دوڑتے ہوئے واپس فلیٹ کی طرف دوڑنے لگی۔ جب تک وہ دروازے تک پہنچی، نورم کی سانسیں تیز تھیں، دروازہ بند کرنے کے بعد وہ پیڑھے کے بل نیچے پھسلتی چلی گئی۔ دل بے قابو دھڑک رہا تھا، ہاتھ لرز رہے تھے، اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ بمشکل اپنے قدموں پر کھڑی ہوئی اور لڑکھڑاتی ہوئی بیڈ تک پہنچی۔ گھٹنوں کو سینے سے لگائے وہ کانپتی رہی جیسے کوئی خواہناک خوف اس پر سایہ کیے بیٹھا ہو۔

اس لمبے دروازہ کھلا۔

ضامن اندر داخل ہوا، ہاتھ میں فلیٹ کی چابی، تھکن چہرے پر نمایاں... مگر جیسے ہی اس کی نظر نورم پر پڑی، وہ وہیں دروازے میں ساکت ہو گیا۔

نورم نے دروازے کی آواز سنی، نظریں اٹھائیں اور بنا کچھ سوچے، بنا کچھ کہے، لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھ کر سیدھا ضامن کی طرف بڑھی۔

اگلے لمحے وہ اس کے سینے سے لگ چکی تھی۔

سینے سے لگتے ہی وہ بُری طرح کانپنے لگی، جیسے کوئی طوفان اس کے اندر سے گزر رہا ہو۔

نورم؟ ضامن کی آواز حیرت سے نکلی، کیا ہوا تمہیں؟

نورم کی پتلی بندھ گئی، وہ دونوں ہاتھوں سے ضامن کی شرٹ تھامے بے اختیار رو رہی تھی۔

... وہ... وہ لڑکے... مجھے... مجھے بہت ڈر لگا

ضامن نے پتلیں جھکیں۔ ایک پل کے لیے وہ بالکل خاموش ہو گیا، جیسے اس نے نورم کو پہلی بار اتنے کمزور، اتنے مجبور انداز میں دیکھا ہو۔

اس نے آہستگی سے نورم کو تھام لیا، ایک ہاتھ اس کی کمر پر، دوسرا سر پر رکھ کر نرمی سے بولا۔

شششش... کچھ نہیں ہو گا اب، میں ہوں نا... تم بالکل محفوظ ہو۔

نورم اس کے سینے سے اور بھی زور سے لپٹ گئی۔

ضامن کے دل میں ایک عجیب سی ٹیس ابھری، اور آنکھوں میں نمی اتر آئی جیسے کوئی درد اس کے وجود کو بھی چھو گیا ہو۔

نورم کی سسکیاں ضامن کے دل پر گراں گزر رہی تھیں۔ وہ اب بھی اس کے سینے سے لگی کانپ رہی تھی، جیسے خوف کی لہریں ابھی اسے آزاد نہیں کر رہیں۔ ضامن نے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دھیرے سے بولا۔

نورم... میری طرف دیکھو۔

نورم نے آہستہ سے چہرہ اٹھا لیا، اس کی آنکھیں سرخ تھیں، بھیگی ہوئی، اور ان میں چھپا خوف صاف نظر آ رہا تھا۔

کیا ہوا تھا؟ کس نے... کچھ کہا تم سے؟

ضامن کے لہجے میں پہلی بار ایک شدت ابھری، ایک ایسا غصہ جو وہد با تو رہا تھا، مگر نورم کی حالت اسے بلا گئی تھی۔

باہر گئی تھی... بس... تھوڑا دل گھبرا رہا تھا... کچھ لڑکے... پیچھے پڑ گئے... کچھ عجیب باتیں کر رہے تھے... میں ڈر گئی زامن... بہت ڈر گئی۔ "نورم نے ہنسنے کی شکل آواز نکالی،

ضامن کی آنکھوں میں یکدم ایک شعلہ سا لپکا۔

کون تھے وہ؟ کہاں گئے؟

اس نے مٹھیاں بھینچ لیں، لیکن انگلی ہی لمحے نورم کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی اس کا غصہ ماند پڑ گیا۔ وہ جان گیا تھا اس وقت نورم کو غصے سے نہیں، سہارا دینے سے فرق پڑے گا۔

اس نے نرمی سے نورم کے آنسو صاف کیے۔

نورم... اب تم اکیلی نہیں ہو۔ یہ جگہ نئی ہے، لوگ اجنبی ہیں، مگر میں تمہارے ساتھ ہوں... ہر وقت، ہر پہل۔

نورم نے بے یقینی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

کیوں؟ تم کیوں اتنا خیال رکھ رہے ہو میرا؟

ضامن لمحے بھر کو خاموش ہوا، پھر گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔

کیونکہ تم میری ذمہ داری ہو... اور شاید... شاید اس سے بڑھ کر بھی کچھ ہو، جو مجھے اب سمجھ آنے لگا ہے۔

نورم کی نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں۔

کچھ لمحے دونوں خاموش رہے۔ پھر ضامن نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

نورم نے سر ہلایا، اور پہلی بار اس کے دل میں ایک نرم سا احساس ابھرا۔ جیسے وہ ٹوٹے بکھرے خوابوں کے درمیان، کسی محفوظ چھت تلے آگئی ہو۔

نورم اب بھی سہمی ہوئی تھی، مگر ضامن کے لفظوں نے جیسے ایک نرم کبل سا اس کے گرد لپیٹ دیا تھا۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی، مگر لب کپکپا رہے تھے۔

... ضامن نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے آہستگی سے اس کے چہرے کی طرف ہاتھ بڑھایا، ڈرپوک کہیں کی

مسکرا کر کہا، مگر آنکھوں میں نرم سادہ تھا۔

... نورم نے ہلکی سی خفگی سے اسے دیکھا، میں ڈرپوک نہیں ہوں... بس وہ لوگ

وہ لوگ میرے ہوتے ہوئے تمہیں چھو بھی نہیں سکتے، نورم۔

ضامن نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا، تم جانتی ہو، بچپن سے میں نے تمہیں ہر چیز سے بچایا ہے، خود سے بھی۔

نورم نے نظریں چرائیں، تم خود سے کب بچاتے ہو ضامن؟ تم تو خود سب سے خطرناک ہو۔

ضامن کے لبوں پر شرارتی سی مسکراہٹ پھیل گئی، ہاں، لیکن تمہارے لیے دل نرم ہے نا... اور تم جانتی ہو، مجھے تمہارے آنسو بالکل نہیں برداشت۔

نورم کی پلکوں پر ٹھہرے آنسو ضامن کے انگوٹھے نے نرمی سے سمیٹ لیے۔

بس کرو اب رونا، ورنہ مجھے گلہ ہو جائے گا تم سے کہ تم مجھے بھول گئیں... ضامن کو... جو تمہیں ہمیشہ ہنسانا رہا، لڑاتا رہا... اور شاید... دل میں کہیں تم سے۔۔۔

چپ۔۔ نورم نے تیزی سے اس کے لب پر انگلی رکھ دی۔

دونوں کی سانسیں رک گئیں۔

ضامن نے آہستہ سے اس کی انگلی کو تھاما، اور پھر نرمی سے اپنے سینے پر رکھا، اب یہاں ہو، تو بس یہیں رہنا... یہاں کچھ نہیں بُرا ہوگا، وعدہ۔

نورم اس کی قربت میں تھوڑا اور سمٹ گئی۔

پہلی بار لگا ہے... کہ میں محفوظ ہوں، اور مکمل بھی۔

ضامن نے دھیرے سے اس کی پیشانی کو چومنا، ہمیشہ رہو گی، نورم۔ کیونکہ یہ دل... اب صرف تمہارے لیے دھڑکتا ہے۔



نورم چپ چاپ بیڈ پر آ بیٹھی تھی۔

تھکاوٹ، الجھن، اور دل کی وہ انجانائی نکلتی اس کے چہرے پر لکھی جاسکتی تھی۔

اس نے اپنے گھٹنے سمیٹ کر ٹھوڑی ان پر رکھ دی۔

NOVEL-E-MEHAR

آنکھیں نیم وا، خیالوں میں کہیں دور... پر ضامن سے قریب تر۔

ضامن کمرے میں آہستہ آہستہ ٹہل رہا تھا۔

موبائل کان سے لگا ہوا تھا، اور آواز میں ایک خاص سا نرم لہجہ تھا۔

جی ماما... سب ٹھیک ہے، جی، بالکل... نہیں، وہ تھک گئی ہے شاید، سو گئی ہے۔

نورم کی پلکیں اٹھیں۔

؟

... یعنی سامنے جو کھڑا ہے، وہ بیٹا بھی ہے

... جو ماں سے ویسا ہی محبت سے بات کرتا ہے جیسے

کیف کرتے تھے؟

سوچ آتے ہی دل جیسے لرز گیا۔

ضامن فون پر ہنسا، جیسے ماں کی کوئی بات اسے بھاگتی ہو۔

پھر وہ آہستہ قدموں سے بالکنی کی طرف بڑھ گیا۔

نورم کی نظراس کے قدموں کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

جب وہ شیشے کے پار، بالکنی میں جا کر رکا، تو نورم کی نظریں بھی وہیں ٹھہر گئیں۔

دل نہ چاہتے ہوئے بھی اسے دیکھ رہا تھا۔

جیسے ضامن کی موجودگی... ایک نئی حقیقت بن رہی ہو۔

کچھ لمحے بعد، ضامن نے جیسے اس کی نظریں محسوس کیں۔

وہ پلٹنا، فون ابھی کان سے لگا ہوا تھا، مگر نگاہ سیدھی نورم کی آنکھوں سے جا ملی۔



اس نے ہلکے سے بھنویں چڑھائیں، اور کندھے اچکا کر پیچھے سے اشارہ کیا، جیسے کہہ رہا ہو۔ کیا ہوا؟

نورم کا دل ایک لمحے کو زور سے دھڑکا۔

وہ جھینپ کر نظریں جھکا گئی۔

چہرہ تھوڑا سا اور گھٹنوں میں چھپا لیا۔

زبان خاموش رہی، لیکن دل کی دھڑکنیں بولنے لگیں۔

نورم نے فوراً کمر میں خود کو لپیٹ لیا کیونکہ اسے خوف تھا کہ ضامن یہ نہ پوچھے کہ وہ اسے کیوں دیکھ رہی تھی یا اس کے دل میں کیا چل رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کا راز اور اس کی الجھن باقی رہے، اور ضامن کو کچھ نہ پتہ چلے۔

ضامن کمرے میں آیا اور کال ختم ہونے کے بعد فوراً نورم کی حالت کو محسوس کیا۔ وہ حیران تھا کہ نورم اتنی تیزی سے کمر میں کیوں سمٹ گئی تھی، مگر اس نے کچھ نہ کہا۔ اس کے ذہن میں ایک سوال تھا، کیا ہوا؟ لیکن وہ نہیں پوچھنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کچھ لمحوں کے لیے نورم کو وقت چاہیے تھا۔

وہ آہستہ آہستہ بیڈ کے قریب بیٹھا اور نورم کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا، کیا تم ٹھیک ہو؟

نورم نے چپ چاپ رہتے ہوئے کبل کے اندر اپنا چہرہ اور چھپایا، دل میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ ضامن کچھ نہ جانے اور بس اسے اکیلا چھوڑ دے، لیکن دل میں ایک گہری الجھن تھی کہ وہ اسے کیوں نہیں روک پارہی تھی۔

ضامن کی نظر بس اب بھی نورم پر تھیں، اور وہ محسوس کر رہا تھا کہ کچھ ایسا ہے جو وہ چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ اس کے قریب آیا اور پھر سے بولا، اگر تم چاہو تو بات کر سکتی ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔

نورم کے دل میں گہرا اضطراب تھا، مگر وہ کچھ نہ بول سکی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ کچھ کہے، مگر زبان گنگ تھی۔

اس لمحے ضامن نے پھر سے ایک سوال کیا، تم واقعی ٹھیک ہو؟ اور یہ سوال شاید نورم کی دل کی کیفیت کو مزید بڑھا گیا۔

نورم اچانک کبل کی طرف جھٹک کر اٹھی۔

آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں، سانس تیز تیز چل رہا تھا، اور چہرہ جیسے کسی اندرونی طوفان کا پتادے رہا تھا۔

بس کرو ضامن۔

وہ چلائی، آواز میں گھٹن، غصہ، دکھ، سب کچھ شامل تھا۔

تمہیں لگتا ہے ناکہ سب ٹھیک ہو جائے گا؟ نہیں ہو گا۔

ضامن حیران رہ گیا۔ وہ لمحہ بھر کو سانس نہ لیا، جیسے اس دھماکے کی توقع نہ ہو۔

نورم کی آنکھوں سے بے تحاشہ آنسو بہنے لگے۔

... تمہاری وجہ سے وہ مجھ سے دور ہو گئے

اس کی آواز ہلکی ہو گئی لیکن دکھ سے جھگی ہوئی۔

وہ چلے گئے... اس دنیا سے... اور تم یہاں ہر روز میرے آس پاس گھومتے ہو جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

وہ لڑکھڑا کر بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی، دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا۔

میں چاہ کر بھی بھول نہیں سکتی، ضامن... میں کیسے بھول جاؤں؟

ضامن کی سانس جیسے رک گئی۔

وہ کچھ کہنے کے لیے آگے بڑھا، مگر لفظ حلق میں اٹک گئے۔

وہ صرف نورم کو دیکھتا رہا، جو ٹوٹ کر بکھرتی جا رہی تھی، اور شاید پہلی بار، وہ سچ میں اس کے درد کو سمجھنے لگا تھا... مکمل اور مکمل طور پر۔

نورم نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر ایک پل کو ضامن کی طرف دیکھا۔

نم آنکھوں میں ایک اذیت چھپی ہوئی تھی... دل کا بوجھ، جو اب لبوں پر آہی گیا۔

میں... میں کیف سے محبت کرتی ہوں، ضامن۔

اس کی آواز میں کچکا پٹ تھی، مگر سچ بولنے کا حوصلہ بھی۔

اگلے ہی لمحے، ضامن جیسے پھٹ پڑا۔

آنکھوں میں وہ چمک آگئی تھی جو محبت میں جنون بن جائے، اور دل میں جیسے آگ دکھ اٹھی ہو۔

وہ ایک پل میں اس کے قریب آیا اور دونوں بازوؤں سے اسے سختی سے پکڑ کر اپنے قریب کر لیا۔

اتنا قریب کہ نورم کو اس کی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس ہوئیں گرم، بھاری، تیز ہوتی ہوئی۔

... آج کے بعد

ضامن کی آواز غصے سے بھری، مدھم مگر پراثر تھی، یہ نام... یہ کیف کا نام تمہاری زبان پر نہ آئے نورم۔

اس کے لفظوں میں لرزش تھی، لیکن وہ لرزش جذبات کی شدت سے تھی۔

وہ میرا بھائی تھا۔

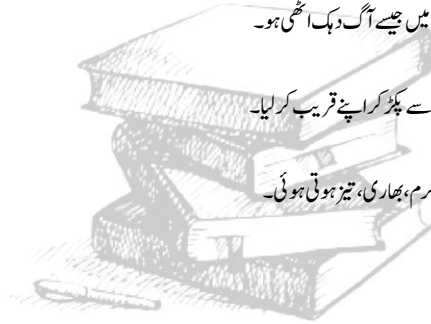
وہ دانت پیستے ہوئے بولا، میں اس سے محبت کرتا ہوں۔

لیکن تم... تم صرف میری ہو تم صرف ضامن شاہ سے محبت کر سکتی ہو، اور کوئی راستہ نہیں... کوئی دوسرا نام نہیں۔

نورم دم بخود سی رہ گئی۔

اس کی پلکیں لرزنے لگیں، دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

... ضامن کی آنکھوں میں وہ گہرا، جھنجھوڑ دینے والا جذبہ تھا



NOVEL E MEHAR

جو چاہنے اور پالینے کے درمیان کی سرحد کو مٹا دیتا ہے۔

... ایک لمحے کو وقت تھم سا گیا بس وہ وہ وجود تھے، ایک سانس لیتا ہوا، دھڑکتا جنون

اور ایک... ٹوٹی بکھرتی محبت۔

نورم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں، ضامن کی گرفت میں وہ ہلکی سی کانپی، اور پھر جیسے سسکیاں اس کے لبوں سے آزاد ہو گئیں۔

وہ رونے لگی... بے آواز مگر ٹوٹ کر، جیسے برسوں کی کوئی تھمی ہوئی طغیانی آج باہر نکل آئی ہو۔

ضامن نے فوراً تود کو پیچھے کیا، اس کی آنکھوں میں شدت اب نرمی میں بدل چکی تھی۔

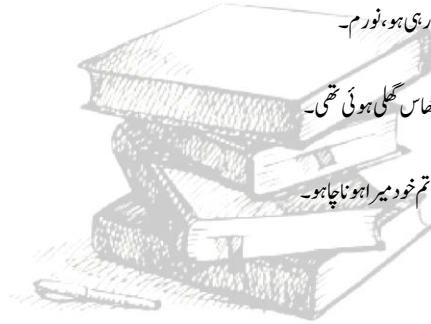
چہرے پہ غصے کا سایہ تو تھا، مگر دل کی دھڑکن جیسے ایک لمحے میں بدل گئی ہو۔

تم بار بار میرے جذبات کو، میری چاہت کو... میرے جنون کو آزما رہی ہو، نورم۔

اس نے دھیرے سے کہا، آواز میں تھکن، درد اور خالص محبت کی مٹھاس گھلی ہوئی تھی۔

میں نہیں چاہتا کہ تمہارے ساتھ کوئی تھتی کروں... میں چاہتا ہوں تم خود میرا ہونا چاہو۔

وہ جھک کر اس کے آنسوؤں کو دیکھتا رہا۔



NOVEL-E-MEHAR

مجھے مجبور مت کرو، نورم... کہ میں وہ بن جاؤں، جو کبھی بننا ہی نہیں چاہتا تھا۔

نورم نے چہرہ اٹھایا، سوچی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

ضامن کے لہجے کی نرمی، اور آنکھوں کا بے بس جنون، اس کے اندر کوئی دیوار توڑ گیا۔

اور وہ... پھر سے رودی۔

لیکن اب کی بار... ان آنکھوں میں تھوڑا سا بوجھ ہلکا تھا، اور دل... کچھ کم ضدی۔

!!ماضی

نورین کا گلارندھ گیا، آواز جیسے اندر ہی کہیں دفن ہو گئی ہو۔

صارم نے ماں کا ہاتھ تھام کر نرمی سے دبا دیا، ماما... آپ ہمیں بتائیں، ہم سننے کے لیے تیار ہیں۔

کیا ہوا ہے ایسا آپ کے ساتھ جو آپ اس قدر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔۔۔

نورین کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

تمہاری ماما رابعہ... میری سب سے قریبی دوست تھی۔ ہم ایک دوسرے کے ہر راز سے واقف تھے۔ لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ وہی دوست... میری پیٹھ میں چھرا گھونپے گی۔

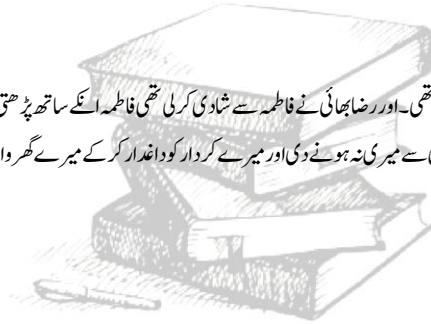
سنا کا سانس رک گیا، رابعہ ماما نے؟

نورین نے سر جھکا لیا، ہاں... میں اور مصطفیٰ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ ہمارا شنتے طے ہونے ہی والا تھا کہ تمہاری ماما نے اچانک میرے کردار پر انگلی اٹھادی۔

صارم کی آنکھوں میں دکھ اور غصہ ایک ساتھ ابھرا۔

کیوں؟ ایسا کیوں کیا انہوں نے؟

کیونکہ وہ رضابھائی سے محبت کرتی تھی... میں اس بات سے انجان تھی۔ اور رضابھائی نے فاطمہ سے شادی کر لی تھی فاطمہ انکے ساتھ پڑھتی تھی۔ وہ برداشت نہیں کر سکی۔ بدلہ لیا اس نے... میرے بھائی نے اس سے شادی نہ کی تو اس نے بھی اپنے بھائی سے میری نہ ہونے دی اور میرے کردار کو داغدار کر کے میرے گھر والوں کو مجبور کر دیا کہ میری شادی ایک عمر میں بڑے شخص سے کر دیں۔



ثناء کی آنکھوں سے خاموشی سے آنسو بہنے لگے۔

نورین کا لہجہ تھر تھرا گیا، تم جانتے ہو کسی اذیت ہوتی ہے؟ جب تمہارا خواب، تمہاری محبت، تمہاری دوست، سب ایک ہی وار میں چھین جائیں؟

جب انسان کا کردار اسکے گھر والوں کی ہی نظروں میں مشتوق ہو جائے تو موت بہتر لگتی ہے۔۔۔

لیکن مجھے تو موت بھی نہ آئی۔۔۔

... صارم نے ماں کے قدموں پر سر رکھ دیا، ماما... ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ آپ نے اتنا کچھ سہا ہے

نورین نے ہلکے سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، بس... اب تم لوگ سمجھ گئے ہونا... کیوں میں رابعہ اور اس کی بیٹی سے نفرت کرتی ہوں؟ کیوں میں چاہتی ہوں کہ تم لوگ اپنے حق کی جنگ لڑو؟

سنانے ماں کے ہاتھ تھام لیے، ہم ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں، ماما... اور اب کسی کو آپ کا درد نظر انداز نہیں کرنے دیں گے۔

رات کا سناٹا کمرے میں اترا آیا تھا۔ نورین اب کچھ حد تک پرسکون ہو چکی تھیں، لیکن چہرے پر اُداسی کی گہری پڑ چھائیاں تھیں۔ صارم ان کے قدموں میں اور ثنا پہلو میں بیٹھی تھی۔

صارم نے جھجکتے ہوئے سوال کیا،

ماما... کیا یہ رضاماموں کی دوسری شادی ہے؟ رابعہ ماما سے؟ پہلے ان کی شادی فاطمہ نام کی جس خاتون کا آپ نے ذکر کیا، ان سے ہوئی تھی؟

نورین نے خاموشی سے سر ہلایا،

ہاں... وہ بہت اچھی تھیں... بہت زیادہ۔

ثناء نے نرمی سے پوچھا، پھر وہ کہاں چلی گئیں؟ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی کیا؟

نورین کی آنکھوں میں پرانے زخم جاگ اٹھے، لیکن اب وہ سب کچھ ثناء اور صارم کے سامنے کہہ چکی تھیں۔ ان کے چروں پر حیرت، دکھ اور خاموشی پھیلی تھی... اور نورین کے چہرے پر جیسے برسوں کا بوجھ ہکا ہونے لگا تھا۔

نورین کی آواز میں تھکن تو تھی، مگر لہجہ اب صاف اور سنجیدہ ہو چکا تھا۔ لمحہ بھر خاموش رہنے کے بعد اس نے صارم کی طرف دیکھا، جو حیرت زدہ بیٹھا تھا۔

صارم... اُس نے آہستگی سے پکارا، اگر تم نورم سے شادی کر لو... تو بہت کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔

صارم کی آنکھوں میں الجھن ابھر آئی، کیا مطلب، ماما؟

نورین نے سانس بھری، ایک نظر ثناء پر ڈالی، پھر دوبارہ صارم کی طرف متوجہ ہوئیں، اگر تم نورم سے نکاح کر لو، تو... کیف کی منگنی ثناء سے ہو سکتی ہے۔ اور... ضامن بھی انا ہیہ کو قبول کرے گا۔ سب رشتے اپنی اپنی جگہ آجائیں گے، اور سب کچھ آسان ہو جائے گا۔

نورین نے لمحہ بھر کے لیے خاموشی چھائی، جیسے یہ ایک عام سی بات نہ ہو، بلکہ ایک ایسا بوجھ تھا جو نورین برسوں سے اٹھائے پھر رہی تھیں... اب اس بوجھ کو اتارنے کی کوشش میں تھیں۔

NOVEL-E-MEHAR

رات گزر چکی تھی۔ کمرے میں فجر کی روشنی نے دبے قدموں سے داخل ہونا شروع کر دیا تھا۔ آسمان پر ہلکی نیلاہٹ چھائی ہوئی تھی۔ خاموشی ایسی کہ جیسے وقت نے سانس لینا چھوڑ دیا ہو۔

نورین اپنے بستر پر گہری نیند میں تھیں، چہرے پر وہی تھکن جو رات کے آنسو دے جاتے ہیں۔ ثناء ان کے پہلو میں، ماں کے وجود سے لگی، سکون کی تلاش میں سو رہی تھی۔

قالین پر، چادر لپیٹے، صارم بے خود سا لیٹا تھا۔ آنکھوں میں نیند کم، اور سوچیں زیادہ تھیں۔

پلکوں میں ہلچل ہوئی، جیسے دل میں کوئی سوال کروٹ لے رہا ہو۔ آہستہ سے آنکھیں کھولیں، اور ایک نظر ماں اور بہن پر ڈالی۔ وہ لمحہ کچھ کہہ گیا... کچھ ایسا، جو زبان پر نہیں آتا۔

وہ اٹھا، چادر کو سینٹا، اور دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھا۔ جاتے جاتے ایک آخری نظر ماں پر ڈالی... اور پھر آہستگی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

قدم آہستہ تھے... لیکن دل کی دھڑکن تیز۔ گھرا بھی جاتا نہیں تھا... لیکن صارم کی روح بہت پہلے جاگ چکی تھی۔

صارم دروازہ بند کر کے اندر آیا۔ قدم جیسے کسی بوجھ تلے دبے جا رہے ہوں۔ وہ بستر پر بیٹھا، کندھوں سے جھکتا ہوا... جیسے روح تھک گئی ہو۔

کمرے میں ہلکی روشنی تھی۔ دیوار پر لٹکی گھڑی کی ٹک ٹک... دل کی دھڑکن سے ہم آہنگ لگ رہی تھی۔

... اس نے نظریں جھکائیں، اور لمبے بھر میں

ایک چہرہ ذہن میں ابھرا۔

سفید شفون کے دوپٹے میں لپیٹی ہوئی، شرمیلی سی مسکراہٹ، نیچے جھکی نظریں... اور ہنسی کے پتھو وہ گہرے رازوں والی خاموشی۔

کیسے کہوں... وہ خاموش سی لڑکی میرے اندر شور مچا گئی ہے۔"

"اس کے نام میں کچھ ہے... کچھ ایسا جو لفظوں میں نہیں سمویا جاسکتا۔

اس کی آنکھیں نم ہو گئیں، مگر وہ ہنسا وہی اداس سی ہنسی جو اکثر محبتوں کے نصیب میں لکھی جاتی ہے۔

اور ماما چاہتی ہیں... میں نورم سے شادی کر لوں؟"

کیا وہ دیکھ نہیں سکتیں... میرے دل میں کسی اور کا گھر ہے؟

"حور یا کوچا ہنا، میری کمزوری نہیں... میرا حق ہے۔

... وہ اٹھا، الماری کھولی، ایک ڈائری نکالی

اور اس پر آہستہ سے لکھا

NOVEL-E-MEHAR

"... تمہاری آنکھوں کی خاموشی، میرے دل کا سب سے اونچا شور ہے، حور یا"

... نورم سے شادی کر لوں "

"مگر... میں کیسے؟ کیسے کسی اور کا ہاتھ تھام سکتا ہوں جب دل... حور یا کے نام کی تسلیج پڑھتا ہے؟"

وہ رک گیا۔ دیوار سے ٹیک لگالی۔ آنکھیں بند کر کے، خود سے لڑتا رہا۔

کیا میں خود کو دھوکہ دے سکتا ہوں؟"

کیا محبت کو زبردستی چھینا جاسکتا ہے؟

"نہیں... نہیں۔ یہ میرے بس کی بات نہیں۔

to وہ بستر پر بیٹھا، خاموش تھا۔ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھک لیا۔

...ہو میں ایک کفکش تیر رہی تھی

جیسے کوئی فیصلہ چپکے سے اندر کہیں ہو چکا ہو۔

پردے ہلکی ہو میں جنبش کر رہے تھے۔ آسمان پر چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

ازلان کمرے کی روشنی مدھم کیے، فون تھامے، قدم قدم چلتے ہوئے دل کی دھڑکن سن رہا تھا۔

فون اٹھا کر حرملین کا نمبر ڈائل کیا۔ انگلیاں کانپ رہی تھیں، مگر دل ایک فیصلہ کر چکا تھا۔

کال کنیکٹ ہوئی۔۔۔

حرملین نرم سی آواز میں بولی

”ہیلو... ازلان؟“

ازلان مسکراتے ہوئے، تھوڑا جھجکتے بولا۔۔

کیسی ہو؟

NOVEL-E-MEHAR

حرملین... آج کی رات بہت خاص لگ رہی ہے۔“

”نہ جانے کیوں دل چاہا... صرف تم سے بات کروں۔“

حرملین ہنسی ہلکے سے۔۔۔

میں ٹھیک آپ سنائیں؟

”دل نے اجازت دی، یاد دل نے زبردستی کروائی؟“

ازلان نے آہستگی سے کہا۔

!! الحمد للہ ٹھیک



”دل نے شاید وہ مانگا ہے، جو لفظوں میں نہیں مانگا جاسکتا۔“

چند لمحوں کی خاموشی... جیسے سانسیں ختم گئی ہوں۔۔۔

ازلان آہستہ آواز میں سے بولا۔۔۔

”حرمین... میرے ماما باا بکل تمہارے گھر آنے کا سوچ رہے ہیں۔“

پتہ ہے، میں نے کتنی بار یہ لمحہ تصور میں جیا ہے۔

... لیکن اب... اب جب حقیقت بن رہا ہے

”تو دل بے قابو ہو رہا ہے۔“

حرمین سانس روک کر، دھیمی دھیمی بولی۔۔۔

”تو... کیسا لگ رہا ہے؟“

ازلان گہری آواز میں بولا

... جیسے کوئی خواب سچ ہونے جا رہا ہو“

”جیسے تمہارے نام کا لمس میرے نصیب پر لکھا جا رہا ہو۔“

حرمین خاموش رہی... اسکی سانسیں سنائی دے تھیں۔۔۔

ازلان آج پہلی بار، دل کھول کر بولا تھا۔

... حرمین... میں تمہیں صرف پسند نہیں کرتا،

میں تمہیں چاہتا ہوں... اپنی زندگی کے ہر موسم میں، ہر لمحے میں،

بطور زندگی... اپنا سفر بنانا چاہتا ہوں۔

کیا... کیا تم میرا بننا چاہو گی؟” حرمین کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، وہ مسکرا رہی تھی، رو بھی رہی تھی۔۔۔

حرمین مدھم آواز میں بولی۔۔۔



NOVEL-E-MEHAR

ازلان... یہ لمحہ... شاید میری دعاؤں کا جواب ہے۔“

”ہاں... میں اپنی ہوں... ہمیشہ سے، اور ہمیشہ کے لیے۔

دونوں طرف خاموشی... اور پھر ایک ساتھ ہلکی سی ہنسی۔۔۔

...کال کٹ نہیں ہوئی

بس وقت رک سا جاتا ہے۔

کمرے میں خاموشی تھی۔

میز پر ایک جلتی شمع کی لو ہلکی ہلکی لرز رہی ہے،

اور سامنے رکھے کاغذ پر کیف کا ہاتھ چل رہا ہے جیسے ہر لفظ دل سے نکل رہا ہو۔

...وہ سفید ڈائری کھولے بیٹھا تھا

... اوپر تاریخ لکھی

”مارچ، رات 11 2:06“

NOVEL-E-MEHAR

پھر کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا، اور آہستہ آہستہ لکھنا شروع کیا۔۔۔

...کچھ رشتے لفظوں کے محتاج نہیں ہوتے“

بس سانسوں کے بیچ چھپے رہتے ہیں۔

... نورم

تم میری زندگی کی وہ دہا عا ہو، جو میں نے کبھی مانگی نہیں... مگر دل نے ہمیشہ کی۔

تمہیں چاہنا... شاید گناہ ہے، شاید حماقت... مگر یہ جذبہ میرے بس میں کب رہا؟

تم صامن کی ہو... تمہاری ہنسی میں اس کا عکس ہے، مگر میری خاموشی میں صرف تم ہو۔

... میں تمہیں چھونا نہیں چاہتا

"بس دعا بن کر تمہارے چاروں طرف رہنا چاہتا ہوں۔"

... پھر ایک شعر لکھا

... کچھ خواب کبھی خواب ہی رہتے ہیں

... مگر ان کی خوشبو عمر بھر ساتھ رہتی ہے

تم میری خوشبو ہو... نورم... تم میری سیاہ بختی کا روشن نام ہو۔

کیف نے قلم رکھ دیا... آنکھیں بند کیں... جیسے وہ ان سب لفظوں کے بوجھ سے آزاد ہو رہا ہو۔ ایک لمحہ ایسا آجیب وہ صرف نورم کی تصور کو دیکھ رہا تھا... اور ہلکے سے مسکرا دیا، اور ایک آنسو گال پر بہہ نکلا۔



صامن بیڈ پر لیٹا تھا، ماتھے پر ہلکا بخار تھا۔

نورم کمرے کے دروازے پر کھڑی ہے، ہاتھ میں ایک چھوٹا سا تھرمس۔

"تائی نے کہا تھا شور بہ دے دوں... ویسے طبیعت کچھ سنبھلی؟"

NOVEL-E-MEHAR

صامن نے تھوڑا سا سر ہلایا۔

نورم تھرمس ٹیبل پر رکھ کر پلٹنے لگتی ہے، کہ کیف دروازے پر آتا ہے۔

"نورم، تیار ہو؟ یونیورسٹی چھوڑنے چاہا ہے تمہیں سچا ہے۔"

"جی... بس ماما سے کہہ دوں، پھر چلتے ہیں۔"

آن کیا، ایک ہلکا سا کلاسیکل انسٹرومنٹل بج رہا تھا۔ FM گاڑی میں خاموشی تھی۔ کیف نے

"پڑھائی کیسی بچا رہی ہے؟"

"بہت اچھی۔"

وہ گردن کو داسے بائے گھومتی بولی۔

"اچھی بات ہے... پیپر زکب تک ہیں؟"

اپریل تک۔۔

!! اچھا جی

نورم خاموش ہو گئی۔ باہر درختوں کی چھاؤں، چلتی ہوا، اور خاموشی کے بیچ کچھ ان کے لمحے گزر رہے تھے۔

صبح کی دھوپ نرم سی تھی، سڑک کے کنارے درخت تیزی سے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

گاڑی کا شیشہ آدھا کھلا تھا، ہوا نورم کے بالوں کو ہلکا ہلکا اڑا رہی تھی۔

...کیف ڈرائیو کر رہا تھا، نظریں سڑک پر، مگر چہرے پر وہی مخصوص سکون

"یہ موسم... پتہ نہیں کیوں، بہت کچھ یاد دلاتا ہے۔"

نورم باہر دیکھتے بولی۔۔۔

"کیا یاد دلاتا ہے؟"



"بس... بچپن۔ جب ہم سب مل کر اسکول جاتے تھے۔ آپ ہمیشہ سب سے خاموش ہوتے تھے۔"

"خاموشی ضروری ہوتی ہے... تاکہ کچھ خاص بلبل دل میں محفوظ رہ سکیں۔"

نورم ایک لمحے کو کیف کو دیکھتی ہے۔

وہ سادہ سی بات کہہ کر پھر سڑک پر نظریں جما گیا، جیسے کچھ کہانی نہ ہو۔

نورم کی آنکھیں کچھ بل کیف کے چہرے پر نکلی رہتی ہیں۔

...پتہ نہیں کیوں... جب یہ بولتے ہیں، تو دل جیسے رک سا جاتا ہے"

"یہ خاموشی... اس کی باتیں... مجھے الجھا دیتی ہیں۔"

گاڑی کے اندر ہلکی سی خوشبو ہے — شاید کیف کے پرفیوم کی یا اس لمحے کی۔

"آپ کے بالوں میں اب ہلکی ہلکی چاندی سی چمک رہی ہے... پتہ بھی ہے؟"

"تو پھر اب بوڑھا سمجھا جائے؟"

"نہیں... لیکن کچھ لوگ وقت کے ساتھ اور خاص ہو جاتے ہیں۔"

کیف کی مسکراہٹ دھیمی ہوگی... اور نورم کی نظریں دوبارہ کھڑکی سے باہر، لیکن اب اس کے دل میں کچھ ہل رہا ہوتا ہے... ایک انجانا سا جذبہ، جو کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔

صبح کا وقت تھا، سورج کی نرم روشنی کمرے میں پھیل رہی تھی اور ہر چیز پر ایک نئی زندگی کا احساس ہو رہا تھا۔ حرین بیدار ہوئی۔ اس نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر چھت کی طرف دیکھا۔ دل میں ایک عجیب سی گہری کیفیت چھا رہی تھی، جیسے کچھ خاص ہونے والا ہو۔ آج وہ دن تھا جب ازلان کے گھر والے، اس کے لیے رسمی طور پر رشتہ لینے آرہے تھے۔

حرین آہستہ سے بستر سے اٹھی، اپنی نظر کھڑکی کی طرف دوڑائی جہاں سے روشنی داخل ہو رہی تھی۔ دل میں کچھ ہلچل سی تھی۔ اس نے اپنی گردن گھما کر آئینے کی طرف دیکھا، پھر اپنی آنکھوں میں جھانک کر ایک طویل سانس لی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی لالی تھی، جیسے وہ اپنی آنے والی زندگی کے بارے میں سوچتے ہوئے کچھ لمحوں کے لیے مسکرائی ہو۔

اس نے دل ہی دل میں کہا اور پھر ازلان کا خیال آتے ہی اس کا دل دھڑکنے لگا۔ ازلان کے بارے میں سوچنے ہی اس کے چہرے پر ایک نرم سی "آج یہ سب حقیقت بننے والا ہے،" مسکراہٹ پھیل گئی۔

اسے یاد آیا کہ کل رات وہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر ازلان کی باتوں کے بارے میں سوچ رہی تھی، اور اس کی دل کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ شاید وہ اس کے لیے نہیں، مگر پھر بھی کچھ خاص بات تھی جو اس کے دل کو بے چین کیے جا رہی تھی۔ آج جب ازلان کے گھر والے آرہے ہوں گے، تو وہ اس کے بارے میں مزید سوچے گی، لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا۔

حرین نے آئینے میں خود کو ایک آخری بار دیکھا، اور پھر باہر کی طرف چل دی، دل میں ایک نیا جذبہ اور ایک ہلکی سی بے چینی کے ساتھ، جیسے اس کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہونے والا ہو۔

کمرے میں ہلکی ہلکی خوشبو مہک رہی تھی گلاب اور چندن کی ملی جلی خوشبو، جو حرین کی پسندیدہ تھی۔ سامنے میز پر مہندی کی خوش رنگ کوزہ، ہلکی جیولری، اور نئے جوڑے کا سوٹ سلپتے سے رکھا تھا۔

حرین آئینے کے سامنے بیٹھی تھی، اور پیچھے کھڑی حور یا اس کے بال سنوار رہی تھی۔ شوخ ہنسی اس کی زبان پر تھی، اور آنکھوں میں اپنی بہن کے لیے چمک۔

حور یا نے مسکراتے ہوئے کہا، اور ایک جھمکا کر حرین کے کان میں ٹانکا۔ "تم اتنی نرم کیوں ہو؟ جیسے شادی آج ہی ہو رہی ہو"

"بتائیں... دل عجیب سا ہو رہا ہے۔ ازلان کے گھر والے... وہ سب آئیں گے، اور... اور میں بس، بس یہ سب محسوس کر رہی ہوں۔" حرین نے آہستہ سے کہا،

"محسوس نہیں کر رہی، بی بی! تم تو پوری محبت میں ڈوبی ہوئی ہو۔" حور یا نے شرارت سے ایک آنکھ دبائی،

حرمین شرمناک رہی، مگر نظریں آئینے میں اپنے عکس پر جم گئیں— آج وہ سادہ سی لڑکی نہیں لگ رہی تھی، آج اُس کی پلکوں پر خواب تھے، اور ہونٹوں پر خاموش دعائیں۔ "حوریا!"

"بس تھوڑا سا بلش لگا لوں، ویسے بھی تمہارا چہرہ تو پہلے ہی ازلان بھائی کا نام سن کر گلاب ہو جاتا ہے۔" حوریا نے اس کے دوپٹے کو آہستہ سے سنوارا،

حرمین نے آنکھیں بند کر لیں جیسے ازلان کا نام لہوں پر آتے ہی سانسیں رک سی گئی ہوں۔

. حوریا پیچھے ہٹی، اُسے سر سے پیر تک دیکھا، اور بولی

. ماشاء اللہ، میری بہن تو دل لے جائے گی آج... لیکن خبردار جو مجھے بھولا"

"تم تو میری سانسوں میں ہو، تمہیں کیسے بھول سکتی ہوں؟" حرمین نے نظریں اٹھائیں، اور آہستہ سے مسکرا دی۔

حوریا نے اُسے گلے سے لگالیا۔

ایک پل بہنوں کے درمیان خاموش، پُر محبت جیسے وقت ختم گیا ہو، صرف جذبات کی زبان بولی جا رہی ہو۔

صبح کی نرم روشنی کھڑکی سے کمرے میں جھانک رہی تھی، مگر ازلان تو سورج سے پہلے جاگ چکا تھا۔ آئینے کے سامنے کھڑا اپنی ہلکی سی داڑھی پہ ہاتھ پھیر رہا تھا، بالوں کو سینٹ کرتا جا رہا تھا اور چہرے پر وہی ازلان والی شوخی بھری مسکراہٹ تھی جو چھپائے نہیں چھپتی تھی۔

آج وہ دن ہے... جب حرمین کے سامنے رسمی طور پر جاؤں گا۔ اُس نے خود سے کہا اور ہنسنے ہوئے نیچے کی طرف دوڑ گیا۔

کچن، لاؤنج، اور پورچ میں ایک الگ ہی رونق تھی۔

ازلان خود ہی ہاتھ میں ایک لمبی فہرست لیے ادھر ادھر بھاگ رہا تھا۔ پھولوں کی تازہ کلیاں... سفید، گلابی اور نیلے پھول، مٹھائی کا ڈبہ... خاص طور پر وہی جس میں حرمین کو پسندیدہ گلاب جامن اور چم رگھی گئی تھیں، ایک چاکلیٹ کی ٹوکری... نفاست سے سجائی گئی، ربن بندھی، پھولوں کی ٹوکری... تاکہ ماما بابا کو بھی خوش کیا جاسکے۔

ازلان نے سب کچھ خود بازار سے لاکر اپنی مگرانی میں سجایا۔

یہ رنگ تو حرمین کی چُننی جیسے لگتے ہیں... وہ چاکلیٹ کی ٹوکری پر ربن باندھتے ہوئے بولا، پھر دل ہی دل میں شرماسا گیا۔

"پہلی بار دیکھا ہے تمہیں اس قدر سنجیدگی سے کسی کام میں لگے ہوئے۔" افتخار علوی، ازلان کو دیکھ کر مسکرا پڑے،

"بابا... آج دل کہہ رہا ہے کہ ہر چیز مکمل ہو، ہر شے خاص ہو۔" ازلان ہنسا،

"ازلان بہنا، وہ جو کھجور کی مٹھائی مانگوئی تھی حرمین کے لیے، وہ رکھ لی ہے نا؟" شفق علوی باورچی خانے سے آواز لگا رہی تھیں،

"!جی ماما! وہ بھی، اور ساتھ اُس کا پسندیدہ بادام دودھ بھی، تاکہ سب پہ واضح ہو جائے... کہ مجھے اس کی ہر بات یاد ہے" ازلان دوڑتا ہوا آیا،

کمرے میں واپسی پر، وہ چاکلیٹ کی ٹوکری تھامے کچھ لمحے ٹھہر گیا۔

"آج صرف رشتہ نہیں، دل دینے جا رہا ہوں... دعائیں دینا اللہ یہ سفر ہمیشہ کے لیے ہو۔" پھر دھیرے سے بولا،

جگ لگایا۔ اس نے فوراً گال اٹھالی۔ "ماہر بھائی! ازلان آئینے کے سامنے آخری بار اپنی شرٹ کو درست کر رہا تھا جب موبائل فون کی اسکرین پر

ازلان پر جوش لہجے میں بولا

"!اسلام ٹائیگر! کیا حال ہے آپ کا؟ ادھر تو تیا ریاں ممل، بس نکلنے ہی والے ہیں"

ماہر نے ہنستے ہوئے کہا،

"اور میرے چھوٹے شہزادے... کتنے رنگ لگائے ہیں آج خود پہ؟ تصویر بھیجیے ذرا، میں یہاں وردی میں گھوم رہا ہوں اور وہاں تم کسی فلمی ہیرو کی طرح چمک رہے ہو۔"

ازلان نے قہقہہ لگایا۔۔۔

"او بھائی! آج کا دن خاص ہے۔ میں اپنی ہونے والی بھانجی کے گھر رشتہ لے کر جا رہا ہوں۔ ذرا بھی معمولی تیاری کی ہوتی تو آپکو شرم آ جاتی چھوٹے بھائی پر۔"

واہ واہ! ایسی باتیں تو اب بگھارنے لگے ہو؟ گلٹا ہے پیار گہرا ہو گیا ہے۔"

"بس دیکھ، وہاں جا کے زبان نہ بند ہو جائے... اور ہاں، ماما بتا رہی تھیں بڑی چاکلیٹس جا رہی ہیں، ٹوکری سے چاکلیٹ نہ چرانا، سب اس کے لیے ہی رکھنا۔"

ازلان شرارت سے بولا

"!آپکو تو پتہ ہے، چاکلیٹ ہو یا دل، میں صرف اسی کو دے سکتا ہوں۔"

میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں، چھوٹے۔"

حرمین ایک معصوم دل کی لڑکی ہے... اور تو... دل کا راجہ ہے۔

"یاد رکھنا، صرف اچھے رشتے نہیں، خوبصورت برتاؤ نبھانا اصل کمال ہے۔"

آپ کی باتیں ہمیشہ دل میں اتر جاتی ہیں، بھائی۔"

"بس دعا کرنا کہ آج کا دن میری زندگی بدل دے... ایک خوشی، جو ہمیشہ کے لیے ٹھہر جائے۔"

ماہر مسکرایا،

تو بس جا... اور اُس کی مسکراہٹ اپنی قسمت میں لکھ۔"

... اور ہاں! واپس آ کے ساری تفصیل بتانا

"! سے چھٹی لے کر آنا پڑے گا تمہیں مرنا بنانے PMA ورنہ

ازلان قہقہہ لگا کر بولا۔

... قسم سے، ایسی دھمکیاں صرف آپ ہی دے سکتے ہیں! چلیں، اب نکلتا ہوں"

"! حرمین میرا انتظار کر رہی ہو گی شاید دل میں، شاید خواب میں

گر میوں کی دھوپ مدھم ہو چکی تھی، درختوں کی چھاؤں میں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا چل رہا تھا۔ دروازے پر چوکیدار مؤدب انداز میں کھڑا تھا۔ جیسے ہی ایک سادہ مگر خوبصورت سفید گاڑی حویلی کے گیٹ پر کی، چوکیدار نے فوراً دروازہ کھولا اور سلام کیا۔

گاڑی سے پہلے افتخار علوی اترے، سفید شلوار قمیض پر ہلکی خاک و اسٹ پینے، چہرے پر بردباری، اور آنکھوں میں نرمی۔ اُن کے پیچھے شفیق علوی اتریں، جنہوں نے نفیس سی ہلکے گلابی رنگ کی ساڑھی پہنی تھی۔ آنکھوں میں حیا، اور ہونٹوں پر شفیق مسکراہٹ تھی۔

سب سے آخر میں گاڑی سے ازلان اترے۔ آج وہ خاصا سنبھل کر تیار ہوا تھا۔ نیوی بلیو کرتا پاجامہ، نفیس کھیردی، اور بال سلیقے سے جھے ہوئے۔ ہاتھ میں دو ٹوکریاں تھیں ایک پھلوں کی، اور ایک چاکلیٹس اور میٹھیوں سے مزین۔ چہرے پر ہلکی سی خوشی کی لہر، اور دل میں ایک عجیب سی دھڑکن۔

دروازے پر گھر کی ملازمہ نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔

اور اندر کی طرف لے کے جانے لگی۔۔۔

شفیق بیگم نے ارد گرد کے ماحول کو سراہتی نظروں سے دیکھا۔

گھر کی کشادگی، درود پوار کی شان، صحن میں لگے سفید پھول، سب دلکش معلوم ہو رہے تھے۔

ملازمہ نے ادب سے رہنمائی کرتے ہوئے کہا۔

"آئیے، اندر بیچھک میں مصطفیٰ صاحب اور شریں بی بی وہاں منتظر ہیں اپ لوگوں کے۔"

سب آہستہ آہستہ اندر داخل ہوئے۔

بیٹھک کو سلیتے سے سجایا گیا تھا۔ دیوار پر مصطفیٰ اور شرین کی شادی کی پرانی تصویر لگی ہوئی تھی، درمیان میں گاؤں کے لگے تھے، اور قالین کی خوشبو سے ماحول معطر تھا۔

مصطفیٰ سفید کرتے میں، پر شکوہ انداز میں آگے بڑھے، اور افتخار کو گلے سے لگا لیا۔

مصطفیٰ بیگ نے آگے بڑھ کے گلے ملتے ہوئے کہا،

اسلام و علیکم کیا ہاں ہیں۔۔۔۔

بیٹھیں۔۔۔۔

بھابی آپ بھی بیٹھیں۔۔۔۔

اذلان نے آگے بڑھ کے مصطفیٰ سے مصافحہ کیا تو مصطفیٰ نے اسے اپنے برابر میں جگہ دی۔۔۔

مصطفیٰ نے مسکرا کر شرین کی طرف دیکھا،

"یہ رسم آشنائی ہی تو آج کل دلوں کی گہرائی لے جاتی ہے"

اذلان نے چپ چاپ سہلوں اور چاکلیٹس کی نوکری ملازم کے حوالے کی، اور خاموشی سے مصطفیٰ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں نیچی تھیں، مگر دل کہیں اُپر اُڑ رہا تھا شاید حرین کے خیالوں کی طرف۔

چائے کی خوشبو کمرے میں مہک رہی تھی۔ میز پر خشک میوے، بسکٹ، اور نمکور کھے تھے۔ دونوں خاندان رسمی انداز میں بیٹھے تھے، لیکن ماحول میں ایک فطری اپنائیت تھی۔

NOVEL-E-MEHAR

افتخار صاحب نے بات کا آغاز کیا، دھیمے، شائستہ لہجے میں۔

"مصطفیٰ بھائی... ہم اچکھو ذاتی طور پر تو جاننے نہیں لیکن رضا اور احمد میرے بہت قریبی دوست ہیں۔ آپ کی بیٹیاں بھی اپنی بیٹیوں جیسی ہی لگتی ہیں۔"

شفیق بیگم نے بات آگے بڑھائی،

حرین بہت بیماری پچی ہے، سلیتہ مند، بااخلاق۔ ہمارے دل کو وہ بھاگتی ہے۔ اذلان کو بھی ہم نے پہلی بار کسی کے لیے اتنا سنجیدہ دیکھا۔ تو ہم نے سوچا... کیوں نہ بات کورسم درواج کے "دائرے میں لے آئیں؟"

چند لمبے سکوت رہا۔ مصطفیٰ نے شرین کی طرف دیکھا، جو خاموش مسکرا رہی تھی، مگر آنکھوں میں نمی اور فخر کی ملی جلی چمک تھی۔

"... افتخار بھائی... یہ سب سن کر دل بہت خوش ہوا۔ آپ نے ہمیں قابل سمجھا، یہ ہمارے لیے باعثِ عزت ہے۔ حرین واقعی ہماری آنکھوں کا تارا ہے۔ لیکن"

وہ ڈرائے،

"فیصلہ اہم ہے۔ ہماری بیٹی ہے... اور بیٹیاں ہمیشہ ماں باپ کے دل کے بہت قریب ہوتی ہیں۔"

"جی بالکل، ہمیں اندازہ ہے۔"

شفق نے بات کو سمجھنے والے انداز میں کہا۔۔۔

مصطفیٰ خلوص سے بولے

"بس... ہم تھوڑا سا وقت چاہیں گے۔ کوئی انکار نہیں ہے، صرف چند دنوں کی مہلت، تاکہ حرمین سے بھی بات ہو، اور ہم دل سے اطمینان پاسکیں۔"

افتخار نے مسکرا کر سر ہلایا،

"وقت آپ کا حق ہے، اور ہم آپ کے فیصلے کا احترام کریں گے۔"

شریں بیگم نے محبت سے کہا،

"اور ہمیں بھی حرمین کو اپنے آپ سے دور کرنا اتنا آسان نہیں لگتا، مگر ازلاں میں ہمیں وہ خوبی نظر آتی ہے جو ہم اپنی بیٹی کے لیے چاہتے تھے۔"

محفل شائستگی، اپنائیت اور روایتی خلوص سے بھری ہوئی تھی۔

ازلاں خاموش بیٹھنا کچھ سن رہا تھا، مگر دل میں امید کی روشنی جگمگا رہی تھی۔

دوپہر کی نرم دھوپ کمرے کی کھڑکی سے چھن چھن کر اندر آرہی تھی۔ نیچے کے ڈرائنگ روم میں شفق، افتخار، مصطفیٰ اور شریں جو گفتگو تھے۔ ہلکی مسکراہٹیں، چائے کی بھاپ، اور شیرینی سے لبریز باتیں ماحول کو خوشگوار بنائے ہوئے تھیں۔

اوپر کمرے میں حوریا نے دروازے سے جھانک کر بہن کو دیکھا جواب بھی اپنے دوپٹے کے کنارے سنوارنے میں مصروف تھی۔

وہ چیخنے والے انداز میں بولی۔ "چلو بھی! مہمان نیچے بیٹھے ہیں، اور ماما کہہ رہی ہیں کہ تمہیں بلانا ہے۔ اتنا کیوں شر مار رہی ہو؟"

حرمین نے تھوڑا سا رخ موڑ کر آئینے میں دیکھا، پھر حوریا کو ایک نرم سا دھکا دیا۔

"چپ کرو... اور کوئی اُدھر تو نہیں ہے؟"

"بس وہی خاص مہمان جسے دیکھ کر تمہاری گالوں پر لالی چھا جاتی ہے" حوریا نے شرارتی انداز میں آنکھ دبا کر کہا،

"حوریا! حرمین نے ہلکا سا دوپٹہ منہ پر لے لیا،

حوریا نے اس کا ہاتھ تھاما اور دونوں بہنیں نیچے کی طرف بڑھیں۔ "چلو، اب ماما بلا رہی ہیں، آجھی جاؤ ورنہ میں تمہیں اٹھا کے لے جاؤں گی"

ازلان کی نظریں جیسے دروازے پر ہی مکی تھیں... جب سے شریں نے حرین کو بلوانے کا کہا تھا، وہ ہر آہٹ پر چونک اٹھتا۔ مگر جب وہ آئی... سفید اور ہلکے گلابی رنگ کے جوڑے میں لپٹی، جھکی نظریں، وہ ہلکی سی مسکراہٹ، اور دوپٹے کا ہر بار خود بخود چہرے پر آجانا... جیسے ازلان کے دل پر کوئی نرم سانفہ بچنے لگا ہو۔

اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آئی، دل بے ترتیب دھڑکنے لگا۔

”یہی ہے؟ واقعی یہی ہے؟“

دل نے جیسے اس کی تصدیق کی۔

جب حرین نے شفیق کے پاس بیٹھتے ہوئے سر جھکایا، ازلان کی نظریں ایک میل کو بھی نہ بٹیں۔ وہ ہر لمحہ اس کی حرکات میں کھوپا ہوا تھا۔ اس کی نرمی، اس کا انداز، اس کے جواب دینے کا ڈھنگ... ازلان کو ہر میل یہ یقین دلارہا تھا کہ جو خواب وہ دل میں بسائے بیٹھا تھا، وہ خواب آج حقیقت کی صورت اختیار کر رہا ہے۔

اسے یاد آیا... وہ بارہ کی شام، جب پہلی بار اس نے حرین کو دیکھا تھا۔ تب ہی دل نے کچھ کہا تھا... اور آج... آج تو دل جیسے دھڑکنے سے بھی انکاری ہو رہا تھا، بس سننا چاہتا تھا اس کی آواز، دیکھنا چاہتا تھا اس کا چہرہ، محسوس کرنا چاہتا تھا اس کی موجودگی۔

وہ اندر ہی اندر خود کو روک رہا تھا، سنبھال رہا تھا کہ کہیں جذبات چہرے پر نہ عیاں ہو جائیں... مگر حرین کی ایک نظر، ایک ہلکی سی جھجک، ایک ہلکی سی مسکراہٹ... اور ازلان کی دنیا سنورنے لگی تھی۔



”... یہ رشتہ... اگر جڑ گیا... تو میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہوگی“

یہ سوچتے ہوئے اس نے چپکے سے آنکھیں بند کیں... اور دل سے ایک خاموش دعا نکل گئی۔

حرین کی نظر بے اختیار ازلان پر پڑی، جو نیلے کرتے میں، ہلکی سی مسکراہٹ لیے، خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جیسے وقت ایک لمحے کے لیے رک گیا ہو۔ حرین کی پلکیں جھک گئیں، چہرہ سرخ ہوا۔

ازلان کا دل ایک بار پھر زور سے دھڑکا— وہ منظر جو صرف تصور میں تھا، آج حقیقت بن چکا تھا۔

حور یا چپکے سے مصطفیٰ کے برابر جا بیٹھی، اس کے انداز میں ہمیشہ کی طرح شوخی تھی۔

شفیق نے حرین سے نرمی سے بات شروع کی،

پیٹا، کسی ہو؟“

الحمد للہ میں ٹھیک آپ کیسی ہیں۔

حرین نے نظریں جھکائے ہوئے بولا۔۔۔

اللہ کا شکر ہے میں بھی ٹھیک۔۔۔

"پڑھائی کیسی چل رہی ہے؟ کیا پڑھ رہی ہو آج کل؟"

حرین نے نظریں جھکائے دھیمے لہجے میں جواب دیا،

"جی، میں فرسٹ ایئر میں ہوں... پری میڈیکل۔"

"ماشاء اللہ! بہت اچھا انتخاب ہے۔ ڈاکٹر بننے کا شوق ہے؟"

وہ سر ہلا کر مسکرائی، اور ایک بار پھر نظریں چوری چوری ازلان کی طرف گئیں جو اب بھی اسی خوشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "...جی، شوق ہے"

دوپہر کی دھوپ ڈھل چکی تھی، ڈرائنگ روم سے نکل کر اب سب افراد بڑے ہال میں بچی دسترخوان پر جمع ہو چکے تھے۔ فضا میں خستہ قورے، خوشبودار زردے، اور کبابوں کی بھینسی مہک رچی ہوئی تھی۔ میز پر رنگارنگ کھانے سجے تھے، جنہیں دیکھ کر دل خود بخود کھینچنے لگتا تھا۔

شفیق نے مسکرا کر حرین کی طرف دیکھا جو ابھی بھی ہلکی شرم میں تھی اور شیریں کے برابر بیٹھی تھی۔

شفیق نے پوچھا۔ "بیٹا، تمہارے ہاتھ کا زردہ ہے نا؟ مہک سے ہی اندازہ ہو رہا ہے،"

حرین نے نظریں جھکاتے ہوئے دھیمی سی آواز میں کہا،

"جی آئی، ماما کے ساتھ تھوڑی مدد کی تھی۔"

NOVEL-E-MEHAR

ازلان چپ بیٹھا سب سن رہا تھا، مگر حرین کی آواز سننے ہی اس کے لبوں پر پھر سے مسکراہٹ آگئی، اور اس نے ہال کی طرف دیکھ کر آنکھوں سے داد دی، جیسے کہنا چاہتا ہو بس، یہی ہے وہ۔

"حرین کی تو ہر چیز میں خاص بات ہے، چاہے وہ بات ہو یا ذائقہ۔" مصطفیٰ نے ایک نظر اپنی معصوم پری پر ڈالی اور بولا،

حوریا، جو اپنے مخصوص شوخ انداز میں ہنسی مسکراتی سب کو مصروف رکھے ہوئے تھی، گویا ہوئی،

"!بس اب بابا! میری تعریف بھی کر لیا کریں کبھی کبھی"

محفل میں قہقہے بکھر گئے۔

ازلان نے موقع پا کر حرین کی طرف ایک نظر ڈالی، وہ خاموشی سے چیخ سے چاول لے رہی تھی، مگر اس کے گالوں پر ہلکی ہلکی لالی تھی، جیسے وہ ازلان کی نظر محسوس کر چکی ہو۔

شریں نے پلیٹ میں کچھ ڈال کر اس کی طرف بڑھایا،

"بیٹا، یہ کھاؤ، تمہیں پسند آئے گا۔"

اذلان نے نرمی سے مسکرا کر پلیٹ تھامی۔ "جی آئی، شکریہ۔"

محفل میں ایک خاص سی گرجموشی تھی۔ کوئی دکھاوانہ تھا، کوئی غیر ضروری بناوٹ نہ تھی۔ بس خالص رشتوں کی سچائی، دلوں کی مہک، اور امیدوں کا وہ نرم سا چراغ، جو آہستہ آہستہ روشنی دے رہا تھا۔

oooooooooooo

محفل رفتہ رفتہ اپنے اختتام کو پہنچ رہی تھی۔ چائے کے بعد ایک خوشگوار خاموشی سی چھا گئی تھی، جیسے سب دل ہی دل میں اس حسین دوپہر کی باتیں سمیٹ رہے ہوں۔

افتخار علوی نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور نرمی سے مسکرا کر بولا،

"مصطفیٰ بھائی، اب ہمیں اجازت دیجئے، کافی وقت ہو گیا ہے۔"

مصطفیٰ نے مسکرا کر سر ہلایا،

"ارے واہ، اتنی جلدی؟ ابھی تو محفل جی تھی۔ لیکن جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

شفیق نے آگے بڑھ کر شیریں کا ہاتھ تھاما،

"اللہ آپ کو خوش رکھے، بہت عزت دی آپ سب نے۔ دل خوش ہو گیا۔"

شیریں نے شفقت سے کہا،

NOVEL-E-MEHAR

"ہمیں تو یوں لگا جیسے اپنے ہی لوگ آئے تھے۔"

اذلان نے نظریں جھکا کر آہستہ سے کہا،

"بابا، میں گاڑی نکال لاتا ہوں۔"

مصطفیٰ نے اذلان کے کندھے پر ہاتھ رکھا،

"اذلان بیٹا، کبھی کبھی بغیر کسی مقصد کے بھی آجا یا کرو، اب تو تمہارا آنا جانا رہے گا۔"

اذلان نے نظریں اٹھا کر مصطفیٰ کو دیکھا، پھر بے اختیار حرمین کی طرف ایک نظر پڑی، جو دور بیٹھی نظریں پڑائے مسکرا رہی تھی۔ اذلان کے دل میں خوشی کی لہر دوڑی تھی مطلب اب ہاں ہی ہونی تھی رشتے کی۔

شفیق نے حرمین کو گلے لگایا،

"بیٹا، دعا کرتی ہوں قسمت تم پر ہمیشہ مہربان رہے۔"

کہا۔ "جی آئی" حرمین نے آہستہ سے شفق کی دعاؤں کا جواب دیا، اور نظر اٹھائے بغیر

حوریا نے ہنستے ہوئے کہا،

"! آئی! اگلی بار آئیے گا تو میں اپنے ہاتھوں سے آئس کریم بناؤں گی"

محفل بلکے تہقہوں سے گونج اٹھی۔

افتخار اور شفق شیریں اور مصطفیٰ سے گلے ملے۔ پھر ازلان نے ادب سے سب کو سلام کیا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر ایک ہل کو ازلان کا دل چاہا کہ پلٹے، آخری بار دیکھے... مگر خود کو سنبھال کر آگے بڑھ گیا۔

دروازہ بند ہوا، گردلوں میں ایک نیا دروازہ چمکا تھا۔

دو پہر کی دھوپ اب ماند پڑ چکی تھی۔ آنگن کے کنارے لگی بیلیوں کی چھانوں کی ہلکی ہلکی جھلکی تھی۔ نورم خاموشی سے لان کے ایک گوشے میں رکھے جھولے پر بیٹھی تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا اس کے بالوں کو چھیڑ رہی تھی، اور وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ ایک ہاتھ میں کپ چائے کا کتا، جواب ٹھنڈا ہوا چمکا تھا، اور نگاہیں کہیں دور خلا میں تھیں۔

وہ اپنے خیالوں میں محو تھی... نہ جانے کیا کیا گتھیاں سلجھا رہی تھی... شاید دل میں اتنی کوئی بے نام سی خواہش، یا زندگی کی نئی کروٹوں کا خوف۔

تنبھی آہٹ ہوئی... اور وہی مخصوص نرمی بھری چال... کیف۔

وہ آہستگی سے قدم بڑھاتا سی کی جانب آیا۔ سفید کرتا پاجامہ، ہلکی سی مسکراہٹ، اور آنکھوں میں وہ عجیب سا سکون... جیسے ایک عرصے بعد کسی بے قرار دل کو قراری ملی ہو۔

کیف بیٹھنے کی اجازت لیے بغیر ہی پاس رکھے بیٹھ پڑ گیا۔ دونوں کے بیچ ایک خاموشی تھی... مگر وہ خاموشی بوجھل نہیں تھی، نرم، مانوس، اور عجیب سی جانی پہچانی۔

"خاموش بھی ہو... اور گم سم بھی۔" اس نے آہستگی سے کہا، نظریں جھولے کے پلٹے زاویے پر تھیں، "تم آج کل بہت بدل گئی ہو،"

نورم نے آنکھیں پڑائیں، جیسے اپنے جذبات کو چھپانا چاہتی ہو،

"نہیں تو بس اسے ہی"

کیف نے اس کی طرف دیکھا، اور پھر ایک گہری سانس لے کر ہلکے لہجے میں بولا،

"اگر کبھی بات کرنے کا دل چاہے، تو جانتی ہونا، میں ہوں... ہمیشہ۔"

... نورم نے نظریں جھکائیں... دل کے بدلنے جذبات محسوس کرتے اسے خود حیرت ہوئی

جھولامدھم رفتار سے بل رہا تھا... اور وقت ایک بل کو جیسے تھم گیا تھا۔

جھولے کی ہلکی ہلکی جنبش میں جیسے ہوا بھی رک گئی تھی۔ کایف اور نورم کے بیچ خاموشی قائم تھی، جب کایف کی نگاہ اچانک نورم کے ہاتھ کی طرف گئی، جہاں وہ نازک سا براسلیٹ چمک رہا تھا۔ نرمی سے بولا

"تھارا!... یہ براسلیٹ... بہت خوبصورت ہے۔"

نورم نے چونک کر کھائی کی طرف دیکھا، پھر دھیرے سے مسکرائی۔

"یہ... ضامن نے دیا تھا۔ یونیورسٹی سے واپسی پر ایک بچا بیچ رہا تھا۔ جب ضامن نے یہ مجھے لے کے دیا"

کایف کی نگاہیں بھر کو تھمی۔ اس کے چہرے پر جیسے کوئی نا دیدہ تاثر لہرایا، ہلکی سی گرہ سی بھنوں میں اتر آئی۔ مگر اگلے ہی لمحے اس نے خود پر قابو پایا۔ چہرے پر ہلکی سی مصنوعی سی مسکراہٹ آئی۔ جیسے کسی خیال کو چھٹک دیا ہو۔

"اچھا؟ وہ... کافی اچھا ذوق رکھتا ہے۔"

نورم نے اثبات میں سر ہلایا۔ مگر اب ماحول میں وہ پہلے جیسی سہولت نہیں رہی تھی۔ کایف کی نظروں میں کچھ ایسا تھا، جو نورم کو غیر محسوس سا لگھا گیا۔

: چند لمحوں بعد، کایف نے نچکچاتے ہوئے آواز نکالی

NOVEL-E-MEHAR

"ایک بات پوچھوں؟ براہ مناد تو؟"

... نورم نے اس کی طرف دیکھا، حیرت سے بھری آنکھیں

"جی؟ پوچھیے۔"

: کایف نے نظریں چرائیں، تھوڑا سا جھکا، اور بہت دھیمی آواز میں بولا

"کیا... ضامن اور تم... ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو؟"

نورم کا چہرہ جیسے یکدم سنجیدہ ہو گیا۔ آنکھوں میں حیرت، پیشانی پر ہلکی سی سلوٹ، اور لہجے میں قدرے ٹیکھا پن۔

"استغفر اللہ! وہ میرا چھوٹا بھائی ہے، کایف بھائی... آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں؟"

کایف نے ایک دم رنج پھیر لیا۔ خود کو سنبھالا، اور زبردستی مسکرایا۔

"نہیں... نہیں، میں تو بس... ایسے ہی... خیال آگیا تھا... کچھ باتوں سے۔ تمہارے انداز سے۔ میں... میں غلط سمجھا شاید۔"

نورم نے گہرا سانس لیا۔ اب جھولارک چکا تھا۔ وہ دونوں خاموش تھے، مگر فضا میں ایک انجان سا بوجھ بھر گیا تھا۔

کچھ لمبے گزرے۔ فضا میں تناؤ کی جگہ ہلکی سی راحت آگئی تھی۔

نورم نے بات کا آغاز کیا، جیسے خاموشی کی دیوار کو توڑنا ہو۔

"آج موسم کتنا اچھا ہے، نا؟ صبح سے ہلکی سی ٹھنڈک ہے۔"

کیف مسکرایا، جیسے وہ اسی لمبے کا منتظر ہو۔

"ہاں... اور تمہارے ہونے سے تھوڑی اور اچھی لگنے لگی ہے یہ شام۔"

"... نورم نے نظریں چرائیں، شرم سی گئی

لمبے نرم ہوئے، فضا جیسے نرم گنگناہٹ میں بدل گئی۔

"نورم... میں ماما سے تمہاری بات کروں گا۔" کچھ دیر بعد کیف نے سنجیدگی سے کہا،

نورم چونکی۔ پلکیں لرزیں۔ بھنوسن خم ہوئیں۔

"کیوں؟ کوئی شکایت کرنی ہے؟"

کیف بے اختیار ہنس دیا۔ اس کے قہقہے میں نرمی تھی، جیسے دل کی گہرائیوں سے نکلا ہو۔

"ہاں... شکایت تو ہے۔"

"... کیا بات ہے؟ آپ مجھے بتائیں۔ میں کبھی نہیں کروں گی... پلیز بتائی جی کو شکایت نہ کریں وہ ماما سے بولی گئیں ڈانٹ پڑے گی بہت" نورم نے معصومیت سے فوراً کہا،

کیف کو اس کے انداز پر مزید مزا آیا۔ ہنسی دبا کر بولا،

"شکایت کروں گا... کہ ان کی بیماری جھنجھٹی نے... میرا دل ہرا لیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹا، اور ہنستے ہوئے اندر کی طرف چلا گیا۔

نورم وہیں کھڑی رہ گئی... جیسے ایک بیل کے لیے زمین تھم گئی ہو۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب سی ہو چکی تھی۔ آنکھیں کیف کے پیچھے رک گئیں۔ اور وہ خاموش سی وہیں کھڑی رہی، الجھی ہوئی، گم صم۔



NOVEL-E-MEHAR

اسی لمحے ضامن کی آمد ہوئی۔

ضامن نے شرارت سے آکر اُس کے بالوں میں پیچھے سے ہاتھ لگا یا اور سامنے اتنے اس سے یکسوئی "اے سن! یکسوئی کے نوٹس بن گئے ہیں تمہارے۔ دیکھ لو کدھر کھوئی ہوئی ہے؟" کے نوٹس کا پوچھنے لگا جب اسکو حویلی کے اندرونی دروازے کو تکتا دیکھتے بولا۔

نورم نے چونک کر پلٹ کر دیکھا، ضامن فوراً دوسری طرف سے آکر اُس کے سامنے آگیا، مسکراہٹ اس کے چہرے پر تھی۔

... مگر نورم کا چہرہ سپاٹ، آنکھوں میں الجھن اور اضطراب

وہ بمشکل بولی اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ "کچھ نہیں"

ضامن وہیں کھڑا رہ گیا، آنکھوں میں سوال اور دل میں کوئی ان کہی سی الجھن۔

صاف رہا داری کے کونے پر کھڑا تھا، جب اُس کی نظر اچانک نورم پر پڑی جو تیزی سے سر جھکانے اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ چہرے پر الجھن، آنکھوں میں بے یقینی اور قدموں میں گھبراہٹ تھی۔ وہ کچھ لمحے وہیں ساکت کھڑا رہا، پھر آہستہ سے سر جھٹکا۔

دل میں ایک سوچ نے جنم لیا۔ "... اسی سے تو بات کی ہے ماما نے میری شادی کی"

لیکن اگلے ہی لمحے، ایک اور چہرہ دل و دماغ پر دستک دینے لگا... حوریا۔ وہ نرمی، وہ معصوم سی مسکراہٹ... وہ آنکھیں جن میں وہ اکثر خود کو کھویا ہوا پاتا تھا۔

NOVEL-E-MEHAR

"... نہیں! وہ تو... وہ تو اس شخص کی بیٹی ہے... جس نے ماما کو دھوکہ دیا"

ایک گہری سانس لی، اور وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر آنکھیں موند گیا۔ اندر کی کشمکش اس کے چہرے پر چھلکنے لگی۔

"... لیکن... حوریا کا کیا قصور؟ وہ تو خود ایک سوال ہے، ایک کہانی کا وہ صفحہ جسے میں ہر بار پڑھنا چاہتا ہوں"

اُس نے مٹھیاں بند کیں، جیسے جذبات کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"... نورم... یا حوریا؟ عقل کچھ اور کہتی ہے، دل کچھ اور... اور سب سے بڑھ کر... میری ماں کی امیدیں، اُن کا غصہ، ان کا دکھ"

وہ چند لمحے وہیں کھڑا رہا، نظریں فرش پر جمائے... جیسے اپنے دل کا فیصلہ خود سننے کی ہمت نہ ہو۔

"آخر کیا کروں میں...؟"

یہ سوال گونجتا رہا... اسی راہداری میں... اسی خاموش دیواروں کے بیچ... جہاں دل ایک طرف نورم کے نام کی گونج سن رہا تھا، تو دوسری طرف حوریا کے لمس کی خوشبو۔

کمرے کا دروازہ دھیر سے سے بند کرتے ہی نورم کی سانسیں لہکنے لگیں۔ وہ تیز قدموں سے بیڈ کے کنارے جا بیٹھی، دونوں ہاتھوں سے چہرہ تھام لیا۔ دل کی دھڑکن جیسے ابھی ابھی کسی انجان سفر پر نکلی ہو... وہ باتیں... کیف کی آنکھوں کی گہرائی، اُس کا انداز سوال، وہ ہنسی جس میں چھپا کوئی راز... سب کچھ اُسے مسلسل یاد آ رہا تھا۔

شکایت تو ہے... انکی بھینچی نے میرا دل چرا لیا۔

یہ جملہ جیسے بار بار اس کے کانوں میں گونج رہا تھا۔ اس نے ہلکے سے سر جھکا، مگر لمبوں پر بے اختیار ہنسی پھیل گئی، جسے روکنے کی بہت کوشش کی۔ آنکھیں پچکنے لگیں، گالوں پر لالی رقص کرنے لگی۔

یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ اس نے خود سے سوال کیا، خود پر حیرت زدہ نظروں سے نگاہ ڈالی۔

دل عجیب سی سرگوشیوں میں مصروف تھا، جیسے کوئی راز پہلی بار دل نے خود سے ہی بانٹا ہو۔ کبھی وہ خود کو آئینے میں دیکھتی، کبھی بیڈ شیٹ پر انگلیاں پھیرتی، جیسے کچھ ڈھونڈ رہی ہو... شاید کوئی جواب... شاید اپنا آپ۔

یہ تو پہلی بار ہے، ایسا کچھ محسوس ہوا ہے... دل کی سرگوشی نے اس کے چہرے پر پھر سے وہی شرمیلی سی مسکراہٹ بکھیر دی۔

کمرے کی تنہائی میں وہ خود سے باتیں کر رہی تھی، اور ہر لمحہ، ہر یاد، کیف کے کہے گئے لفظوں کو اور بھی گہرا کر رہا تھا۔

شیریں کھڑکی کے پاس کھڑی تھیں، روشنی میں حریم کو نیچے صحن میں حوریا کے ساتھ ہنسنے مسکراتے دیکھ رہی تھیں۔ ایک ممتا بھری نظر ڈیٹی پر پڑی، تو دل کچھ بو جھل سا ہو گیا۔ ہاتھ میں تسلیج تھی، مگر خیالوں میں کچھ اور ہی چل رہا تھا۔

NOVEL-E-MEHAR

پچھلے سے مصطفیٰ آئے، کندھے پر ہاتھ رکھا، خیریت ہے شیریں؟ صبح سے کچھ چپ چپ ہو۔

شیریں نے ایک ٹھنڈی سانس لی، پھر آہستہ سے کہا،

بس دل مان نہیں رہا مصطفیٰ... حریم کو خود سے دور کرنے کا۔ میں نے تو ہمیشہ یہ سوچا تھا کہ اپنی دونوں بیٹیوں کے لیے ایسا کوئی رشتہ لاؤں کہ وہ ہمیں ہمارے پاس رہیں، گھر جمائی والے... رشتے تلاش کیے تھے میں نے

مصطفیٰ نرم لہجے میں مسکرائے، شیریں... سینیاں پر اے گھر کی امانت ہوتی ہیں۔ ان کے لیے ہم جتنا چاہیں سہولت کا سوچیں، لیکن نصیب اور وقت اپنا راستہ خود بناتے ہیں۔

شیریں آہستہ سے بولیں، مگر دل؟ وہ کیسے مناؤں؟

مصطفیٰ نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے نرمی سے کہا،

ازلان کو دیکھا ہے نہ تم نے؟ میں نے اُس کی بیچک دیکھی، اس کے بزرگوں سے ملاقات کی... بہت شریف، سمجھ دار، اور خوبصورت لڑکا ہے۔ عمر میں کم ضرور ہے، مگر باتوں میں بہت وزن ہے۔ اور سب سے بڑھ کر... اُس کی نظروں میں عزت ہے حریم کے لیے۔

شیریں نے تسبیح میز پر رکھ دی اور مصطفیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں،

بچہ کھوں... جب اُس نے حریم کو دیکھا تھا، اُس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے... جیسے دل سے مانگ رہا ہو اُسے۔

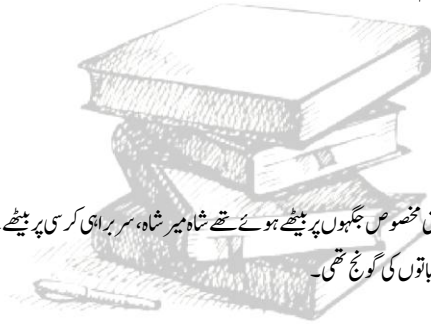
مصطفیٰ نے اثبات میں سر ہلایا، میں جانتا ہوں، اور اسی لیے تو میں مطمئن ہوں۔ رشتہ دے رہا ہے، لیکن تمہاری رضا کے بغیر کچھ طے نہیں کروں گا۔ وقت لے لو، سوچ لو۔

شیریں خاموش ہو گئیں... مگر دل میں ازلان کی شرافت کا کس اُتر چکا تھا۔ اُس کی ماں شفق کا مہذب انداز، اُس کے والد افتخار کی عاجزی... سب شیریں کے دل میں اپنی جگہ بنا چکے تھے۔

مصطفیٰ نے اس کی خاموشی کو محسوس کیا، جب وقت آئے گا... دل بھی مان جائے گا، اور دعائیں بھی ساتھ ہوں گی۔

شیریں نے آہستہ سے کہا، بس اتنا ہے... کہ حریم کی ہنسی کبھی مدھم نہ ہو۔

مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا، نہیں ہوگی... ان شاء اللہ۔



شاہ حویلی میں رات کے کھانے کا وقت تھا۔ لمبی میز پر سب لوگ اپنی مخصوص جگہوں پر بیٹھے ہوئے تھے شاہ میر شاہ، سربراہی کر سی پر بیٹھے تھے، رضا شاہ، رابعہ بیگم، کیف، ضامن، فری، اناہیہ، ثناء، سمرین، اور دیگر افراد۔ ہر طرف ہنسی مذاق اور ہلکی پھلکی باتوں کی گونج تھی۔

لیکن ایک کرسی خالی تھی نورم کی۔

NOVEL-E-MEHAR

شاہ میر شاہ نے اپنی عینک تھوڑی سی نیچے سر کائی اور میز پر نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

نورم کہاں ہے؟ نظر نہیں آرہی، کھانا نہیں کھائے گی۔

رابعہ بیگم نے فوراً جواب دیا، بھئی پر ہلکی سی فکر کی چھاپ لیے۔

بس، بابا جی... اُس کے سر میں کچھ درد تھا، کہہ رہی تھی آرام کرنا ہے۔

... کیف نے چپ چاپ چیخ رکھ دیا، نظریں نیچی کیں

دل کے کسی کونے میں ایک ہلکی سی ٹیس اٹھی۔

سردرد؟ یا مجھ سے بچنے کی کوشش؟

اُسے یقین تھا نورم اُس کی کبھی باتوں سے الجھی ہوئی ہے، اُس سے نظریں چرانا چاہتی ہے۔ اُس کے چہرے پر ایک خفیف سا چھٹناوا ابھرا... لیکن وہ خاموش رہا۔

دوسری جانب ضامن خاموشی سے بیٹھا تھا، مگر اُس کے اندر بلبل مچی ہوئی تھی۔ کھانے کے ذائقے جیسے معدوم ہو چکے تھے۔ اُس کی آنکھیں بار بار خالی کرسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ دل کی دھڑکن عجیب سی بے چینی کے ساتھ دھک دھک کرنے لگی۔

کیوں لگ رہا ہے جیسے کوئی بہت اپنا... مجھ سے دور جا رہا ہو؟

دل سوال کرتا رہا، مگر ضامن کو جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ اُس احساس کو سمجھنے سے قاصر تھا جو اُس کے دل میں اُترتا جا رہا تھا... دھیرے دھیرے، بے آواز۔

وہ صرف یہ جانتا تھا کہ نورم کی غیر موجودگی... کھانے کی میز پر نہیں، بلکہ اس کے دل میں ایک خلا چھوڑ چکی تھی۔

درختوں سے چھن چھن کر آتی سورج کی کرنیں، نرم سی گھاس پر پڑی تھیں۔ پرندے چچہہارہے تھے، اور سانے دریا بڑی نرمی سے بہ رہا تھا۔

نورم سفید دوپٹہ سر پر لیے، دھیرے قدموں سے چلتی ہوئی دریا کے کنارے جا رہی۔ اُس کی نظریں پانی پر تھیں، جیسے کسی گہری سوچ میں گم ہو۔

کچھ فاصلے پر ضامن کھڑا تھا۔ اُس کی نظریں نورم پر تھیں، اور دل بے اختیار اُس کی طرف کھینچ رہا تھا۔

بے ساختہ اُس کے قدم اُٹھے... اور پھر وہ نورم کے پاس جا پہنچا۔

نورم... اُس کی آواز میں نرمی تھی، کچھ کہنے کی آرزو۔

NOVEL-E-MEHAR

نورم نے ہلکیں اٹھائیں... اور مسکرا دی۔ ایک ایسی مسکراہٹ جس نے ضامن کا دل بیل میں ہراساں کر دیا۔

ہاتھ دوگے؟ نورم نے دھیرے سے کہا۔

ہمیشہ کے لیے... ضامن نے کہا اور اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے، دریا کے کنارے پر چہل قدمی کرتے رہے۔

ہوا میں ایک خوشبو تھی شاید محبت کی۔

زمین بھی جیسے نرم ہو گئی تھی، وقت تھم سا گیا تھا۔

... مگر پھر... اچانک

نورم کے چہرے پر کوئی پرچھائیں سی آئی۔

اس نے ضامن کا ہاتھ دھیرے سے جھٹکا۔

مجھے جانا ہو گا... اُس نے نظریں چرائیں۔

کیا مطلب؟ کہاں؟ ضامن نے حیرت سے پوچھا، مگر نورم دور ہونے لگی۔

ہر قدم کے ساتھ، وہ اور دور ہوتی گئی۔

نورم نمم! ضامن نے تیزی سے قدم بڑھائے، مگر اُس کے قدم بھاری ہو گئے۔

وہ بھاگ نہیں پارتا تھا، صرف دیکھ سکتا تھا۔

نورم ایک دھند میں گم ہوتی گئی... اُس کی موجودگی جیسے تحلیل ہو گئی ہو۔

ضامن کی سانس رکنے لگی، دل کی دھڑکن بے قابو ہونے لگی۔

اور اُسی لمحے... ضامن ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

کمرے میں اندھیرا، صرف کھڑکی سے آتی ہلکی چاندنی۔

دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔



NOVEL-E-MEHAR

پیشانی پر پسینہ... اور آنکھوں میں بے یقینی۔ یہ... خواب تھا؟

وہ کچھ لمحے خاموش بیٹھا رہا، جیسے ابھی کبھی سمجھ نہ پایا ہو۔

نورم کی آواز، اُس کا ہاتھ، اُس کی دور جاتی پرچھائیں سب ابھی بھی دل میں زندہ تھی۔

ضامن نے آنکھیں بند کیں، مگر سکون نہ آیا نیند اب کہاں آئی تھی۔

خواب تھا... مگر دل پہ جیسے نقش ہو گیا ہو۔

وہ خواب سے جاگ چکا تھا، مگر دل کی بے چینی جیسے تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ کمر پر ہاتھ رکھے وہ تھوڑی دیر بیڈ پر بیٹھا رہا، پھر آہستہ سے واپس لیٹ گیا۔ کروٹ لی، آنکھیں بند کیں، نیلے میں چہرہ دبا، لیکن ذہن کے پردے پر وہی منظر... وہی کنارہ، وہی نورم، اور وہ لمحہ جب وہ اُس کا ہاتھ چھوڑ کر دوڑ چلی گئی۔

بس خواب تھا... وہ آہستہ سے خود کو یقین دلانے لگا، جیسے دل کو تسلی دینا چاہتا ہو۔

کئی بار کروٹیں بدلنے کے باوجود نیند آنکھوں سے روٹھی رہی۔ وہ چھت کو تنکے گیا، چاندنی اب کھڑکی سے تھوڑی تیز ہو چکی تھی، لیکن اندر کی گھٹن بدستور تھی۔

بالآخر... تھکن نے اپنا کام دکھایا۔ دھیرے دھیرے پلکیں بھاری ہونے لگیں۔ ذہن کی ضد ہارنے لگی۔ اور پھر... بے چینی کے بیچ نیند نے اسے آلیا۔

لیکن اس نیند میں وہ سکون نہ تھا... ایک خالی پن تھا... ایک خاموشی سی گرفت جو دل کے کسی کونے میں جم چکی تھی۔

لاہور... محبتوں کا شہر، خوابوں کا نگر۔

صبح کے نرم دھوپ میں نہایا ہوا، ہلکی ٹھنڈی ہوا میں لہراتے درخت، پرندوں کی چہچہاہٹ، اور فضاؤں میں پھیلی ایک خاص تازگی۔ شاہ ویلا کی بالکونیوں سے سورج کی کرنیں فرش پر بکھرتی جا رہی تھیں۔ کبوتر چھتوں پر اڑان بھر رہے تھے، جیسے ہر ذی روح ایک نئی صبح کا جشن منا رہا ہو۔

لے کھبوں والی راہداری، گلزار پھولوں سے سجے آنگن، اور سفید پردوں کی سرسراہٹ میں ایک خواب سا تاثر... یہ سب خوبصورتی آہستہ آہستہ نورم کے کمرے تک آئی تھی۔

اندر تختک کمرے میں، نرم نیلے پردوں سے چھن کر آنے والی روشنی میں، نورم نے آنکھیں کھولیں۔

چند لمبے پلکیں جھپکیں... اور پھر جیسے کسی خیال نے اس کی روح کو چھوا ہوا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

کیف بھائی... وہ دھیرے سے بڑبڑائی، جیسے دل ہی دل میں اس لمبے کو پھر سے جینا چاہتی ہو۔

کمرے کے نیچے ہاتھ رکھتے ہوئے وہ آہستہ سے اٹھ بیٹھی، اور سامنے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے آسمان کو دیکھا۔

... کچھ تھا اس صبح میں... کچھ مختلف... کچھ خوشبو سا، جیسے کسی بات نے اندر سے چھو لیا ہو۔ شاید کیف کی وہ بات... وہ مسکراہٹ... وہ نظر

نورم کی آنکھوں میں شرارت، حیرت اور معصومیت اکٹھے جھلکنے لگے۔

شاہ ویلا ناشتہ کی خوشبوؤں سے مہک رہا تھا۔ تازہ پراٹھوں، انڈوں اور حلوائے کی خوشبو فضا میں گھل چکی تھی۔ میز پر سب بیٹھے تھے شاہ میر شاہ، رابعہ، رضا شاہ، سمرین شاہ، احمد شاہ، نورین، ثناء، انابہ، ضامن، صرام اور کیف۔

ضامن نے ابھی ابھی چائے کا پہلا گھونٹ لیا تھا جب شاہ میر شاہ نے نظریں گھا کر پوچھا،

نورم ناشتے پر بھی نہیں آ رہی؟

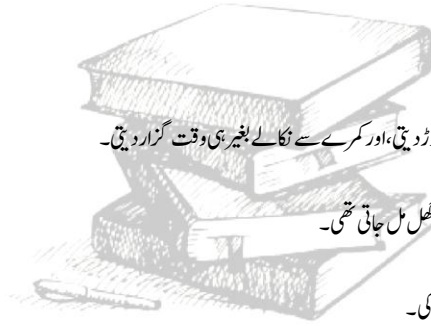
رابعہ نے نرمی سے جواب دیا،

ابھی تھوڑی دیر پہلے دیکھا تھا، کہہ رہی تھی سر میں درد ہے، آرام کر رہی ہے۔ شاید رات کو نیند پوری نہیں ہوئی۔

کیف نے خاموشی سے ایک نظر رابعہ چچی پر ڈالی، پھر چائے کی پیالی پر نگاہ جمائے بیٹھا رہا۔ جیسے وہ جانتا ہو کہ سر درد صرف بہانہ ہے... اور اصل وجہ وہ خود ہے۔
ضامن کی بھنویں سکیر گئیں۔

وہ بوں پر خاموشی لیے، چائے کی چمکی لیتے ہوئے اندر ہی اندر ایک انجان سی بے چینی محسوس کرنے لگا۔
کیا ہو رہا ہے نورم کو؟... وہ مجھ سے کیوں دور ہوتی جا رہی ہے؟ اور وہ خواب کیوں مجھے حقیقت میں ڈرا رہا ہے؟
... کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا، پر دل میں ایک خلا سا تھا، جیسے کچھ چھن رہا ہو، آہستہ آہستہ، بے آواز

نورم ابھی ابھی واٹر موم سے نکلی تھی۔ ہلکے گیلے بالوں کی لٹین گالوں سے چپک رہی تھیں، چہرے پر صبح کی روشنی اور نیند کی باقی نمی تھی۔ وہ ابھی سنبھل بھی نہ پائی تھی کہ دروازہ ہولے سے کھلا۔



ضامن اندر آیا تھا، پر الجھن، آنکھوں میں بے چینی۔

دو دن سے نورم کسی سے زیادہ بات نہیں کر رہی تھی، ناشتہ بھی چھوڑ دیتی، اور کمرے سے نکالے بغیر ہی وقت گزار دیتی۔

یہ نورم وہ نہیں تھی جو کبھی ہنسی، چمکتی، سب کے ساتھ محفل میں گھل مل جاتی تھی۔

نورم؟ ضامن کی آواز مدہم تھی، جیسے اجازت لے رہا ہو اندر آنے کی۔

NOVEL-E-MEHAR

اور اگلا لمحہ بے قابو ہو گیا۔

نورم نے دروازے کی طرف دیکھا ہی تھا کہ اس کا پاؤں قالین کے کنارے سے پھسلا، اور وہ لڑکھڑا گئی۔

ضامن نے فوراً آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔

وہ ضامن کی باہوں میں تھی قریب... بہت قریب۔ لیکن بہت دور۔۔۔۔۔

کچھ لمبے جیسے رُک سے گئے۔

نورم کی آنکھیں حیرت اور شرمندگی سے جھکی ہوئی تھیں، اور ضامن... اس کی نگاہیں نورم کے چہرے پر ٹھہری ہوئی تھیں مگر اس بار کسی شوخی سے نہیں، فکر سے۔

دل میں کچھ چہرہ سا گیا۔

دو دن سے نورم کی یہ خاموشی، تنہائی، یہ خالی نظریں... اب اس کی باہوں میں بھی وہ ساکت کھڑی تھی، جیسے اس کے وجود سے بے پروا ہو۔

نورم... کیا ہوا ہے تمہیں؟

ضامن کی آواز نرم تھی، بے حد نرم۔

نورم نے جلدی سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی، میں... میں ٹھیک ہوں۔

اس نے خود کو سنبھالا اور نظریں چرائیں۔

ضامن نے راستہ دیا، مگر اس کے چہرے پر گہری سوچ ابھری ہوئی تھی۔

یہ وہ نورم نہیں جس کو میں جانتا ہوں... آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے؟

نورم کچھ نہ بولی، بس تیزی سے بیڈ کی طرف چلی گئی جیسے کسی خیال سے بچنا چاہتی ہو، کسی جذبے کو دبا دینا چاہتی ہو۔

... ضامن بس وہیں کھڑا رہا، اپنی جگہ پر

دل میں کوئی انجانی سی ادا اسی اتر رہی تھی۔

ایک خیال نے پھر دل میں چپکے سے سر اٹھایا۔

کیا میں اسے کھو رہا ہوں...؟



نورم کا چہرہ شرم سے گلنا تھا، جیسے کوئی راز خود سے بھی چھپائے بیٹھی ہو۔ وہ بیڈ پر بیٹھی، نظریں نیچی کیے، آہستہ آواز میں بولی۔

پتا نہیں ضامن... مجھے کیا ہو رہا ہے... شاید... شاید محبت ہو گئی ہے مجھے۔

یہ کہتے ہی اس نے جھٹ سے کسبل منہ تک لپیٹ لیا۔

ضامن کی آنکھوں میں جیسے روشنی پھیل گئی۔ دل کی دھڑکن بے قابو ہوئی، آنکھوں میں ایک چمک سی جاگی۔

آخر کار... اُسے میری محبت کا اندازہ ہو ہی گیا۔

وہ مسکرایا، بہت آہستہ۔

مگر لمحے بعد ہی... کسبل کے اندر سے نورم کی ہلکی آواز ابھری، ویسے... کیف جی تائی سے بہت جلد بات کریں گے۔

ضامن کے لبوں پر مسکراہٹ جیسے منجمد ہو گئی۔

دل کے اندر جیسے کچھ ڈھے سا گیا۔

اس نے بھائی کو بھی ہمارے بارے میں بتا دیا کیا۔ دل میں ایک اور خوش فہمی نے جنم لیا۔۔۔

کیا؟

اس نے دھیرے سے پوچھا، جیسے الفاظ سمجھنے میں غلطی کی ہو۔

نورم نے جھانک کر کمبل سے باہر دیکھا، اور ہلکی سی مسکان سے بولی، اب میں تمہاری صرف دوست نہیں... بھابی بھی بننے والی ہوں۔

ضامن بس اُسے دیکھتا رہ گیا۔

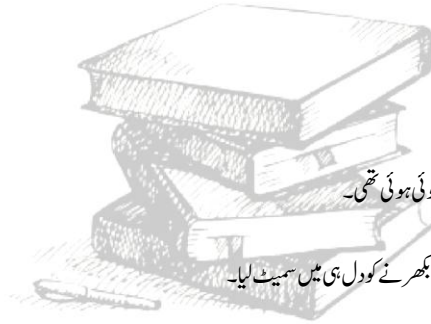
آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے حیرت، پھر اداسی، اور آخر کار... ایک ادھوری سی مسکراہٹ۔

... اچھا

بس یہی ایک لفظ اس کے لبوں سے نکلا۔

نورم کی مسکراہٹ روشن تھی، وہ اپنے جذبے، اپنے خیالات میں کھوئی ہوئی تھی۔

ضامن نے اس کی خوشی کیفیت کے ساتھ دیکھی... اور اپنے دل کے بکھرنے کو دل ہی میں سمیٹ لیا۔



NOVEL-E-MEHAR

اُس نے ایک نظر اور ڈالی نورم پر

جواب کمبل میں چھپی اپنی نئی زندگی کے سپینوں میں کھوئی تھی۔

پھر دھیرے سے اٹھا، اور بنا کچھ کہے، کمرے سے باہر نکل گیا۔

پیچھے... صرف خاموشی رہ گئی۔

... اور ضامن کے دل میں... ایک ادھورا خواب، ایک خاموش محبت

جو کبھی زبان تک آئی ہی نہیں۔

ضامن نے گھر کے گیٹ سے گاڑی نکالی، اور ایک لفظ کہے بغیر نکل گیا۔ سڑکیں روشن تھیں، مگر اس کا دل ویران تھا۔ لاہور کی چمکتی سڑکیں، بل بورڈز کی چکاچوند، ارد گرد کی رونق سب کچھ دھندلا تھا اس کی نظروں میں۔

گاڑی بے مقصد رواں تھی۔

کبھی گلبرگ، کبھی ایم ایم عالم، کبھی انارکلی۔

مگر اس کے دل میں صرف ایک سوال تھا۔

کیا وہ واقعی کبھی میری ہو سکتی تھی؟ یا میں نے بس خواب دیکھے تھے؟

دل کی دیواروں پر جو امید کی روشنی تھی، اب وہ بجھ چکی تھی۔

رات کے سائے اور گہرے ہوئے تو وہ خود کو ایک جھیل کے کنارے پہلے آیا۔

گاڑی سے نکلا، خاموشی سے۔

چاندنی جھیل کی سطح پر لرز رہی تھی، اور اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تیرنے لگی۔

ایک لمحے کو بس آسمان کی طرف دیکھا... اور پھر... جیسے دل کا بندریا ٹوٹ گیا ہو وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا، دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپائے، بچوں کی طرح ہلک ہلک کر رونے لگا۔

کیوں؟ کیوں میں ہی رہ گیا ہوں خالی ہاتھ...؟

وہ رویا، جیسے برسوں کا بوجھ اتارنا ہو۔

وہ رویا، جیسے پہلی بار کسی نے اس سے سب کچھ چھین لیا ہو۔

... میں نے تو صرف اُسے چاہا تھا

... بس یہی جملہ، بار بار

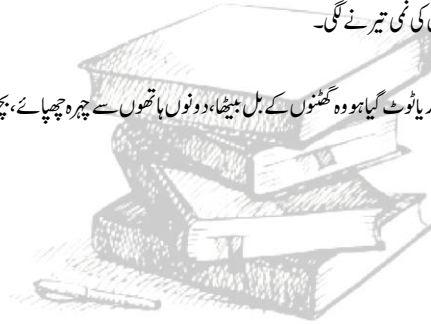
... سانسوں کے ساتھ، سسکیوں کے ساتھ

جھیل کے پانی میں گھلتا گیا۔

... پانی کے کنارے، ٹھنڈی مٹی میں اس کے آنسو جذب ہوتے گئے

اور وہ ساری رات وہیں بیٹھا رہا

اکیلا، ٹوٹا ہوا، اور مکمل خاموش۔



NOVEL-E-MEHAR

...العلما کبر، العلما کبر

فجر کی اذان نے سکوتِ شب کا سینہ چیر دیا۔ ہوا میں ایک خاص سی تازگی تھی، مگر ضامن کی آنکھوں میں سرخی اور وجود میں ٹوٹ پھوٹ باقی تھی۔

وہ جھیل کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھا تھا، گود میں دونوں کمنیاں رکھے، اور سر جھکائے۔ اذان کی آواز جیسے اس کے دل میں کوئی دیر سے دبی چنگاری چھیڑ گئی ہو۔

اس نے آہستہ سے سر اٹھایا، آنکھوں کے گوشے نم تھے اور چہرے پر ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ سامنے جھیل کی لہریں ہلکے ہلکے سورج کی پہلی کرنوں سے چمک رہی تھیں۔

صبح ہو گئی؟ اس نے ہولے سے خود سے پوچھا، جیسے ماننے کو دل ہی نہ ہو کہ یہ رات ختم ہو چکی ہے۔

وہ بہت آہستگی سے، جیسے جسم میں جان نہ ہو، اپنی جگہ سے اٹھا۔ کپڑے دھول اور نمی سے الجھے ہوئے تھے۔ ایک تھکا ہارا وجود، شکست خوردہ آنکھیں، اور وہ قدم... جو نہ چاہتے ہوئے بھی اُسے گاڑی کی طرف لے جا رہے تھے۔

...گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اُس نے ایک بار پھر جھیل کی طرف دیکھا

... شاید یہ رات میرے اندر ہمیشہ رہ جائے گی

دروازہ بند کیا، اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔

... لاہور کی سڑکیں اب جاگ رہی تھیں، سورج کی روشنی چھتوں سے پھسلتی زمین پر آرہی تھی، پرندے پرواز بھر رہے تھے، لوگ اپنے دن کی شروعات کے لیے گھروں سے نکل رہے تھے

... مگر ایک گاڑی، اُن جاگتی سڑکوں پر انتہائی خاموشی سے گزر رہی تھی۔ گاڑی کے اندر بیٹھا ضامن، دنیا سے کٹا ہوا، خود سے بھی جدا

... اُس کی نظریں سڑک پر تھیں، مگر دل اُس لمحے میں اٹکا ہوا تھا... جب نورم نے کہا تھا، اب میں تمہاری دوست کے ساتھ ساتھ بھا بھی بن جاؤں گی

شاہ ویلا کے بیرونی لان میں صبح کی روشنی نے چپکے سے زمین پر قدم رکھے تھے۔ فجر کی اذان کی آواز ہوا میں گونج رہی تھی، مگر سرین شاہ اب بھی لالچ کے صوفے پر نیم دراز، آنکھوں میں بے چینی لیے بیٹھی تھیں۔ ان کی نگاہیں بار بار مین گیٹ کی طرف اٹھتی، مگر وہاں صرف سناٹا تھا۔ چہرہ تھکا ہوا، آنکھیں جاگی ہوئی، اور دل شدید اضطراب میں تھا۔

سامنے رکھی میز پر موبائل رکھا تھا، جس سے نہ جانے رات کے کونسے پہرے سے سرین شاہ ضامن کو ملارہیں تھیں۔ کئی بار کالز کیں، پیغامات چھوڑے، مگر جواب نہ دار۔

اسی لمحے اندر سے شاہ میر شاہ فجر کی نماز کے لیے وضو کر کے باہر آئے۔ سرین کو یوں پیٹھے دیکھ کر وہ چونکے۔

سرین؟ تم یہاں... صوفے پر؟

سرین نے نم آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا، اور نرم آواز میں کہا،

ضامن... کل دوپہر کو کہیں گیا تھا، اب تک واپس نہیں آیا۔ فون پہلے بجاتا رہا، پھر بند ہو گیا... میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔

شاہ میر شاہ کی پیشانی پر شکنیں ابھرا آئیں۔ اس کے بعد جیسے سب مرد حضرات، رضا شاہ، احمد شاہ، صادم، کیف وغیرہ اپنے اپنے کمروں سے نکلے، تو سمریں کی بات سن کر سب ہی چونک گئے۔

کیا؟ ضامن رات بھر نہیں آیا؟ احمد نے حیرت سے پوچھا۔

... میں ساری رات اس کی واپسی کا انتظار کرتی رہی... کچھ تو غلط ہے "نہیں، سمریں نے آہستہ سے جواب دیا،

ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ سب کی نظریں ایک دوسرے سے سوال کر رہی تھیں۔

گاڑی بھی نہیں ہے ضامن کی باہر... صادم نے باہر جھانک کر اطلاع دی۔

کیف نے فوراً فون نکالا اور ضامن کو کال کرنے کو شش کی۔ جب دوسری طرف سے موبائل اوف لائن آیا۔۔۔

ادھر شاہ میر شاہ نے سمریں کے کندھے پر ہاتھ رکھا، فکر مت کرو، پینا خیر سے آئے گا۔ ابھی میں پتا کروانا ہوں۔

لیکن سمریں کے دل کی گھبراہٹ کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اولاد کے دل کا غم ماں سے بہتر کون جانے،

گاڑی لاہور کی سڑکوں پر دھیرے دھیرے چل رہی تھی۔ سورج کی روشنی اب پوری طرح بیدار ہو چکی تھی، مگر ضامن کے دل میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

گاڑی کے شیشے سے گزرتی روشنی جیسے اس کی آنکھوں پر بوجھ بن رہی تھی۔ وہ لب بھینچے خاموش بیٹھا تھا، دل میں کچھ ٹوٹ چکا تھا... کچھ ایسا جو شاید دوبارہ نہ جڑ سکے۔

بس... اب بہت ہو گیا۔

اچانک اس کے لب ہولے سے ہلے۔

میں اب اور نہیں ٹوٹوں گا۔ نہ اب کوئی امید، نہ خواب... اور نہ ہی وہ۔

اُس کی آنکھوں کے کنارے نم ہو چکے تھے، مگر وہ اب آنسو نہیں بہانا چاہتا تھا۔

... نورم

اُس نے ایک بار پھر اُس نام کو اپنے دل میں دہرایا، جو اس کے اندر ہی گونجتا رہتا تھا۔

وہ اب کیف بھائی کی زندگی کا حصہ ہے... اور میں؟ میں صرف ایک مداخلت ہوں۔ ایک فاتوسا کردار... جسے اب ہٹ جانا چاہیے۔

گاڑی ایک سنگل پر رک گئی۔ باہر لوگوں کی بھاگ دوڑ تھی... اور اندر وہ ایک شخص تھا جو اپنی ذات کی عدالت میں خود پر فیصلہ سنا چکا تھا۔

میں چلا جاؤنگا، نورم... کہیں دور، جہاں تمہاری آواز، تمہاری ہنسی، تمہاری یاد بھی نہ پہنچ سکے۔

اب بس... اب میں صرف ایک بیٹا ہوں، ایک بھائی... اور کچھ نہیں۔

وہ خود سے کہتا ہوا گاڑی چلا رہا تھا، جیسے ہر میل کا فاصلہ اس کے دل پر ایک اور بوجھ ڈال رہا ہو۔

گاڑی شاہ و بلا کے گیٹ پر رکی۔ دروازے کھلنے کی آواز پر اندر موجود چوکیدار بھاگتا ہوا آیا، مگر ضامن نے کچھ نہیں کہا۔

وہ خاموشی سے نیچے اترا، گردن جھکائے، نگاہیں زمین میں گاڑے، جیسے اب کسی کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہو۔

حویلی کے لان میں قدم رکھتے ہی اس کی نظریا ایک منظر پر جا چکی

سمرین شاہ، لان کے صوفے پر نیم دراز، تھکی ہوئی، نڈھال، مگر آنکھوں میں بے پناہ انتظار لیے۔

اور وہیں اندر سے شاہ میر شاہ، احمد، اور دیگر مرد افراد نکلتے نظر آئے۔

! ضامن

شاہ میر شاہ کی گرجدار آواز پورے حویلی کے صحن میں گونجی۔



ضامن کے قدم جیسے زمین سے جڑ گئے ہوں۔ اس نے بمشکل نظریں اٹھائیں۔ سامنے شاہ میر شاہ، احمد، رضا، اور باقی مرد افراد کھڑے تھے، اور ذرا پیچھے لان کے صوفے پر سمرین شاہ... سفید چادر میں لپیٹی، آنکھوں میں رت جگے کا عکس، چہرے پر درد اور سکون کا امتزاج... جیسے وہ صرف اپنے بیٹے کا چہرہ دیکھنے کی منتظر تھیں۔

! ما

ضامن کے لبوں سے بس اتنا ہی نکلا۔ قدم جیسے بے اختیار ان کی طرف اٹھے۔

سمرین نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

کہاں تھے ضامن؟ فون کیوں بند تھا؟ تمہیں اندازہ ہے ماں کا دل کس حال میں تھا؟

شاہ میر شاہ کا لہجہ اب بھی سخت تھا، مگر اس میں فکر تھی، خالص فکر۔

ضامن نے کچھ نہ کہا۔ صرف نظریں جھکا کر ماں کے ہاتھ تھام لیے۔

بیٹا... کوئی پریشانی ہے؟

سمرین نے دھیرے سے پوچھا۔

ضامن کی آنکھیں بھینکنے لگیں، مگر اس نے چہرہ چھپا لیا۔

نہیں ماما... بس تھوڑا سا... تھک گیا تھا۔

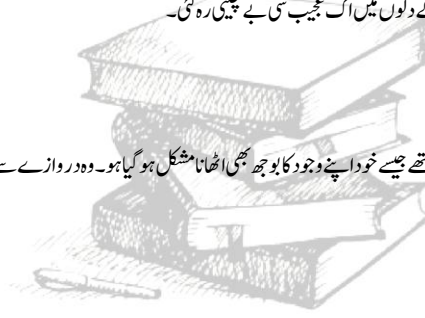
بیٹا اگر کوئی بات ہے تو ہمیں بتاؤ، تم ایسے چپ کیوں ہو؟ احمد نے نرمی سے پوچھا۔

ضامن نے سب کی طرف دیکھا... اور صرف ایک جملہ کہا۔

اب کچھ کہنا باقی نہیں، بابا... سب ٹھیک ہے۔

اور وہ اٹھ کر اندر چلا گیا۔

پیچھے صرف سمرین شاہ کے آنسو، شاہ میر شاہ کی خاموشی، اور سب کے دلوں میں اک عجیب سی بے چینی رہ گئی۔



کمرے کا دروازہ آہستہ سے بند ہوا۔ ضامن کے قدم بے وزن سے تھے جیسے خود اپنے وجود کا بوجھ بھی اٹھانا مشکل ہو گیا ہو۔ وہ دروازے سے کمرے کے بیچ تک آیا، ایک نظر ادھر ادھر دوڑائی

ہر چیز ویسی ہی تھی جتنی وہ چھوڑ کر گیا تھا،

لیکن اب، کچھ بھی ویسا نہیں رہا تھا۔

NOVEL E-MEHAR

وہ دھیرے سے بیڈ پر بیٹھا، ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا، پھر پیچھے لیٹ گیا، نظریں چھت سے اٹھنے لگیں۔

کمرے کی خاموشی میں اس کا دل زور سے دھڑک رہا تھا، جیسے چیخ چیخ کر اسے اس کی بے بسی کا طعنہ دے رہا ہو۔

... اب کچھ نہیں بچے گا، ضامن... کچھ نہیں

آنسو کب نکلے، اسے خود خبر نہ ہوئی۔ اس نے تکیے پر سر دبا یا جیسے ساری آوازیں، سارے احساسات، سارے خواب اس میں دفن کر دینا چاہتا ہو۔

پھر وہ دھیرے سے خود سے بولا،

... بس... اب ختم... جو کل تھا، وہ بس ویسے دفن

مگر وہ جانتا تھا دل وہ قید خانہ ہے جہاں خواب اپنی مرضی سے رہتے ہیں۔

نورم جب کمرے سے نکلی، تو باہر کے منظر نے اسے حیران کر دیا۔ سب چہرے کسی گمشدہ سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ فضا میں خاموشی تھی، جیسے کوئی صدمہ تازہ تازہ اترا ہو۔
کیا ہوا... سب ایسے خاموش کیوں ہیں؟ نورم نے حیرت سے پوچھا۔

راہے نے آہستگی سے بتایا، ضامن... کل دوپہر کو نکلا تھا، ابھی صبح واپس آیا ہے۔ ساری رات باہر رہا... جب آیا تو بالکل خاموش، اور... آنکھیں روئی ہوئی لگ رہی تھیں۔
نورم کا دل ایک لمحے کو بیٹھ گیا، جیسے کسی نے اس کی روح کو جھنجھوڑ دیا ہو۔

میں دیکھتی ہوں اسے... وہ کہہ کر تیز قدموں سے ضامن کے کمرے کی طرف بڑھی۔

دروازہ بند تھا۔ نورم نے پلکے سے دستک دی، ضامن؟

کوئی جواب نہیں آیا۔

ایک اور دستک، پھر دروازہ آہستگی سے کھلا۔ نورم اندر داخل ہوئی تو ضامن بستر پر لیٹا ہوا چھت کو گھور رہا تھا، اس کی قمیص ایک طرف رکھی تھی اور جسم پر ہلکا سا بکسار نمایاں تھا۔
نورم کو دیکھ کر وہ آہستہ سے اٹھا اور قمیص پہن لی۔

کیا ہوا ضامن؟ تم تھیک ہو؟

ضامن نے دھیرے سے کہا، کچھ نہیں... بس ہلکا سا بخار ہے۔



نورم نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ دروازہ دوبارہ کھلا کیف اندر آیا۔
NOVEL-E-MEHAR

ضامن... کیا ہوا؟ سب پریشان ہیں۔

ضامن نے ایک لمحہ سانس روکا، پھر مسکرا کر وہی جواب دہرایا، کچھ نہیں... بس تھوڑا بخار۔

لیکن اس کے دل کی دیواروں پر کچھ اور ہی نقش ہو چکے تھے۔

اگر یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خوش ہیں... تو میں، میں اپنے بھائی کی خوشی کے لیے نورم جیسے ہزار خواب قربان کر سکتا ہوں۔ اور پھر... نورم کی بھی تو خوشی انہیں میں ہے۔

ان لمحوں میں نورم تھوڑا سا کیف سے نظریں پیرا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں جھجک تھی، اور گالوں پر ہلکی سی شرم۔

ضامن نے یہ سب نوٹ کیا وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، خاموشی سے۔

کیف نے جاتے جاتے کہا، نورم، یونیورسٹی نہیں جانا؟ میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔

نورم نے ایک بیل ضامن کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں اب بھی وہی بے نام سی بے چینی تھی۔

اللہ حافظ، ضامن... وہ آہستہ سے بولی اور دروازہ بند کر کے چلی گئی۔

دروازہ بند ہوتے ہی ضامن کی ہلکوں سے آنسو ٹوٹ کر نیکے پر گرنے لگے۔

...خوش رہو، نورم... ہمیشہ

اس کا دل تو جیسے آج پھر ایک بار دفن ہو گیا تھا۔

نورم اور کیف گھر سے نکلنے ہی والے تھے۔ کیف اپنی گاڑی کی چابی گھما رہا تھا اور نورم سادہ دوپٹہ سنبھالتی آہستہ قدموں سے اس کے پیچھے آ رہی تھی۔

تمہی پیچھے سے رضا شاہ کی بھاری آواز گونجی۔

کیف! بیٹا، تم اسپتال ہی جا رہے ہونا؟

کیف نے پلٹ کر ادب سے کہا، جی چچا، نورم کو یونیورسٹی ڈراپ کر کے جاؤں گا۔

تو پھر میری دوا بھی لیتے آنا... ڈاکٹر نے نئی دوا لکھ کر دی ہے، میری الماری میں پڑتی رکھی ہے، آؤ ذرا کمرے میں، دے دوں۔

کیف سر ہلا کر رضا شاہ کے پیچھے چل پڑا۔

NOVEL-E-MEHAR

نورم چند لمحوں میں دروازے پر کھڑی رہی۔ اس کی نظریں خود بخود اوپر کی منزل کی طرف اٹھ گئیں ضامن کے کمرے کی کھڑکی بند تھی، جیسے اندر کوئی خاموش چیخ رہی ہو۔

اس کے قدم لمحوں بھر کور کے، پر پھر اس نے سر جھٹک دیا اور آہستہ آہستہ باہر کی طرف چلنے لگی، جہاں کیف تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھ شامل ہو جاتا۔

کمرے میں ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ رضا شاہ اپنی الماری کے قریب کھڑے تھے، دوا کی پرچی کپڑوں کے درمیان سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پیچھے بیڈ پر کیف آرام دہ انداز میں

نیم دراز بیٹھا تھا، ہاتھ میں موبائل تھا مگر نظریں اپنے چچا کی طرف۔

اچانک کپڑوں کے بیچ سے ایک پرانی تصویر نیچے زمین پر آگری۔ کیف نے چونک کر نظر ڈالی، پھر تصویر اٹھالی۔

اس نے شرارتی انداز میں کہا، بڑی لڑکیوں کی تصویریں بھی سنبھال کے رکھتے ہیں؟!! واہ چچا

رضا شاہ کے چہرے پر ایک دم چھاپ سا پڑ گیا۔ جیسے کسی راز پر پردہ ہٹنے کا خوف ہو۔ وہ لپک کر تصویر لینے بڑھے لیکن کیف نے ہاتھ پیچھے کر لیا۔

...اسی لمحوں کیف کے ذہن میں ڈاکٹر منیر کی بات گونجی۔ فاطمہ تمہاری چچی

یہ... یہ فاطمہ ہیں؟ کیف نے دھیرے سے پوچھا، آنکھیں تصویر پر جمائے۔

رضاشاہ کی آنکھیں ہلکی سی جیرانی اور بے چینی سے پھیل گئیں۔ ہاں... ہاں، فاطمہ۔

کیف نے اب چہرے پر سنجیدگی سجائی۔ یہ آپ کی بیوی تھیں؟

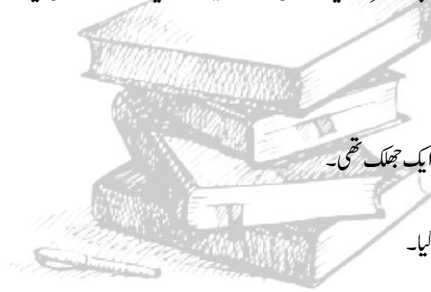
رضاشاہ نے بمشکل سر ہلایا۔ ہاں، لیکن چھوڑو یہ سب۔

وہ تصویر لینے آگے بڑھے، مگر کیف نے اب کے بار تصویر کو پیچھے کرتے ہوئے کہا، واہ چچاواہ! دودو شادیاں؟ اور ہمیں کانوں کان خبر نہ ہوئی؟ رابعہ چچی کو پتہ ہے اس سب کا؟ اور نورم کو؟

رضاشاہ کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ آنکھوں میں ایک سایہ سا تیر گیا۔

کہاں ہیں ابھی یہ؟؟

کیف نے اب تصویر کو غور سے دیکھا۔ فاطمہ کی آنکھوں میں کچھ عجیب سا سحر تھا، ایک مانوس سالگاؤ۔ کیف نے ایک لمحے کو محسوس کیا کہ وہ تصویر اس سے کچھ کہہ رہی ہے۔



... تھی رضاشاہ کی بھاری آواز گونجی، اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں

کیف نے نگاہ اٹھا کر بچا کے چہرے کو دیکھا، جہاں افسوس اور درد کی ایک جھلک تھی۔

اور وہ خاموش ہو گیا... بس تصویر کو تھامے، گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

کیف نے تصویر کو ہولے سے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔ آنکھوں میں ہلکی سی نمی، دل میں ایک انجانی چین۔ پھر آہستگی سے بولا،

NOVEL-E-MEHAR

کب ہوئی تھی آپ کی ان سے شادی؟

رضاشاہ نے ہلکی جھکائیں، جیسے ماضی کے کسی بھاری دروازے کو دھیرے سے کھولنے جا رہے ہوں۔

یونیورسٹی کے دن تھے... وہ وہیں پڑھتی تھیں۔ فاطمہ۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ وہ یتیم تھیں، اپنی خالہ کے ساتھ رہتی تھیں۔ خالہ ان کی شادی ایک چوکیدار سے کروا رہی تھی... میں برداشت نہیں کر سکا۔ اُس دن... اسکی خالہ نے اسے بہت مارا تھا میں نے اُسے اُس گھر سے اٹھا کر نکاح کر لیا۔

کیف کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ ایک انجانی اداسی اتر آئی تھی۔

رضاشاہ کی آواز میں اب نئی گھٹنے لگی تھی۔

ای ایلو نے گھر میں داخل ہونے سے منع کر دیا۔ ہم دونوں نے کرائے کے ایک چھوٹے سے فلیٹ میں زندگی شروع کی۔ وقت سخت تھا... لیکن اُس نے کبھی شکوہ نہیں کیا۔ سب کچھ برداشت کیا۔ اور پھر... پھر ایک دن سڑک کے حادثے میں۔

ان کی آواز کانپ گئی،

...وہ... چلی گئی

ایک خاموشی چھا گئی کمرے میں۔ صرف سانسوں کی آواز اور آنکھوں کی نمی باقی رہی۔

کیف کے دل میں جیسے کسی نے کانٹے چھو دیے ہوں۔ اُس تصویر کی آنکھوں میں اب اُسے درد بھی نظر آ رہا تھا، اور کہی نہ کہی... دل کے کسی کونے میں کسی اپنے کے چلے جانے کا احساس بھی۔

اس نے دیر سے سے تصویر پر نظر ڈالی۔ کچھ احساس، کچھ سوال، اور کچھ درد جو ابھی لفظوں میں نہیں ڈھل سکتے تھے۔

کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد، کیف نے گلا کھنکھار اور تھوڑی الجھن بھرے لہجے میں پوچھا۔

پھر... رابعہ چچی سے؟ اُن سے کیسے...؟

رضاشاہ نے جیسے اپنے اندر کے زخموں کو پھر سے چھوا ہوا، چہرے پہ ایک تھکن سی چھا گئی۔ وہ آہستہ سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

فاطمہ کے جانے کے بعد زندگی جیسے رک گئی تھی... ہر دن ایک خلا، ہر رات ایک سوال بن چکی تھی۔ رابعہ... نورین کے بچپن کی دوست تھی۔ اُس وقت امی نے زور دیا کہ میں کسی سہارے... کے لیے رابعہ سے نکاح کر لوں۔ میں نے امی کی بات مان لی، اور یوں

ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی تھکن تھی، جیسے برسوں کا بوجھ الفاظ کی صورت میں اتر رہا ہو۔

رابعہ میری بیوی تو بن گئی، لیکن... دل میں جو خلا تھا، وہ کبھی پُر نہیں ہوا۔ نہ فاطمہ بھولی، نہ خود کو معاف کر سکا۔ اور شاید... نہ ہی رابعہ کو کبھی دل سے اپنا۔ کا۔

کیف چپ چاپ اُن کی باتیں سنتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں سوال تھے، اور دل میں... وہ تصویر۔

کیف نے خاموشی سے رضاشاہ کی بات مکمل ہونے دی، پھر جیسے کسی کچی یاد کی خوشبو فضا میں تحلیل ہونے لگی ہو، اس نے آہستہ سے پوچھا۔

رابعہ چچی تو نورین پھپھو کی دوست تھیں نا...؟

رضاشاہ نے جیسے ایک اور زخم سہ لیا ہو۔ چہرہ تھوڑا سا زرد پڑ گیا، آواز بھرا گئی۔

تھیں... بہت گہری دوست تھیں وہ دونوں۔ بچپن سے کالج تک ایک ساتھ۔

پھر کیا ہوا؟

رضاشاہ نے نظریں جھکا لیں، جیسے آنکھوں میں چھپا کوئی راز اب زبان تک آ رہا ہو۔

میں فاطمہ سے محبت کرتا تھا... اور رابعہ مجھ سے۔ مگر میں نے رابعہ کی نہیں سنی، فاطمہ سے نکاح کیا۔ اُس نے بھی غصے میں نورین پر الزام لگا دیا کہ وہ میرے بھائی کے ساتھ۔۔۔

وہ رک گئے، جیسے زبان ساتھ چھوڑ گئی ہو۔ پھر آہستہ سے بولے۔

ان باتوں نے نورین کی زندگی بدل دی، اُس کی شادی خاندان سے باہر کر دی گئی۔ رابعہ نے بھی خود کو گم کر دیا۔ لیکن امی نے میری زندگی میں اُسے واپس لانے کی کوشش کی۔ اور میں... میں تب بہت ٹوٹ چکا تھا۔ ہار گیا تھا، قبول کر لیا۔

کیف خاموشی سے سنتا رہا، جیسے دل میں ایک ایک گرہ کھل رہی ہو۔ تصویر اب صاف ہونے لگی تھی۔

اور نورم...؟ کیف نے آہستہ سے پوچھا۔

رضاشاہ نے پہلی بار آنکھوں میں جھانک کر دیکھا، اور بولے۔

نورم میری بیٹی ہے... لیکن اُس کی آنکھوں میں اکثر مجھے رابعہ کی چپ، اور فاطمہ کا درد و نونوں دکھائی دیتے ہیں۔

کمرے کی فضا میں تھوڑی دیر پہلے تک درد کی گرد منڈلا رہی تھی، لیکن اب کیف نے دیر سے سے سامنے بیٹھے رضاشاہ کی طرف دیکھا، اور ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔

چچا... میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔

رضاشاہ نے چونک کر اسے دیکھا، چہرے پر چھایا درد لے بھر کو پیچھے ہٹا، اور لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

ارے واہ! یہ تو خوشی کی بات ہے، آخر کسی نے تو اپنا دل سنبھالا... کون ہے وہ خوش نصیب؟

NOVEL-E-MEHAR

کیف کی آنکھوں میں لمحہ بھر کو جھجکتی آئی۔ اس نے نگاہیں چرائیں، پھر سنبھل کر بولا۔

... نورم

جیسے ہی یہ نام ہوا میں گونجا، رضاشاہ کے چہرے کا رنگ یکدم زرد پڑ گیا۔ مسکراہٹ سوکھ گئی۔ آنکھوں میں ایک عجیب سی تیزی آئی، اور ماتھے پر بل پڑ گئے۔

کیا کہا تم نے؟ ان کا لہجہ اب سرد ہو چکا تھا۔

چچا... نورم۔ میں اُسے پسند کرتا ہوں، اُس سے۔۔۔

بس! رضاشاہ کی آواز کمرے میں گونج اُٹھی، جیسے کسی نے زخم پر نمک ڈال دیا ہو۔

اپنے دماغ سے یہ بات نکال دو، کیف۔ میں نورم کے لیے بہت کچھ سوچ چکا ہوں... وہ تمہارے لیے نہیں ہے۔

کیف کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر زور سے بھینچ دیا ہو۔ مگر وہ ہارا نہیں، ہمت بٹا کر بولا۔

مجھ میں کیا کمی ہے، چچا؟ اگر کوئی کمی ہے تو بتائیں، میں وہ بھی پوری کر دوں گا۔ میں ویسا بن جاؤں گا جیسا آپ چاہتے ہیں... بس ایک موقع دے دیجیے۔

رضاشاہ کی آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا۔ وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے، چہرہ غصے سے سرخ، آواز برف کی طرح کاٹ دار۔

... آج تو میں نے تمہاری زبان سے نورم کا نام سن لیا، آئندہ کبھی یہ نام نہ لینا! کبھی نہیں

فضا میں سنا چھا گیا۔ کیف کی آنکھوں میں سوالوں کا طوفان تھا، اور رضاشاہ کی آنکھوں میں وہ راز، جو اس کی پوری دنیا بدل چکے تھے۔

رضاشاہ کی آواز گونجی تھی، جیسے کسی نے پوری شدت سے دروازہ بند کیا ہو۔ کیف چند لمحوں کی ساکت حالت میں کھڑا رہا، پھر بمشکل اپنی آواز کو قابو میں لاتے ہوئے بولا۔

مگر کیوں چچا؟ آخر کیوں...؟

اس کی آنکھوں میں اذیت تھی، لہجہ تھرا رہا تھا۔

رضاشاہ نے آنکھیں میچ لیں، جیسے اپنے اندر کسی طوفان کو دبا رہے ہوں۔ پھر پلٹ کر سختی سے بولے۔

ایک بار کہہ دیا تو کہہ دیا، کیف نورم میرے لیے میری زندگی ہے، میری بیٹی ہے! اور میری بیٹی تم سے... دور رہے گی

لیکن چچا... کیف نے کچھ کہنا چاہا، مگر رضاشاہ نے ہاتھ اٹھا کر اُسے چپ کر دیا، لہجہ سرد تھا، مگر آنکھیں جل رہی تھیں۔

میرے فیصلے پر کوئی سوال نہیں اٹھا سکتا، کیف۔ جو تم نے آج کہا، وہ پھر کبھی نہ کہنا۔ کبھی نہیں

کیف کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے، لیکن اُن کا درد اُن لفظوں سے کہیں زیادہ تھا جو وہ کہہ سکتا۔ وہ بس ساکت سا کھڑا رہا... جیسے اُس کے سوال کا جواب، صرف خاموشی میں دفن ہو چکا ہو۔

کیف نے رضاشاہ کے چہرے کو آخری بار دیکھا۔ وہ چہرہ بھی کچھ دیر پہلے، ماضی کی یادوں میں نرم تھا، اب غصے، ضد اور سرد مہری سے جمایا ہوا تھا۔ دل میں ایک بھاری سی چٹان اترتی گئی۔
لبوں پر کوئی شکوہ نہ آیا، صرف آنکھوں کا سکوت بولنے لگا۔

اس نے دو آئی کی پرچی اٹھائی۔

بغیر کچھ کہے وہ کمرے سے نکل گیا۔

کیف اندر ہی اندر بھرا ہوا تھا۔ رضاشاہ کی باتیں جیسے دل میں کیل بن کر چبھی تھیں۔ وہ گرم صم سا باہر نکلا، اور گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

نورم، گاڑی میں بیٹھو۔

نورم، جو گیٹ کے قریب کھڑی تھی، چونکی۔ اس کے لہجے میں جو سرد مہری تھی، وہ غیر معمولی لگی۔ لیکن بنا کچھ کہے، بنا کوئی سوال کیے وہ فوراً پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ آج اسے بھی اس کی خاموشی نے ڈرا دیا تھا۔

کار میں سکوت ایسا تھا جیسے سانس بھی اجازت لے کر چل رہی ہوں۔ کیف کا چہرہ سخت، جڑوں کی رگیں ابھری ہوئی، اور آنکھوں میں عجیب سی سرخی تھی۔ اس کا ہاتھ گیز پر تھا، اور رفتار جیسے اس کے جذبات کی شدت سے ہم آہنگ ہو چکی تھی۔

نورم نے کئی بار لب کھولے، کچھ کہنا چاہا... لیکن پھر ضبط کر لیا۔ آج کا کیف، عام دنوں والا کیف نہیں تھا۔ وہ جو اکثر دھیمے لہجے میں بات کرتا، آج جیسے طوفان بن گیا ہو۔

یونیورسٹی کا گیٹ قریب آیا، نو کیف نے گاڑی ایک جھٹکے سے روکی۔ بناس کی طرف دیکھے، دروازہ لاک کھولتے ہوئے بولا۔

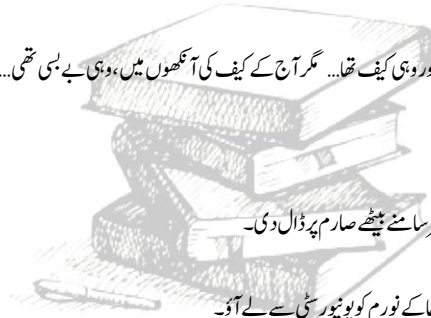
جاؤ۔

نورم نے دھیمی سی آواز میں بس اتنا کہا۔

... اللہ حافظ

لیکن کوئی جواب نہ آیا۔

وہ اترا گئی، گیٹ کی طرف چل پڑی، مگر پیچھے مڑ کر ایک بار دیکھا... اور وہی کیف تھا... مگر آج کے کیف کی آنکھوں میں، وہی بے بسی تھی... جو شاید صرف دل والے ہی سمجھ سکتے تھے۔



رضاشاہ نے سونے کی پشت سے ٹیک لگائے، گہری سانس لی اور نظر سامنے پیٹھے صارم پر ڈال دی۔

ضامن کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی آج... تم ایک کام کرو، جا کے نورم کو یونیورسٹی سے لے آؤ۔

NOVEL-E-MEHAR

صارم نے چونک کر دیکھا، جیسے کچھ سوچنے لگا ہو، پھر خاموشی سے سر ہلا دیا۔

ٹھیک ہے۔

مگر اس کی آنکھوں میں وہ پرانی چمک نہ تھی... وہ گرجو شی، جو کبھی نورم کے لیے ہوا کرتی تھی، جیسے کہیں کھو گئی تھی۔ شاید وہ لمحہ، جب اُسے اور ثناء کو رابعہ اور ان کی نورین کے ماضی کا پتہ پتہ چلا وہی لمحہ سب کچھ بدل گیا تھا۔

اب وہ دونوں نورم سے اجنبیت سے پیش آتے تھے۔ لہجے میں وہ نرمی نہ رہی تھی، جو کبھی رشتے کی بنیاد ہوا کرتی تھی۔ ہر بات میں چبھتی چپ، ہر جملے میں سرد مہری۔

اور نورم... وہ یہ سب محسوس کرتی تھی، ہر بدلتا رویہ، ہر تلخ نظر... جیسے یہ سب اس کی غلطی ہو، جیسے وہ خود ان سب خاموش نفرتوں کی وجہ ہو۔

صارم نے گاڑی یونیورسٹی کے باہر روکی۔ دھوپ کی ہلکی تیش شیشے پر پڑ رہی تھی، اور اس کے ماتھے پر گہری سنجیدگی کی کیر نمایاں تھی۔

چند لمحوں بعد نورم باہر نکلی، آج بھی وہ سادہ سادہ پتہ سنبھالے، دھیمی چال میں چلتی ہوئی آئی۔ اس نے جیسے ہی صرام کو دیکھا، معمول کے برخلاف اُس کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ نہ ابھری۔

نورم نے آہستہ سے کہا اور بچھلی سیٹ کا دروازہ کھولنے لگی۔ "السلام علیکم،"

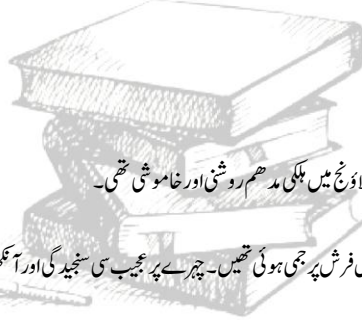
مگر صرام کی آواز نے اُسے روک دیا، سرد اور بے پروا۔

ڈرائیور نہیں ہوں تمہارا۔ "سامنے بیٹھو۔"

نورم تھوڑی چونکی، پھر خاموشی سے فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی۔ گاڑی کا ماحول بو جھل تھا، جیسے الفاظ کہیں منہ چھپا کر بیٹھ گئے ہوں۔

سفر کے دوران دونوں خاموش رہے۔ نورم نے کئی بار کچھ بولنے کا سوچا، مگر صرام کی سنجیدہ آنکھیں اور بند لب اُس کے حوصلے توڑ دیتے۔

نورم نے کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کر دیا۔ دل کے اندر کچھ دیر سے سے چھ رہا تھا۔ یہ مجھ سے اجتناب... کب، کیسے، اور کیوں بڑھ گئے تھے؟ اب نورین پھپھو کی طرح انکی اولادیں بھی مجھ سے نفرت کرینگی کیا۔ وہ خود سمجھ نہ پائی۔



شام کی سنہری دھوپ آہستہ آہستہ دیواروں سے سرک رہی تھی۔ لاؤنج میں ہلکی مدھم روشنی اور خاموشی تھی۔

ضامن تنہا بیٹھا تھا، لانچ کے صوفے پر، کہنی گھٹنوں پر نکائے، نظریں فرش پر جمی ہوئی تھیں۔ چہرے پر عجیب سی سنجیدگی اور آنکھوں میں تھکن سی چھائی تھی۔

نورم اندر داخل ہوئی۔ ضامن کو خاموش اور تنہا بیٹھا دیکھ کر کچھ لمحے رک گئی۔ پھر آہستگی سے اس کے قریب آ بیٹھی۔

کچھ لمحے یوں ہی خاموشی چھائی رہی۔ نورم نے بات شروع کرنا چاہی، مگر ضامن نے نظریں موڑ لیں جیسے ابھی سنے کا دل نہ ہو۔

نورم کی آنکھوں میں چپ کا کرب جھلکا، پر وہ خاموش رہی۔

ضامن دل ہی دل میں خود سے گویا ہوا۔

جب یہ دونوں خوش ہیں، ایک دوسرے کے لیے اہم ہیں... تو پھر تم کیوں ناخوش ہو، ضامن؟ تم کون ہوتے ہو ان کی خوشی کے بیچ آنے والے؟

اس نے آہستہ سے خود کو سنبھالا، جیسے دل پر پتھر رکھ لیا ہو۔ پھر نورم کی طرف رخ کیا۔

...نورم

اس کی آواز میں نرم سی سنجیدگی تھی۔

تمہیں کیف بھائی نے کب بتایا کہ وہ تم سے محبت کرتے ہیں؟

نورم نے ہلکیں جھکائیں، اور کچھ سوچ کر آہستگی سے بولی۔

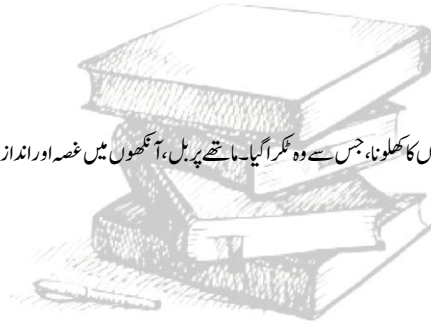
محبت کا تو نہیں کہا... بس یہ کہا تھا کہ میں نے ان کا دل پر لیا ہے۔

ضامن کچھ لمحے بس اسے دیکھتا رہا خاص طور پر اس کی آنکھوں کی چمک، جوان الفاظ کو دہراتے ہوئے اور بھی گہری ہو گئی تھی۔

ایک عجیب سی چمک، جو ضامن کے دل کو کہیں اندر سے چھو گئی۔ ج

صحن میں ہنسی خوشی کی فضا تھی۔ نورم اور فری باتوں میں مگن تھیں اور ضامن ان دونوں کو تنگ کرنے میں جب اچانک باہر کے دروازے کی جانب سے ایک زوردار آواز آئی۔ جیسے کسی چیز سے ٹکر ہو گئی ہو۔

"! اوہ شٹ"



چینج کے ساتھ ہی کیف کی آواز سنائی دی، جو ہال میں داخل ہو رہا تھا۔

اس کے قدموں کے نیچے کوئی چیز پڑی تھی شاید کوئی خالی بوتل یا بچوں کا کھلونا، جس سے وہ ٹکر آ گیا۔ ماتھے پر تل، آنکھوں میں غصہ اور انداز بیزاری سے بھرا ہوا۔

"کیا کبھی کوئی چیز اپنی جگہ پر نہیں رہتی اس گھر میں؟"

اس کی آواز بلند ہوئی، جیسے اندر کا سارا اضطراب باہر آ گیا ہو۔

NOVEL-E-MEHAR

وہ تیزی سے لاؤنج کی طرف بڑھتا تھا کہ رضا شاہ جو ابھی لاؤنج میں بیٹھے اخبارات دیکھ رہے تھے، سر اٹھا کر سنجیدگی سے کیف کی طرف دیکھنے لگے۔ ان کی نگاہ میں کچھ شرمندگی، کچھ تشویش اور کچھ ان کے لفظ تھے۔

دل ہی دل میں انہوں نے تسلیم کیا یہ سب میری ہی باتوں کا اثر ہے۔

کیف تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا، دروازہ بند ہونے کی آواز صاف سنائی دی۔

ضامن نے کیف کے جانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ان کو کیا ہو گیا ہے؟"

نورم نے ہلکا سا سانس لیا، اور آہستہ آواز میں بولی۔

"کہا، پر اس نے جواب تک نہیں دیا۔ اللہ حافظ! پتا نہیں... صبح بھی جب یونیورسٹی چھوڑنے گئے تھے مجھے، تب بھی ایسے ہی موڈ میں تھا۔ میں نے"

رضاشاہ کی آنکھوں میں چھین سی لہرائی۔ دل جیسے کسی نے بٹھوایا ہو۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور ان کا لہجہ ایک دم سخت ہو گیا

"! آج کے بعد کیف کے ساتھ یونیورسٹی نہیں جاؤ گی تم، سن رہی ہو نا؟ ناگئیں توڑ دوں گا تمہاری

نورم نے نظریں جھکا لیں۔ ضامن نے چونک کر اپنے نرم مزاج چچا کی طرف دیکھا۔ رضاشاہ تو اتنا عرصہ کرتے ہی نہیں تھے۔ مگر اگلے لمحے رضاشاہ کا لہجہ نرم ہو چکا تھا۔ انہوں نے ضامن کے کندھے پر ہاتھ رکھا:

"ضامن بیٹا... نورم تمہارے ساتھ ہی جاتی تھی پہلے، اب بھی تم ہی اسے لے جایا کرو۔"

نورم نے سر اٹھا کر حیرت سے ان کی طرف دیکھا، جیسے پہلی بار کسی دراز سے روشنی اندر آئی ہو۔

رضاشاہ ضامن سے کہہ کر آہستہ آہستہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

کمرے میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔

ضامن نے ہلکا سا سانس لیا، اور نورم کی طرف دیکھا۔

نورم نے بھی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا دونوں کی آنکھوں میں سوال تھے، الجھن تھی، اور شاید... کچھ ان کی سوچیں۔

نہ ضامن کچھ بولا، نہ نورم۔ مگر ان کی خاموش نظریں ایک دوسرے سے پوچھ رہی تھیں۔

"اب کیا ہو گا؟"

NOVEL-E-MEHAR

"یہ سب کیوں ہوا؟"

"کیا تم بھی وہی سوچ رہے ہو جو میں سوچ رہی ہوں؟"

خاموش سوال، اور ساکت لمحہ... جیسے وقت رک گیا ہو۔

رات گہری ہو چکی تھی۔

ہلکی ہلکی ہوا میں درختوں کے پتے سرسرا رہے تھے، اور پورے گھر پر ایک خاموش طاری تھی۔

کیف لان کی طرف جاتی سیڑھیوں پر تنہا بیٹھا تھا۔

اس کا سر جھکا ہوا تھا، ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں الجھی ہوئی، اور چہرے پر ایک عجیب سی اُداسی۔

اوپر، صارم اپنے کمرے کی کھڑکی کے پردے ہٹا کر باہر دیکھ رہا تھا۔

اس کی نگاہ سیدھی کیف پر تھی۔ وہ گہرے غور سے کیف کو دیکھ رہا تھا جیسے اس کی خاموشی کو پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر دل میں ایک خیال آیا،

ایسا خیال جس نے صارم کے چہرے پر ایک سرد سی سنجیدگی بکھیر دی۔

"اگر میں کیف بھائی کو بیچ بتا دوں... سارا بیچ... تو وہ شاید نورم کو بھول کر شہناہ آپنی سے شادی کے لیے مان جائیں۔"

"...ایسا ہو جائے تو... مجھے بھی نورم سے شادی نہیں کرنی پڑے گی"

"! اور... حوریا... وہ میری ہو جائے گی"

صارم کی آنکھوں میں ایک خواہش چمک اٹھی مگر اس چمک میں ایک ہچکچاہٹ بھی تھی۔

کیا وہ واقعی بیچ بول پائے گا؟

کیا وہ یہ سب صرف اپنی محبت کے لیے کرے گا؟

وہ کھڑکی سے پیچھے ہٹا، دل کی الجھن اور ضمیر کی آواز کے درمیان بھنسنے لگا۔



نیچے، کیف اب بھی سیز ہیوں پر بیٹھا تھا بے خبر، گم سم، اپنے ہی زخموں میں الجھا ہوا۔

NOVEL-E-MEHAR

صارم آہستگی سے سیز ہیوں اترتا ہوا کیف کے قریب آیا۔

نیچے بیٹھتے ہوئے اس نے ایک ہلکی سی نظر کیف کے چہرے پر ڈالی وہی اُداسی، وہی خاموشی، جو صارم نے کھڑکی سے دیکھی تھی، اب اور بھی قریب محسوس ہو رہی تھی۔

"...کیف بھائی"

اس نے نرم لہجے میں پکارا، مگر کوئی جواب نہ ملا۔

صارم تھوڑا سا اور جھک کر بولا۔

"کیا ہو آپ کو؟ اتنے اُداس کیوں ہیں؟"

کیف کی پلکیں جیسے تھوڑی دیر بعد ہلکیں، مگر وہ اب بھی سامنے گھاس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ہوانے اس کی پیشانی پر آئی ایک لٹ کو آہستہ سے ہلایا۔

کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد، اس کی آواز ابھری مدھم، تھکی تھکی۔

"... کبھی کبھی... سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں لگتا، صارم"

"... اور کبھی... جو نہیں ہونا چاہیے، وہی دل کو سب سے زیادہ بھاتا ہے"

صارم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، جیسے اس کے دل میں اٹھنے والی باتیں اپنا تک کیف کے لفظوں میں ڈھل گئی ہوں۔

"پھر بھی... دل پر زور دینا پڑتا ہے نا؟"

صارم کی آواز میں ہلکی لرزش تھی۔

کیف نے پہلی بار اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں ادھوری سی مسکراہٹ لیے۔

"... زور دینے سے کچھ وقت کے لیے بات دب تو جاتی ہے، مگر ختم نہیں ہوتی"

صارم خاموش ہو گیا۔

دونوں بھائی رات کے اس سناٹے میں، دو الگ کہانیوں میں الجھے، ساتھ بیٹھے تھے مگر دلوں میں طوفان الگ الگ تھے۔

NOVEL-E-MEHAR

اگلے کچھ دن خاموشی کے دبیر پردوں میں لپٹے گزرتے رہے۔

... ہر دن سورج ویسے ہی طلوع ہوتا، ویسے ہی غروب ہو جاتا

ہوا میں پہلے جیسا شور تھا، پر گھروں کے اندر جیسے وقت ختم گیا تھا۔

گھر کے آنگن میں کبوتر اب بھی پھڑپھڑاتے تھے،

درختوں کی شاخوں پر کونسل بدستور کوکتی تھی،

... چائے کے کپ کی بھاپ اب بھی صبح کی ٹھنڈی ہوا میں تحلیل ہو جاتی تھی

مگر...

دلوں میں ایک عجیب سی خاموشی تھی۔

... دو، تین دن بیت گئے تھے

مگر ہر دن ایک دوسرے کی کاپی لگتا تھا۔

بے رنگ، بے آواز۔

رضاشاہ نے جیسے ایک نادیہ دیوار کھینچ دی تھی نورم اور کیف کے بیچ۔

جہاں نورم نظر آتی، کیف کو دوسری طرف روک لیا جاتا۔

جہاں کیف کا قدم بڑھتا، نورم کو کوئی بہانہ دے کر ہٹا دیا جاتا۔

کبھی رضاشاہ نرم لہجے میں کہتے۔

"نورم بیٹا، تم فری کے ساتھ بازار چلی جاؤ، کیف میرے ساتھ ایک کان سے جائے گا۔"

یا ضامن کو مخاطب کرتے۔

"ضامن بیٹا، نورم کے ساتھ تم جاؤ، کیف ابھی رک جائے۔"



NOVEL-E-MEHAR

نورم... ہر بار نظریں جھکائے، کچھ نہ کچھ سمجھنے کی کوشش کرتی رہتی،

لیکن الفاظ اس کے لبوں تک آکر دم توڑ دیتے۔

... کیف

وہ تو جیسے اندر ہی اندر ٹوٹنے لگا تھا۔

اکثر کھانے کی میز پر چپ چاپ بیٹھتا، دونوں الے لیتا اور پھر اٹھ کر کہیں گم ہو جاتا۔

کبھی ضامن نے نوٹ کیا کہ کیف کھڑکی کے پاس بیٹھا گھنٹوں باہر دیکھتا رہتا،

یالان کے سنسان گوشے میں کرسی پر جھولتا، اپنی دنیا میں کھویا ہوتا۔

نورم اگر کبھی بے اختیار کچھ کہنے لگتی،

تو رضاشاہ کی سخت نظریں اس کی ہر بات کاٹ دیتیں۔

حویلی کی دیواریں، راہداریاں، سیڑھیاں۔

سب کچھ ویسا ہی تھا،

مگر ماحول میں ایسی اداسی رچ بس گئی تھی کہ جیسے ہنسی، خوشبو، اور چچا ہٹ نے گھر چھوڑ دیا ہو۔

محل جیسی وہ حویلی، اب قبر کی سی خاموشی کا عکس بن گیا تھا۔

رات کی تہا، ٹھنڈی ہوا محل کی دیواروں سے سرگوشیاں کر رہی تھی۔

کہیں دور سے کتوں کے بھونکنے کی آواز آرہی تھی۔

کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی پھیلی تھی۔

شاہ میر شاہ اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھے، آنکھیں نیم بند کیے ہوئے، گہری سوچوں میں ڈوبے تھے۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"آ جاؤ۔"



ان کی آواز معمول سے کچھ زیادہ تھکی تھی۔

NOVEL-E-MEHAR

دروازہ کھلا اور کیف اندر آیا۔

اس کے قدموں میں پچکا ہٹ تھی، مگر چہرے پر ہمت کا سایہ بھی۔

اس نے دبے دبے قدموں سے آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے سلام کیا۔

"بیٹھو، بیٹھو کیف بیٹا... خیر تو ہے؟"

شاہ میر شاہ نے سرسری انداز میں پوچھا، مگر نظراب بھی سوچوں میں الجھی ہوئی تھی۔

کچھ ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں موسم کا تذکرہ، کام کا ہلکا سا حال

مگر کیف کی بے چینی اس کی آواز اور انداز سے چمک رہی تھی۔

"ادا جان... میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔": آخر اس نے آہستہ سے کہا

شاہ میر شاہ نے پہلی بار پوری طرح اس کی طرف دیکھا۔

"میں... میں نورم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" کیف نے ہمت جمع کر کے دھیمی آواز میں کہا

ایک لمحے کو کمرے کی فضا جیسے منجمد ہو گئی۔

ہوا بھی ساکت ہو گئی۔

چاندنی بھی جیسے دم سادھ گئی۔

شاہ میر شاہ کی نظریں کیف پر جم گئیں،

اور ان کی پیشانی کی لکیریں گہری ہو گئیں۔

ان کے لہجے میں سختی اتر آئی۔

"یہ نام دوبارہ اپنی زبان پر نہ لانا، کیف"

کیف آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھنے لگا حیرت اور صدمے کے ساتھ۔



NOVEL-E-MEHAR

"مگر ادا جان... کیوں؟"

اس کی آواز کانپ گئی۔

شاہ میر شاہ نے نگاہیں چرائیں،

نہ کوئی وضاحت دی، نہ کوئی دلیل۔

بس تھکے تھکے مگر سخت لہجے میں کہا۔

یہ رشتہ ممکن نہیں، بس یہی سمجھ لو۔"

"باقی باتیں جاننے کی تمہیں ضرورت نہیں۔"

کیف کے دل میں جیسے کسی نے برف کی سل رکھ دی ہو۔

وہ کچھ کہے بغیر، ٹوٹے قدموں سے کرسی سے اٹھا،

اور دروازے کی طرف چل دیا۔

پیچھے، کمرے میں چاندنی اب بھی جھانک رہی تھی،

مگر وہ روشنی کسی زخمی امید پر مرہم رکھنے کے بجائے اسے اور زیادہ نمایاں کر رہی تھی۔

رات کے سنائے میں شاہ میر شاہ کے کمرے کی خاموشی گونج رہی تھی۔

ہر طرف ایک بوجھل اداسی تھی۔

وہ اپنی بڑی سی پرانی آرام کرسی پر نیم دراز تھے۔

آنکھیں بند تھیں، مگر نیندان سے کوسوں دور تھی۔

کبھی وہ آنکھیں کھول کر چھت کو گھورتے،

کبھی ٹھنڈی سانس بھر کر روٹ بدلنے۔

کیف کی بھری ہوئی آواز، اس کی التجا بھری آنکھیں، بار بار ان کے ذہن میں گونجتیں۔



انکار کالمہ، کیف کا ٹوٹا ہوا چہرہ... سب کچھ جیسے بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔

"...کاش... سب کچھ اتنا آسان ہوتا"

انہوں نے دل ہی دل میں کہا۔

ماضی کی گرد سے کچھ زخم پھر سے ہرے ہونے لگے تھے۔

کمرے میں ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا آرہی تھی۔

دور مسجد سے اذان کی مدھم آواز ابھری فجر کا وقت ہو چکا تھا۔

شاہ میر شاہ نے گہری سانس لی۔

وہ کرسی سے اٹھے، اور کھڑکی کے پاس جا کھڑے ہوئے۔

چمکتی ہوئی روشنی میں انہوں نے دور مشرق میں پھیلتی ہلکی نیلی روشنی کو دیکھا۔

چند لمحے وہ پونہی کھڑے رہے۔

پھر جیسے دل کے اندر ایک آخری فیصلہ ہوا۔

انہوں نے خود سے کہا۔

"... اگر زیادہ دیر کی"

"... اگر اور سختی دکھائی

"تو دل اور رشتے دونوں ٹوٹ جائیں گے۔"

"بہتر یہی ہے... کہ بڑی مصیبت سے پہلے، چھوٹی قربانی دی جائے۔"

نورم کو ضامن کے ساتھ باندھ دینا ہی واحد راستہ ہے۔"

"محفوظ راستہ... عزت والا راستہ۔"

انہوں نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے دل پر کوئی بھاری پتھر رکھ دیا ہو۔

مگر اب فیصلہ ہو چکا تھا۔

NOVEL-E-MEHAR

صبح کی پہلی کرن کے ساتھ، ایک نیا باب کھلنے والا تھا۔

چاہے وہ دلوں پر کتنی ہی بھاری کیوں نہ گزرے۔

صبح کی نرم دھوپ حویلی کے صحن میں خاموشی سے پھیل رہی تھی۔

فضا میں ہلکی سی ٹھنڈک تھی، جیسے رات کی اداسی ابھی تک بکھری ہوئی ہو۔

شاہ میر شاہ نے ملازمہ کو کہا،

"جا کر رضا احمد کو بلا لاؤ، کہو کہ ابھی آجائیں۔"

چند لمحوں بعد رضا شاہ اور احمد شاہ ادب سے اندر داخل ہوئے۔

دونوں نے جھک کر سلام کیا۔

شاہ میر شاہ نے کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی سر کے اشارے سے جواب دیا،

اور گہری، تھکی ہوئی آواز میں بولے۔

"بیٹھو۔"

دونوں اپنے باپ کے حکم پر سامنے پڑی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

کمرے میں ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔

شاہ میر شاہ نے اپنی لائٹھی کے دستے پر ہاتھ جماتے ہوئے کہا۔

"سوچنے سمجھنے کے بعد ایک فیصلہ کیا ہے۔"

رضا شاہ اور احمد شاہ نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

شاہ میر شاہ کی نظریں سیدھی رضا شاہ پر جمی تھیں۔



"نورم کی نسبت ضامن سے طے کی جا رہی ہے۔"

کمرے میں جیسے ہوا رک گئی۔

رضا شاہ نے آنکھیں جھکا لیں،

اور احمد شاہ نے ایک بار گہری سانس بھری۔

شاہ میر شاہ نے بات جاری رکھی۔

میں جانتا ہوں... تم دونوں کے دل میں کچھ اور خواہشات تھیں۔"

مگر یہ قدم ضروری ہے۔

...رشتے محفوظ رہیں، عزت سلامت رہے

"اسی میں سب کی بھلائی ہے۔"

ان کے لہجے میں ایسا فیصلہ تھا، جس میں بحث کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

رضاشاہ نے سر جھکائے آہستگی سے کہا۔

جو آپ مناسب سمجھیں، ابو۔"

"ہمیں آپ کا فیصلہ منظور ہے۔"

احمد شاہ نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

شاہ میر شاہ نے گہری نظر سے دونوں کو دیکھا۔

چند لمحے بعد ان کی سخت نظریں نرمی میں ڈھل گئیں۔

"ٹھیک ہے۔"

پھر آج شام میں سب کو بلا کر اعلان کر دوں گا۔

... رسمیں بعد میں ہوں گی

"پہلے نکاح ہو گا کل۔"



NOVEL-E-MEHAR

انہوں نے بات مکمل کر کے لاٹھی زمین پر نکائی،

جیسے ہر بات پتھر پر لکیر ہو گئی ہو۔

کمرے میں خاموشی ابھی پوری طرح ٹوٹی نہ تھی جب شاہ میر شاہ نے ایک لمحے کے توقف کے بعد پھر سے لب کھولے۔

انہوں نے رضاشاہ کی طرف گہری نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور ہاں... ایک اور بات۔"

رضاشاہ نے ہلکی سی سر ہلانے کے انداز میں خاموش تائید کی،

جیسے وہ پہلے ہی جانتے ہوں کہ اب کون سا معاملہ زیر بحث آئے گا۔

شاہ میر شاہ نے اب احمد شاہ کی طرف رخ موڑتے ہوئے کہا۔

... احمد، تمہیں شاید اندازہ نہ ہو"

"لیکن کیف نے اپنے دل کی بات مجھ سے کہی ہے۔

احمد شاہ کی پیشانی پر حیرت کی ایک کیرا بھری۔

شاہ میر شاہ کی آواز مزید بھاری ہو گئی۔

"کیف، نورم سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔"

کمرے کی فضا جیسے ایک لمحے کو جم گئی۔

احمد شاہ نے بے یقینی سے ایک بار رضا شاہ کی طرف دیکھا،

پھر شاہ میر شاہ کی طرف۔

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، ابو؟"

احمد شاہ کی آواز میں بے اختیار حیرت اور الجھن تھی۔

شاہ میر شاہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

ہاں، یہ سچ ہے۔"

لیکن میں نے سختی سے منع کر دیا ہے۔

یہ مناسب نہیں۔

"یہ رشتہ، ان دونوں کے بیچ میں... کبھی ممکن نہیں۔

رضا شاہ نے سر جھکا کر خاموشی سے سب سنا۔

ان کی خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ پہلے ہی یہ سب جانتے تھے۔

شاہ میر شاہ نے بات آگے بڑھائی۔



NOVEL-E-MEHAR

اسی لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ضامن اور نورم کی نسبت جلد از جلد طے کر دی جائے۔"

"تاکہ کسی کو بھی غلط امید نہ رہے، اور نہ ہی کوئی دل آزاری ہو۔"

احمد شاہ نے اب سنبھلتے ہوئے آہستہ سے سر ہلایا۔

جیسا آپ مناسب سمجھیں اب۔"

"آپ کا فیصلہ ہمارے لیے حرف آخر ہے۔"

شاہ میر شاہ نے لاٹھی پر ہاتھ جمائے،

اور نگاہیں مضبوطی سے سامنے گاڑ دیں۔

کمرے میں موجود ہر شخص جانتا تھا۔

جو فیصلہ ہو چکا، اب اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہ تھی۔

محل نما گھر کے بڑے دیوان خانے میں روشنیوں کا ایک ہالہ سائنا ہوا تھا۔

رضاشاہ، احمد شاہ، اور شاہ میر شاہ پہلے سے موجود تھے۔



دھیرے دھیرے سب گھر والے جمع ہونے لگے۔

NOVEL-E-MEHAR

نورین، رابیا، سمرین، ثناء، انابہ، صدارم، کیف، ضامن، اور نورم بھی آگئے۔

سب کو اندازہ تھا کہ کوئی خاص بات ہونے والی ہے۔

مگر اتنی سنجیدگی؟

یہ کچھ الگ سا منظر تھا۔

کمرے کے بیچ میں شاہ میر شاہ اپنی مخصوص گھبیر آواز میں بولے۔

"سب یہاں آگئے؟"

سب نے ایک ساتھ سر ہلایا۔

شاہ میر شاہ نے لمحہ بھر سب کو دیکھا، پھر سید حامد سے پر آئے۔

"میں نے آج تم سب کو اس لیے اکٹھا کیا ہے کہ ایک بہت اہم فیصلہ سنا سکوں۔"

نورم، جو فری کے ساتھ ایک طرف بیٹھی تھی، بے اختیار سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

ضامن، جو چپ چاپ تھا، اس کی نظریں اب پوری توجہ سے دادا کی طرف تھیں۔

کرہ جیسے لمحہ بھر کو ساکت ہو گیا تھا۔

شاہ میر شاہ کے الفاظ گونجے تھے۔

"ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ نورم بیٹی کا رشتہ... ضامن کے ساتھ طے کر دیا جائے۔ اور کل شام نکاح ہے دونوں کا"

ضامن کو لگا جیسے زمین ہل کر رہ گئی ہو۔

... ایک لمحے کو تو وہ سمجھا تھا

کہ دادا کیف بھائی اور نورم کے رشتے کا اعلان کریں گے۔

اسی سوچ میں وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

... مگر اگلے ہی لمحے

جیسے کسی نے اس کے وجود پر برف سی ڈال دی ہو۔

آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

کیف، جو ایک کونے میں بیٹھا تھا،

اسے بھی یہ فیصلہ سمجھنے میں وقت لگا۔

چہرے پر حیرت کی ایک ٹھنڈی لہر دوڑ گئی۔

... وہ تو سمجھا تھا شاید

اس کے اور نورم کے بیچ کوئی بات چلے گی۔



NOVEL-E-MEHAR

... مگر یہاں تو

قصہ ہی کوئی اور ہو چکا تھا۔

نورم کی حالت تو اور بھی ابتر تھی۔

ایسا لگا جیسے اس کے قدموں تلے سے زمین کھسک گئی ہو۔

لب کپکپا گئے، آنکھیں پھیل گئیں۔

وہ بے یقینی سے ضامن کو دیکھنے لگی۔

جیسے کوئی امید ٹوٹ کر بکھر گئی ہو۔

ضامن نے ایک گہری سانس لی۔

اپنے دل پر پتھر رکھ کر،

اپنے آنسوؤں کو اندر ہی اندر دفن کرتے ہوئے،

کاہنتی آواز میں بولا۔

"دادا..."

"... بھائی چاہتے تھے کہ

وہ بات ادھوری چھوڑ کر چپ ہو گیا۔

خود پر قابو پانے میں کامیاب تو ہو گیا،

مگر اس کی آنکھوں کی نمی چھپ نہ سکی۔

شاہ میر شاہ نے سخت لہجے میں بات کاٹ دی۔

جو میں نے کہہ دیا، وہی ہو گا۔"

کیف کا کوئی فیصلہ نہیں چلنے والا۔



NOVEL-E-MEHAR

"اور تمہیں نورم کا خیال رکھنا ہوگا، ضامن۔"

نورم کی آنکھوں سے آنسو لڑھکنے لگے۔

وہ بے اختیار ضامن کو دیکھتی رہی تھی۔

ایک ان کہی سوال آنکھوں میں لیے۔

ضامن نے نظریں چرائیں۔

...کیف سر جھکائے بیٹھا تھا

بے حد خاموش... بے حد تنہا۔

فضا میں اداسی کا ایک دبیز پردہ تن گیا تھا۔

کیف جو اب تک خاموش بیٹھا تھا،

اچانک غصے سے کھڑا ہو گیا۔

اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی،

جیسے اندر جلتا لاوا اب پھٹنے کے قریب ہو۔

آواز گونجی زلزلے کی طرح۔

"...! ایسی کیا خرابی ہے مجھ میں"

... جو نورم مجھ سے نہیں

"! میرے بھائی سے بیانی جائے گی؟"

کمرے میں ستانا چھا گیا۔

سب کے چہرے فق ہو گئے۔

کیف کا سینہ تیزی سے اٹھ رہا تھا۔



NOVEL-E-MEHAR

چہرہ سرخ ہو رہا تھا،

اور آنکھیں نمی سے چمکنے لگی تھیں۔

"میں نے کب مانگا تھا کوئی تاج محل؟"

اس نے تقریباً چہینے ہوئے کہا۔

"بس..."

بس چاہا تھا کہ جسے دل نے چُنا،

"...! وہ میری ہو

شاہ میر شاہ نے سخت نظروں سے اسے گھورا،

مگر کیف آج کسی کی پرواہ کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"... اگر میں اتنا ہی ناقابل تھا"

"! تو بتا دیجئے دادا جان

اس کی آواز میں ٹوٹا ہوا غرور تھا۔

نورم کے ہاتھ کانپنے لگے۔

ضامن نے بے اختیار نظریں جھکا لیں۔

کیف نے ایک ہل کو سب کو دیکھا،

پھر جیسے کچھ سوچ کر پلٹا

قدموں کی چاپ گونجی۔

تیز، بے تاب اور بھری ہوئی۔

دروازہ زور سے کھل کر بند ہوا۔



NOVEL-E-MEHAR

...کیف

حویلی کے بڑے دروازے سے باہر نکل کر گاڑی کی طرف گیا۔

...پچھے رہ گئے

چند سائیکل چہرے، اور دلوں پر چھائے ٹوٹے خوابوں کے سائے۔

ہوا میں کیف کی سانسوں کی بے چینی گونج رہی تھی۔

...اور رات کی خاموشی میں

ایک دہی دہی سسکی نورم کے لبوں سے پھسل گئی۔

دروازے کے بند ہونے کی آواز جیسے نورم کے وجود پر چوٹ بن کر گری۔

سانس لینا مشکل ہو گیا تھا۔

چہرہ بے رنگ ہو چکا تھا۔

آنسو پلکوں پر لرزنے لگے تھے۔

لاؤنج میں سکوت طاری تھا۔

ہر کوئی اپنی جگہ ساکت تھا، مگر آنکھوں میں کہرام مچا تھا۔

ثناء کا چہرہ سخت ہو چکا تھا۔

آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں تھیں، جیسے نورم کو اپنی نظروں سے جلا دینا چاہتی ہو۔

!اسے اپنے دل میں اٹھتے غیظ کا سامنا تھا آخر جس کیف کو وہ برسوں سے چاہتی آئی تھی، اس کے دل میں نورم کی جگہ بن چکی تھی

انا ہیہ بھی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی، آنکھوں میں آنسو اور دل میں چھپتی ہوئی جلن۔

ضامن کا نورم سے نکاح طے ہو چکا تھا۔

جس خواب کو وہ برسوں سے دل میں سجا رہی تھی، وہ خواب ایک پل میں کرچی کرچی ہو گیا تھا۔



NOVEL-E-MEHAR

نورین، رابعہ اور سمیرن، تینوں عورتیں اپنی اپنی سوچوں میں گم تھیں۔

نورین کی نظریں نفرت سے بار بار نورم پر اٹھتیں اور جھٹک کر ہٹ جاتیں۔

رابعہ نے سر جھکا رکھا تھا، دل میں ایک انجانے خوف کی لہر تھی، جبکہ سمیرن بے چینی سے اپنی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

شاہ میر شاہ خاموشی سے، کرسی پر بیٹھے اپنی چھڑی پر ہاتھ رکھے، گہری سوچ میں گم تھے۔

رضا شاہ اور احمد شاہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے، کبھی ہلکی ہلکی سانسوں سے گہری الجھن کو چھپا رہے تھے۔

صارم، جو سب سے خاموش طبیعت کا تھا، صوفے کے ایک کونے میں بیٹھا صرف دیکھ رہا تھا۔

اس کے چہرے پر الجھن تھی، جیسے وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا ہو کہ ان سب بدلتے رشتوں میں اپنی جگہ کہاں بنائے۔

فری اپنی جگہ بیٹھی، جیران و پریشان تھی، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو کہ یہ سب اچانک کیوں ہو گیا۔

... شاہ ویلا کا لاؤنج

آج وہ مقام بن گیا تھا جہاں رشتے بکھر رہے تھے، محبتیں کچلی جا رہی تھیں، اور حسد و جلن کی آگ ہر دل میں سلگنے لگی تھی۔

ضامن نے بے چینی سے نظریں اٹھائیں،

... مگر نورم

NOVEL-E-MEHAR

اس سے نظریں چرائے، لڑکھڑاتے قدموں سے پلٹی۔

چند قدم چلی پھر دوپٹے کے پلو سے آنکھیں چھپاتی، بھاگتی ہوئی اپنی منزل کی طرف لپکی۔

چند لمحوں میں وہ سیڑھیاں پھلا گئی، اپنے کمرے میں جا پہنچی۔

... دروازہ بند کرتے ہی

وہ دروازے سے ٹک کر نیچے بیٹھ گئی۔

اس کے کندھے بل رہے تھے۔

سسکیاں اب ضبط کے دامن کو پھاڑ چکی تھیں۔

"کیوں...؟"

"آخر کیوں؟"

وہ خود سے سوال کر رہی تھی۔

کیف کے چہرے پر ابھری بے بسی،

اس کی آنکھوں کا کرب،

نورم کے دل کو مروڑ رہا تھا۔

"میں نے کب چاہا تھا کہ کسی کو تکلیف ہو...؟"

وہ روتے روتے کہنے لگی۔

... دوسری طرف کمرے کی خاموشی میں

صرف اس کے آنسوؤں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

چاندنی کھڑکی سے اندر جھانک رہی تھی،

... اور نورم



NOVEL-E-MEHAR

اپنے کھڑے خوابوں کو تھانے کی کوشش میں،

ٹوٹی جا رہی تھی۔

ضامن دبے قدموں سے لاؤنچ سے نورم کے کمرے کی طرف بڑھا۔۔۔۔۔

"اس کے دل و دماغ میں ایک عجیب وراثیت اور الجھن تھی۔۔۔۔۔"

یا اللہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔

"آخر کیوں دادا نے ایسا فیصلہ کیا ہے

اس نے دل میں اللہ سے ایک خاموش گفتگو کی اور نورم کے کمرے کے دروازے کو کھٹکھٹانے کے غرض سے ہاتھ بڑھایا۔۔۔۔۔

فضا میں دروازے کے اندر کی طرف دھکیلنے کی آواز گونجی۔۔۔۔۔

دروازا کھولا تھا۔۔۔۔۔

آواز نے بیدار اوندھے منہ پڑی نورم کو بیٹھنے پر مجبور کیا تھا۔۔۔۔۔

ضامن کو آتے دیکھ نورم نے سرخ ہوتی آنکھوں سے آنسوؤں پونچھے پاس پڑا بیٹا اٹھائے گلے میں ڈالا۔۔۔۔۔

اسکی سو جھی آنکھیں اور اتر حالات کو دیکھ کر ضامن کے دل میں ایک ٹھیس اٹھی تھی۔۔۔۔۔

!! نورم —

میں نہیں جانتا تھا یہ سب۔۔۔۔۔

مجھے نہیں معلوم تھا۔۔۔۔۔

ایک عجیب ملامت تھی اسکے لہجے میں جیسے وہ اپنی صفائی پیش کر رہا ہو۔۔۔۔۔

نورم کلنگی باندھے غائب دماغی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔



"اسکو چپ دیکھتے ضامن تھوڑا اور بے چین ہوا۔۔۔۔۔"

"کچھ وقت دو مجھے۔۔۔۔۔"

کو نسا وقت نکاح کے بیپر زپر مہریں لگانے تک کا وقت؟؟

ہاں ضامن بتاؤ زرا کتنا وقت؟

تمہیں سب پتا ہے نہ سب جانتے ہو تم۔۔۔۔۔

تمہیں تو میں نے خود بتایا تھا۔

"اب نورم کی ہچکیاں کمرے کی خاموشی کو بیدردی سے توڑ رہیں تھیں۔۔۔۔۔"

!! میں وعدہ کرتا ہوں

نورم کل ہی ہو گا نکاح لیکن تمہارا اور بھائی کا۔۔۔۔۔

میں دادا، بابا، چچا سب سے خود بات کرونگا۔۔۔۔۔ سب سے لڑ جاؤنگا تمہارے لیے۔۔۔۔۔

نورم تم اور بھائی میرا سب کچھ ہو میری زندگی ہو تم دونوں۔۔۔۔۔

کیف بھائی کے لیے تو میں آپنی زندگی بھی واردوں، اور تم۔۔۔۔۔

نورم میں یہ نہیں کہوں گا کی میں تمہارے لیے چاند توڑ کر لا سکتا ہوں۔۔۔۔۔

لیکن اتنا ضرور کہوں گا تم مجھ پر بھروسہ کرو۔۔۔۔۔

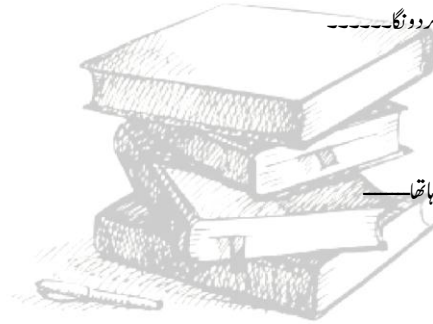
آپنی آخری سانس تک تمہارا ساتھ دوں گا۔۔۔۔۔

بس اپنی آنکھوں میں میرے لیے یہ اجنبیت نہ لاؤ میں سب ٹھیک کروں گا۔۔۔۔۔

ضامن نورم کے سامنے بیڈ پر بیٹھا،

"اپنے لفظوں سے جیسے اسکے اندر ایک موہوم سی امید کو بڑا دے رہا تھا۔۔۔۔۔

وعدہ؟؟؟؟



"ضامن ابھی اور بولتا اس سے پہلے نورم کی آنسوؤں کے درمیان کسی کھائی سے اتنی آواز ضامن کے کانوں سے ٹکرائی۔۔۔۔۔

وعدہ۔۔۔۔۔

ضامن نے اسے یقین دلا یا تھا،

لیکن آج اسے اپنے ضبط پہ خود حیرت ہوئی تھی۔۔۔۔۔

وہ اتنا حوصلہ کہاں سے لایا تھا اس بات سے وہ خود بھی ناواقف تھا۔۔۔۔۔

لیکن ہاں اسے کچھ یاد تھا تو بس کیف کی آنکھوں کی چمک،

اور نورم کے معصوم دل کے نرم جذبات جو اس نے پہلے کبھی کسی اور کے لیے نورم کے دل میں نہیں دیکھے تھے۔۔۔۔۔

"اپنے لیے بھی نہیں۔۔۔۔۔

وہ بول رہا تھا اور اسکے بٹن پر یہ رات چاند چاندنی کہکشاں رو رہی تھیں۔۔۔۔۔

صارم تو اس کیف سے ناواقف تھا وہ نہیں جانتا تھا اس شخص کو جو اسکے سامنے ٹوہا بکھرا بیٹھا تھا۔۔۔

چند دنوں پہلے والا کیف تو ایک مضبوط عصاب کامرد تھا۔۔۔

یہ کیف اس کیف سے بالکل مختلف تھا۔۔۔

صارم نے اسے دیکھتے سوچا۔۔۔

اگر اگرو سچ پتا لگ جائے تو ہو سکتا ہے اگرو صبر آجائے۔۔۔۔۔

ایک بات بتاؤں اپکو۔۔۔۔۔

صارم نے کچھ سوچتے کیف کو مخاطب کیا۔۔۔۔۔

ہہمم۔۔۔۔۔

کیف نے آنسوؤں سے ترچہ پر ہاتھ پھیرا اور اسکی طرف دیکھ کر ہنکارا بھرا۔۔۔۔۔

آپ احمدامو کے بیٹے نہیں ہیں۔۔۔۔۔ صارم نے تیزی سے بولا تھا۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

کیا۔۔۔۔۔؟؟؟؟

کیف کو لگا اسکے سونے میں غلطی ہوئی ہے۔۔۔۔۔

آپ احمدامو کے بیٹے نہیں ہیں۔۔۔۔۔

صارم نے اپنے کپے جملے دہرائے۔۔۔۔۔

کیا بکواس کر رہے ہو تم۔۔۔۔۔

کیف نے جھنجھلا کر کہا۔۔۔۔۔

میں سچ بول رہا ہوں۔۔۔۔۔

آپ احمد مامو کے۔۔۔۔۔

صارم اپنی بکواس بند کرو۔۔۔۔۔

سبھ نہیں آئی ایک بار تمہیں۔۔۔۔۔

نہ کریں یقین۔۔۔۔۔

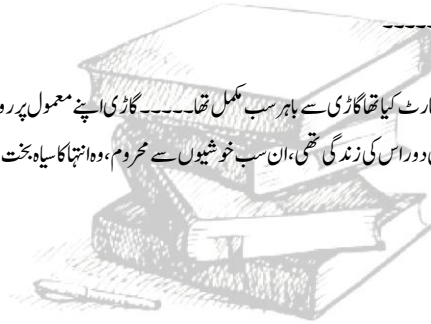
لیکن اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کی آپکے ساتھ ایسا کیوں تو۔۔۔۔۔

مائیو ہسپتال جہاں آپ جا رہے ہیں وہاں ڈاکٹر بنیش ہے جنہوں نے آپکی ڈیلوری کی تھی،

اور ہسپتال کے ریکارڈ میں آپکی ویلوری فائل بھی ہے۔۔۔۔۔

"کیف کے جھڑکنے کے بعد بھی صارم نے بات کو جاری رکھا تھا۔۔۔۔۔"

کیف نے بس اس بار اسے گھور کر دیکھا تھا۔۔۔۔۔ اور گاڑی کو اسٹارٹ کیا تھا گاڑی سے باہر سب مکمل تھا۔۔۔۔۔ گاڑی اپنے معمول پر رواں دواں تھی، روڈ کی دوسری طرف ایک گبارے والے کے ٹھیلے کے پاس کچھ بچے موجود تھے، باہر کی دنیا سے کوسوں دور اس کی زندگی تھی، ان سب خوشیوں سے محروم، وہ انتہا کا سیاہ بخت تھا اس کے بخت کی سیاہی نے ہمیشہ اس کا بچپن کیا تھا



بابانورم نہیں چاہتی مجھ سے شادی کرنا تو زبردستی کیوں کر رہے ہیں آپ لوگ، وہ بھائی کو پسند کرتی ہے اور بھائی بھی اس کو چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ نورم کو کھانا کھلا کر اب تقریباً دو گھنٹے بعد واپس لائینج میں آیا تھا، صرف وہاں سے اپنے ماں باپ چچا چچی ہی دیکھے تھے، شام میر شاہ بھی اس کے جاتے ہی اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔۔۔۔۔ اور دھیرے دھیرے سب اپنے اپنے کمروں کی طرف چلے گئے تھے، ایک فیصلے نے کئی زندگیوں کو متاثر کیا تھا۔۔۔۔۔

"چاہتے تو تم بھی ہو نورم کو۔۔۔۔۔"

ضامن لائینج چاہتے ہی احمد شاہ سے مخاطب ہوا تھا، جس کا جواب پیچھے سے اپنے کمرے سے نکلے شاہ میر شاہ نے دیا تھا۔۔۔۔۔

اور یہی وہ لمحہ تھا جب ضامن ایک بار پھر اندر ہی اندر رکھ کر سمٹا تھا،

میری بات اور ہے دادا جان اب وہ شاہ میر شاہ کی طرف دیکھتے بس اتنا ہی بولا تھا،

تمہاری بات اور کیوں ہے تم نورم سے محبت کرتے ہو اس سے انکار نہیں کرنا یہاں موجود ہر فرد نورم کے لیے تمہارے جذبات سے بخوبی واقف ہے۔۔۔۔۔

پھر بس کچھ کہے بغیر صوفی پر بیٹھ گیا، چند لمحوں ہی خاموشی سے گزرے "اس بار ضامن نے کہا تھا اور ضامن کے لیے یہ ناقابل قبول بات تھی، وہ اپنے چچا کا چہرہ دیکھتا رہ گیا تھا۔۔۔۔۔ پھر ضامن نے جیسے لفظوں کا ذخیرہ جمع کرتے خود کو بولتے پایا تھا۔۔۔۔۔"

اگر چچاپ میرے بنا کہے میرے جذبات سمجھ سکتے ہیں، تو نورم تو اپ کی بیٹی ہے اب کو اس کی حالت دیکھ رہی ہے، اس کے جذبات کیوں نہیں سمجھ رہے ہیں۔۔۔

"اور دادا اب کو میری چاہت نظر رہی ہے تو بھائی۔۔۔ بھائی کی محبت کیوں نہیں ارہی نظر۔۔۔"

میرے جذبات، میری محبت، میرا مسئلہ ہے میں اسے کسی پر مسلط نہیں کر سکتا، میں تیسرا ہوں۔۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے ہیں، اور مجھے تو سمجھ نہیں ارہی ایک بات بھائی سے شادی ہو یا شادی مجھ سے ہو کیا فرق ہے نورم رخصت ہو کے ائے گی تو اسی گھر میں نا احمد شاہ کے بیٹے کے ہی نکاح میں ائے گی نہ پھر کیا فرق پڑتا یا چھوٹا یا بڑا۔۔۔۔۔

میں تو پڑھ رہا ہوں کوئی کریئر نہیں ہے میرا، بھائی ڈاکٹر ہیں سب سے بڑھ کر وہ دونوں رضامند ہیں، تو اب سب لوگ کیوں خلاف ہیں ان دونوں کے میں یہ نکاح نہیں کروں گا میں نے نورم سے وعدہ کیا ہے، میں اس کو اس کی ہر خوشی دوں گا، چاہے اس کی خوشی میری موت ہی کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔ اور بھائی کے ساتھ میں کیسے اس طرح کر سکتا ہوں، یہ جانتے بوجھتے کہ وہ نوروں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں، یہ ضامن ہی جانتا تھا وہ کس طرح یہ سب کہہ رہا تھا، لیکن وہ کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔

میں ساری زندگی اپنے بھائی کی نظر میں شرمندہ نہیں ہو سکتا،

آخری جملہ بولتے ہوئے اس نے ٹیبل پر رکھے جگ سے پانی نکالتے گلاس لبوں سے لگا یا اس کے کپکپاتے ہوئے ٹوں کو سب نے نوٹ کیا تھا، اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔۔۔ وہ ضبط کرے بیٹھا تھا اپنے نسوؤں کو، جذبات کو، اس نے ایک ہی سانس میں پورا پانی کا گلاس بیادرتھل سے گلاس ٹیبل پر واپس رکھ دیا۔۔۔۔۔

جب وہ چپ ہوا تو شاہ میر شاہ نے گھر سانس لیا۔۔۔

اب میں بولوں؟؟؟

جی۔۔۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR اٹھائیس سال پہلے تمہارے بابا چچا اور۔۔۔۔۔

"گاڑی پورچ میں رکی صادم اور کیف گاڑی سے نکلے صادم اندر کی طرف بڑھا۔۔۔ اور کیف لاؤنج سے بلانی منزل کی طرف جاتی سیز ہیوں کی طرف بڑھا۔۔۔"

صادم نے اب کوئی مزاحمت نہیں کی تھی وہ اندر چلا گیا تھا۔۔۔۔۔ تقریباً اتار کے چارنج رہے تھے، کیف کو چھت پر اتے کھلی فضا میں بھی اپنا سانس گھٹنا محسوس ہوا تھا، کیف نے اس جھولے کو دیکھا جس پر نورم کو بیٹھے دیکھتے وہ بے خود سا ہو جاتا تھا، وہ جھولے کے پائیاؤں کے پاس نیچے زمین پر بیٹھ گیا۔۔۔

وہ دور آفتق پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔۔۔۔۔ جیسے جیسے صبح نزدیک آرہی تھی اس کا دل بیٹھتا جا رہا تھا۔۔۔۔۔ جیسے کسی نے مٹی میں دبوچ لیا ہو، اس نے آج شکایت تھی، ہاں اسے واقعی شکایت تھی لیکن انسانوں سے نہیں اللہ سے شکایت تھی۔۔۔۔۔

وہ جتنا اپنی زندگی کو سمجھنے کی کوشش کرتا تھا وہ مزید الجھتا جاتا تھا۔۔۔۔۔

اب احمد مامو کے بیٹے نہیں ہیں،

میں بیٹھے وسوسوں کو دور کرنا چاہتا تھا۔۔۔ اور اب اسے سگریٹ سے سکون مل رہا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا میں اس طرح کی کوئی حرکت کروں لیکن وہ کر رہا تھا۔۔۔۔۔ ہاں وہ کر رہا تھا، اور کچھ دنوں سے جو کچھ وہ کر رہا تھا، اسے خود پر خود حیرت ہوئی تھی۔۔۔۔۔ اور اب جو کچھ اس کے ساتھ قدرت کر رہی تھی، وہ کسی معجزے اور آزمائش سے کم نہ تھا۔۔۔۔۔

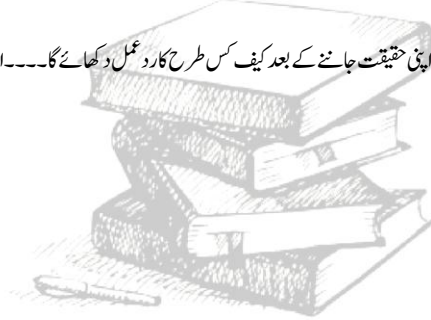
ایک سو گوار صبح کا آغاز ہوا کیف کسی کے اٹھنے سے پہلے ہی گھر سے نکل گیا تھا وہ الگ بات تھی۔۔۔۔۔ سب اپنے اپنے کمروں میں تھے لیکن سویا کوئی نہ تھا۔۔۔۔۔

نورم، ضامن، کیف۔۔۔۔۔

کسی کو بن مانگے عطا ہو رہا تھا، اور کسی کی دنیا چینی جا رہی تھی۔۔۔۔۔ بے حد بے دردی سے خاموشی سے۔۔۔۔۔ رضا شاہ کا گلچیر منہ کو رہا تھا، کچھ ایسا ہی حال احمد شاہ اور شاہ میر شاہ کا تھا۔۔۔۔۔ راہبہ کو اور اپنی ناز سے پہلی بیٹی کی قسمت پر رونایا تھا۔۔۔۔۔ سرین کو اپنے بیٹوں میں اس رشتے کے بعد پڑھنے والی دراز کا سوچتے ہول اٹھ رہے تھے۔۔۔۔۔ ثناء خوش تھی۔۔۔۔۔ ہاں اسے جلن تھی نورم سے لیکن سکون تھا کہ کیف اس کا ہی ہو جائے گا ایک دن۔۔۔۔۔

لیکن اتنا بیہ کے اوپر تو جیسے اسان اگر اتھا، وہ ضامن کو کھونے والی تھی۔۔۔۔۔ اج اسے نورم سے حسد ہوا تھا،

صارم بے چین تھا۔۔۔۔۔ سو وہ بھی نہیں پایا تھا، اسے ڈر تھا کہ کیف اپنی حقیقت جاننے کے بعد کیف کس طرح کا رد عمل دکھائے گا۔۔۔۔۔ اور کیا یہ بات سامنے آجائے گی کہ یہ سب صارم نے بتایا ہے کیف کو۔۔۔۔۔



جی مجھے ڈاکٹر بنیش سے ملنا ہے۔۔۔۔۔

اپ کا فی پرانے ہیں یہاں تو جانتے ہوں گے ان کو۔۔۔۔۔

وہ ڈاکٹر منیر کے سامنے بیٹھا تھا ملک سبک کے بعد وہ سیدھا مدے پر آیا تھا، پہلے تو ڈاکٹر منیر نے کیف کی حالت دیکھی۔۔۔۔۔

پھر گلا کھنکار کر کہا بنش میری وائف تھیں۔۔۔۔۔

ڈاکٹر منیر نے ایک فائل کو دراز میں رکھتے ہوئے کہا،

کیا میں ان سے مل سکتا ہوں؟؟؟

کیف نے فوراً کہا بنا پورے جملے پر غور کیے، وہ اس دنیا میں نہیں رہی۔۔۔۔۔

ڈاکٹر منیر نے تخیل سے کہا۔۔۔۔۔

آدوا ایم سوری۔۔۔۔۔

کیف کو جو امید تھی وہ مدہم ہو چکی تھی، لیکن اب مجھ سے پوچھ سکتے ہیں اب ان سے کیا جاننا چاہتے تھے۔۔۔

ڈاکٹر منیر نے کیف کی بے چینی سے اس کے اندر کی حالت کا اندازہ لگا یا تھا، اور کہیں حد تک وہ اس کے سوال کو اس کی آنکھوں میں پڑھ چکے تھے۔۔۔

نہیں وہ انہوں نے میری ڈیوری کی تھی تو مجھے بس ان سے ہی کچھ جاننا تھا۔۔۔

کیا میری ڈیوری فائل ہاسپٹل ریکارڈ میں ہو گی؟؟؟

اس نے امید کے ساتھ ڈاکٹر منیر کو دیکھتے لہجے کو کافی حد تک پرسکون رکھتے ہوئے کہا۔۔۔

کیوں نہیں تم بیٹھو میں نکلوں تو ہوں۔۔۔ کتنے سال کے ہو تم؟؟

ڈاکٹر منیر نے انٹرکام کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔

کیف نے فوراً جواب دیا، 26

کچھ دیر میں فائل کا ڈھیر ٹیبل پر موجود تھا۔۔۔ جن میں سن 1998 کی تمام فائلز موجود تھیں۔۔۔

تین چار فائل کے بعد کیف کی فائل نکل آئی۔۔۔

اس نے فائل لے کر الوداعی جملوں کو تبادلہ کیا اور ہاسپٹل سے نکل گیا۔۔۔

ڈاکٹر منیر اس کی پشت کو دیکھتے رہ گئے، وہ جانتے تھے، یہ اپنی تلاش میں بھٹکنے والا مسافر ہی تھا۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

نورم بیٹا تیار ہو جاؤ۔۔۔

یہ کپڑے بدل لو، پھر پاروالی آرہی ہے۔۔۔ تمہیں تیار کرنے،

زایہ بیگم کمرے میں داخل ہوتی نورم کی مزاحمت کو نظر انداز کرتی بولی۔۔۔

نورم کے جسم پہ جیسے سانپ لوٹ رہے تھے،

اس کی پیٹ میں صبح سے گرہیں لگ رہیں تھیں۔۔۔

وہ کبھی کمرے کے ایک کونے میں ہوتی، تو کبھی دوسرے۔۔۔

ماما پلیز مجھے نہیں کرنی ضامن سے شادی۔۔۔۔

وہ رابیہ بیگم کے ہاتھوں میں شادی کے لال جوڑے کو دیکھتے دل برداشتہ ہو کر بولی۔۔۔۔

رابیہ نے جوڑا بیٹھ پر رکھا اور نورم کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا۔۔۔۔ میری جان اس میں ہی تمہاری بہتری ہے،

ضامن بہت اچھا لڑکا ہے اور تم اسے بچپن سے جانتی ہو۔۔۔۔

اس سے پہلے رابیہ اور کچھ کہتی نورم نے اپنے چہرے سے ان کے ہاتھ پیچھے کر دیے اور خود بھی پیچھے ہوئی تھی۔۔۔۔

وہ نظریں پھیرے کھڑی ہو گئی تھی، اس کی آنکھوں میں بغاوت تھی۔

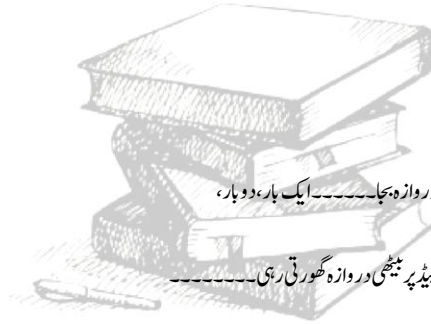
رابیہ اسے دیکھتی رہی، پھر دھیرے سے کمرے سے چلی گئی۔۔۔۔

ان کے جانے کے بعد نورم نے دوڑتے دوڑتے دروازہ بند کیا تھا،

اور بیڈ کی طرف بڑھتے جوڑا اٹھا کر دور پھینکا تھا۔۔۔۔۔

وہ دونوں ہاتھوں کو بیڈ پر ٹکائے بیٹھی تھی جب کوئی بندرہ منٹ بعد دروازہ بجا۔۔۔۔۔ ایک بار، دو بار،

پھر رابیہ کی اواز آئی نورم دروازہ کھولو، پارو والی آئی ہے۔۔۔۔ نورم بیڈ پر بیٹھی دروازہ گھورتی رہی۔۔۔۔۔



NOVEL-E-MEHAR

حوالی میں مہمانوں کے نام پر ازلان کی فیملی آئی تھی۔۔۔۔

جن میں بس افتخار اور شفق ہی تھے۔۔۔۔۔ اور مصطفیٰ کی فیملی آئی تھی وہ دونوں بیٹیوں کے ساتھ آئے تھے۔۔۔۔۔

لیکن شیریں نے آنے سے منع کر دیا تھا، وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کو نورین کا سامنا دوبارہ کرنا پڑے۔۔۔۔۔

لیکن نورین صبح ہوتی ہی اپنے دونوں بیٹیوں کے ساتھ واپس پشاور کو روانہ ہوئی تھی۔۔۔۔۔

پشاور میں موجود گھر پر کس چل رہا تھا۔۔۔۔۔ نورین کے شوہر اور ان کے بڑے بھائی کا۔۔۔۔۔

وہ گھر نورین کے جیٹھ کا تھا، جن کے بیٹوں سے ثناء اور انابیاہ کی منگنی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

لیکن نورین کا کہنا تھا اس گھر میں اس کے بچوں کا بھی حصہ ہے۔۔۔۔۔

آج ان کی کورٹ میں پیشی تھی۔۔۔۔۔

جس کی وجہ سے نورین صبح ہی چلی گئی تھی۔

وہ گھر کے اندر آیا تو ماحول ہی الگ تھا،

مولوی صاحب لانچ کے صوفوں پر بیٹھے تھے۔۔۔

اس کے ساتھ افتخار، احمد، رضا اور ازلان بھی بیٹھے تھے اور سامنے صوفے پر مصطفیٰ بیٹھے تھے۔۔۔۔۔ سمرین بچن میں مصروف تھی۔۔۔۔۔

کیف کو اندر اتے دیکھے۔۔۔۔۔ فوراً دوڑتی ہوئی اس کے قریب آئی،

کھانا کھاؤ گے کھانا لگا دوں؟؟؟؟

اس نے کیف کی حالت کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ نہیں مجھے آرام کرنا ہے مجھے کوئی تنگ نہ کرے کمرے میں۔۔۔۔۔

اور شاہ میر شاہ نے سوکھ کا سانس لیا۔۔۔

کم سے کم وہ کہیں بنگامہ تو نہیں کر رہا تھا۔۔۔۔۔ وہ شاید مان گیا تھا اس رشتے کو، اسے اطمینان ہو گیا تھا۔۔۔۔۔

اس نے چھوڑ دیا تھا اس بات کا پچھتاہ، لیکن ابھی انہیں کہاں پتہ تھا۔۔۔۔۔

اس خاموشی کے پیچھے کس قدر ہولناک طوفان ائے گا۔۔۔۔۔

یہ بے خبری کس طرح اس حویلی کو دھرم برہم کرنے والی تھی۔۔۔۔۔

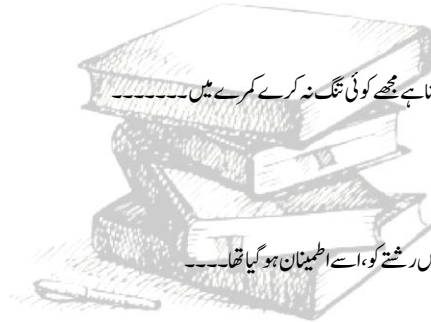
اس بات کا اندازہ اگر کسی کو ہو جاتا تو شاید شاید سب ایسا نہ ہوتا جیسا ہونے جا رہا تھا۔۔۔۔۔

کیف نے سلام کیا اور اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔۔۔

جب اندرونی زینے پر چڑھتے ہوئے اس کی بلائی منزل پر نظر پڑی۔۔۔۔۔

نورم کے کمرے کے باہر پاروالی نظر آئی اس کا دل ڈوبنے لگا۔۔۔۔۔

وہ ایک پل کو رکھا اور پھر آگے بڑھ گیا۔۔۔۔۔ جب اسے سامنے سے اتنے ضامن نے اسے مخاطب کیا۔۔۔۔۔



NOVEL-E-MEHAR

بھائی مجھے معاف کر دیں۔۔۔۔ میں مجبور ہوں، ضامن کے پاس اس سے زیادہ الفاظ ہی نہ تھے جو وہ کیف سے کہتا۔۔۔

کیف نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ ضامن کو دیکھا۔۔۔

خیال رکھنا اس کا، قسمت تم پہ مہربان ہوئی ہے بہت خوش نصیب ہو تم۔۔۔۔۔

ضامن کے کندھے کو تھپکتا اپنے کمرے میں بند ہوا تھا۔۔۔۔۔

اور ضامن کو اس پر ترس آیا تھا۔۔۔۔۔

ضامن نیچے جا رہا تھا۔۔۔ اس نے وائٹ شلوار قمیض پر مہرون ویسکوٹ پہنی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

وہ بالکل سادہ تھا، لیکن کہیں کا شہزادہ ہی معلوم ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

آج اس نے اپنے بالوں کو پونی میں قید نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔

اس نے نورم کے کمرے کے باہر رابعہ اور پالروالی کو دیکھا۔۔۔۔۔ وہ اگے آئی۔۔۔۔۔

کیا ہو اچھی؟؟؟

اس نے رابعہ کو مخاطب کیا اور اس کی آواز پر نورم کا دروازے کے اس پار دل دہل گیا۔۔۔۔۔

وہ بے چینی سے کھڑی ہوئی ہاتھوں کو اپس میں مسلتے لگی۔۔۔۔۔ شاید وہ ہاتھوں کی ٹھنڈک کو کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی، یا یہ اس کا اضطراب تھا۔۔۔۔۔

دروازہ نہیں کھول رہی ہے ساڑھے پانچ ہو گئے ہیں، تیار بھی نہیں ہوئی ہے ابھی تک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رابعہ نے ضامن کو پریشانی سے بتایا۔۔۔۔۔

میں دیکھتا ہوں ضامن کہتا دروازے کے قریب ہوا۔۔۔۔۔

نورم دروازہ کھولو۔۔۔۔۔

وہ دروازے کے باہر تھوڑا لہجے کو خوشگوار بناتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

نورم بے یقینی سے دروازہ دیکھتی رہی رابعہ کے جانے کے بعد اس نے ملازمہ سے پوچھا تھا۔ ضامن کہاں ہے، اسے ایک امید تھی کہ ضامن سب روک دے گا۔۔۔۔۔ یہ نکاح نہیں ہونے
دے گا وہ بات کرنا چاہتی تھی ضامن سے لیکن ملازمہ کے جواب نے اس کا دل دبا دیا۔۔۔۔۔ ملازمہ نے اسے بتایا کہ ضامن صاحب از لان صاحب کے ساتھ دلہانے میں مصروف ہیں
۔۔۔۔۔

وہ تو جی بہت خوش لگ رہے ہیں۔۔۔ صبح سے چمکتے پھر رہے ہیں۔۔۔

ملازمہ نے نورم کو ضامن کی کیفیت سے آگاہ کیا تھا۔۔۔

کیونکہ اس کے نزدیک یہ ایک نارمل شادی تھی۔۔۔ ہاں اسے حیرت تھیں کیونکہ رات اس کے جانے سے پہلے تک ایسا کچھ نہ تھا۔۔۔

اور اس بات نے نورم کے عصاب کو بری طرح مجروح کیا تھا۔۔۔ ضامن اسے دھوکہ دے گا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔

کیا ہو اور تم ابھی تک انی نہیں۔۔۔ کیوں؟؟؟

مولوی صاحب کے بار بار بولنے پر بالا خرہ رضا شاہ اٹھ کر اوپر آئے۔۔۔

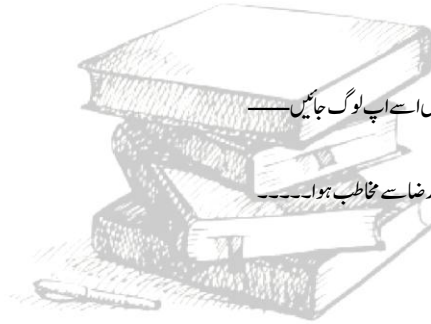
کمرے کے باہر ان سب کو جمع دیکھ کر بولے۔۔۔

اپنی لاڈلی نے رسوا کروانے کی قسم جو کھا رکھی ہے۔۔۔

"رابعہ کا تو جیسے خون کھول رہا تھا، چچاپ فکر نہیں کریں میں لاتا ہوں اسے اپ لوگ جائیں۔۔۔"

ضامن پاس سے گزرتی ملازمہ سے کمرے کی چابی لانے کا کہتے اب رضا سے مخاطب ہوا۔۔۔

ٹھیک ہے بیٹا جلدی آنا۔۔۔



NOVEL-E-MEHAR

رابعہ نے پاروالی سے ایسکیوز کیا۔۔۔

پتہ نہیں کیا سو جتنی ہوگی پاروالی بھی، ہماری بیٹی۔۔۔ ہماری اپنی بیٹی ہماری بات نہیں مانتی۔۔۔

رابعہ نے رضا کہ ساتھ سیزہیاں اترتے رضا کو دے دے لفظوں میں کہا۔۔۔

وہ روزانہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔۔۔ مگر قدم وہیں جم گئے، نگاہیں حیرت سے درو دیوار کو تکتے لگیں۔

"نورم؟؟؟" کمرہ خالی تھا۔۔۔

وہ بے اختیار پکارا، مگر آواز ہوا میں تحلیل ہو گئی۔

دھڑکنیں تیز ہوئیں، ماحول کی خاموشی اور دل کی بے چینی جیسے کسی انجانے طوفان کا پتہ دے رہی تھی۔

وہ دو قدموں کا فاصلہ ایک ہی قدم میں طے کرتے ہوئے واش روم کے دروازے تک پہنچا۔

اندر نورم تھی۔۔۔

واش بیسن کے تل سے نکلنے نیم گرم پانی کی روانی کو کلنگلی باندھے دیکھ رہی تھی۔ جیسے اس بہتے پانی میں کوئی جواب تلاش کر رہی ہو، جیسے سانس میں بوجھ بن گئی ہوں۔

"نورم۔۔۔ جیسے میں روم کھول کر اندر آ گیا ہوں، ایسے ہی یہ ڈور بھی کھول سکتا ہوں۔۔۔ شرافت سے باہر آ جاؤ۔۔۔"

ضامن، اپنی کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتے، دروازے کے پاس جھک کر گہری آواز میں بولا۔

نورم نے چونک کر دروازہ کھولا۔۔۔ اجلت میں۔۔۔

اور سامنے ضامن تھا۔۔۔ بہت قریب۔۔۔ حلا سے زیادہ قریب۔۔۔

ضامن نے لمحہ ضائع کیے بغیر اسے مضبوطی سے کھینچا، اور کمرے کے وسط میں لاکھڑا کیا۔

نورم کے بازو پر اس کی گرفت فولادی تھی۔

"! چھوڑو مجھے ضامن۔۔۔ تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔"

نورم کی آواز لرز رہی تھی، آنکھوں میں آنسو جیسے رے ہی نہ تھے۔ کالی آنکھوں میں ریلے کی طرح سیلاب آیا ہوا تھا۔

اس کی دو دھبیارنگت رونے اور ضامن کی نزدیکی سے گلابی ہو چکی تھی۔

گال پر بکھری ریشمی کالی لٹ، اس کے حسن کو مزید بے قرار کر رہی تھی۔

وہ منظر ضامن کے ایمان کو لرزا گیا۔

ضامن نے ہنسی ناکاں ہٹائیں، مگر اس کے ہاتھ کی گرفت مزید سخت ہو چکی تھی۔

"ہاں، دیا ہے دھوکہ۔۔۔ کیا کر لو گی؟ کر سکتی ہو کچھ؟ نہیں نا؟ تو یہ رونا دھونا بند کرو، اور نیچے چلو۔"

"! میں تم سے شادی نہیں کروں گی۔۔۔ سمجھے تم"

نورم اسے زور سے پیچھے دھکیلنے کی کوشش میں ناکام رہی۔

ضامن نے اگلے ہی بل، اس سے بھی زیادہ شدت سے اسے اپنے قریب کیا۔

اب کی بار صرف بازو نہیں، اس کی کمر پر ایک ہاتھ تھا، اور دوسرا اس کی گردن کے نیچے۔۔۔

نورم نے اس کی انگلیوں کی گرفت اپنی کمر میں گڑتی ہوئی محسوس کی۔

ایسا لگا جیسے بڑی پسلی ٹوٹ جائے گی۔

اور جب نظر سے نظر ملی۔۔۔

تو دل نے دھڑکنا بھول گیا۔۔۔

ضامن کی نیلی آنکھیں حد درجہ سرخ تھیں، چہرہ سختی سے بھرا ہوا، جیسے جذبات کا طوفان اندر بند کیا گیا ہو۔

"سویت ہارٹ، میرا صبر نہ آزماؤ۔۔۔ شادی تو تمہیں مجھ سے ہی کرنی ہے۔۔۔ جتنی جلدی مان لو، بہتر ہے۔ اب ڈرامے بازی بند کرو۔۔۔ یہ پہنو۔"

ضامن نے ایک قدم پیچھے ہوتے ہوئے بیڈ سے لال جوڑا اٹھایا، جو صبح اپنی پسند سے لے کر آیا تھا، اور نورم کی طرف بڑھایا۔

نورم کسی مجھے کی مانند ساکت کھڑی تھی۔۔۔

دماغ جیسے ماؤف ہو چکا تھا۔۔۔

"کوئی اتنی جلدی کیسے بدل سکتا ہے۔۔۔؟"

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔۔ جاؤ، پہنو"

ضامن کی آواز میں گرج تھی۔

"تم مر جاؤ۔۔۔ اللہ کرے تم مر جاؤ۔۔۔"

نورم جیسے خواب کی حالت میں بڑبڑائی۔

ضامن کے لیے یہ جملہ ایسا تھا جیسے کانوں میں پگھلا ہوا سیبرہ انڈیا لگا گیا ہو۔

دل پر ایک خراش آئی، چہرہ لمحہ بھر کو بے رنگ ہوا، مگر اس نے اُسے بڑی مہارت سے چھپالیا۔

"شادی سے پہلے بیوہ ہونا چاہتی ہو؟ یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔۔۔"

وہ اس کے مزید قریب آیا،



NOVEL-E-MEHAR

ایک ہاتھ سینے پر لپیٹے، دوسرے ہاتھ کی دو انگلیاں اپنے ہونٹوں پر رکھے، اس پر جھکتے، معنی خیز لہجے میں بولا۔

نورم فوراً پیچھے ہوئی، دو قدم دور۔

مگر ضامن کا ارادہ اٹل تھا۔

نورم، بہتر یہی ہے کہ یہ تم خود بہن لو۔۔۔ ورنہ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔ انہی کپڑوں میں بھی نکاح ہو سکتا ہے۔۔۔

"کیونکہ نکاح تو آج ہی ہونا ہے۔۔۔ تم دلہن کا جوڑا پہنو یا گھر کا۔۔۔ نکاح تو نکاح ہے۔۔۔ ایک جیسا۔۔۔ اور مجھ سے ہی ہو گا۔۔۔

"ضامن پلیز۔۔۔ تم نے کہا تھا، تم میرا ساتھ دو گے۔۔۔ پھر کیوں کر رہے ہو ایسا۔۔۔؟"

نورم کی آواز میں بے بسی تھی، دل شکستہ، روح چٹختی ہوئی۔

ضامن کی آنکھوں میں وہ تکلیف تیرنے لگی جو وہ چھپانا چاہتا تھا۔

اس نے گہرا سانس لیا، چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"آئی تھک اتنا کافی ہے۔۔۔ تمہارے لیے۔۔۔ چلو۔"

وہ نرمی اور سختی کے عجیب امتزاج سے بولا،



NOVEL-E-MEHAR

اسے دوپٹہ تھمایا، اور ہاتھ تھام کر اسے باہر لے آیا۔

نورم، ضامن کے ساتھ گھسیٹتی ہوئی سیڑھیاں اتری، قدم لڑکھڑاتے، آنکھیں برسنے کو تیار۔

لاٹچ کے باہر، شیشے کی دیوار کے اس پار، ضامن رکا۔

نورم کو اپنے سامنے کیا، اور اس کے سوٹ کے ہم رنگ گلابی دوپٹے کو اس کے وجود پر احتیاط سے پھیلا یا۔

میری بات کان کھول کر سن لو نورم... اندر چل کے اگر تم نے کوئی بھی تماشہ لگایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا، نکاح تو ہمارا آج ہی ہو گا اور ابھی ہو گا، تو زیادہ ڈرامہ لگانے کی ضرورت نہیں " "ہے۔۔۔۔۔ ورنہ ابھی تو بس نکاح ہونا ہے۔۔۔ اگر ذرا بھی تم نے چوں چراں کی، یا اس نکاح سے منع کیا تو ابھی کے ابھی رخصتی لے لوں گا۔۔۔۔۔

وہ نرمی سے اس کے سر پر دوپٹہ ڈالے، اس کے چہرے کو تھپتھپتے ہوئے بولا۔ اس کی آواز میں نرمی سے زیادہ وارننگ کا سارنگ تھا، جس سے نورم کے پیروں تلے زمین جیسے کھسکنے لگی ہو۔ اس کے لب کا پنے، مگر اس کی آنکھوں کی نمی جیسے جی رہ گئی ہو۔

ضامن کا ہاتھ تھامتے ہی وہ جیسے خود کو گھسینا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ لاٹچ میں ان کا داخلہ جیسے وقت کو روک گیا ہو۔ ہر ایک نظریں ان پر جم گئیں۔ نورم نظریں جھکائے، دوپٹے میں جچی ہوئی، کسی بھی لمحے رو دینے کے قریب تھی۔

ان دونوں کا آتے دیکھ رضا شاہ نے سکھ کا سانس لیا۔ نورم کو خاموشی سے لیے سامنے رکھے سوئے پر بیٹھا،

نورم کے دل میں شور برپا تھا۔ ہر قدم جیسے کسی اور کی مرضی کا غلام ہو چکا تھا۔ اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں، آنکھیں دھندلا رہی تھیں، لیکن چہرہ کسی مجسمے کی مانند جامد تھا۔

مولوی صاحب نے نکاح کا باقاعدہ آغاز کیا۔

لاؤنچ میں ہر طرف اداسی تھی۔ ہر آنکھ نورم پر لگی ہوئی تھی۔ جس کے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئیں تھیں، اور آنکھوں میں بے بسی کا طوفان تھا۔

ضامن مکمل سکون سے، مضبوطی سے نورم کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔

: مولوی صاحب نے سوال دہرایا

"نورم شاہینتِ رضا شاہ، آپ کا نکاح ضامن شاہ بن احمد شاہ کے ساتھ 30 لاکھ روپے حق مہر کے عوض کیا جا رہا ہے۔۔۔ کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

نورم کی زبان بند تھی، صرف آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔

ضامن اس کے کان کے قریب ہوا، آواز میں خفیف غراہٹ تھی۔

"نورم۔۔۔ تمہیں نکاح کرنا ہے۔۔۔ ورنہ میں رخصتی اسی وقت کروادوں گا۔۔۔"

نورم نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں، جیسے کوئی فیصلہ کر چکی ہو۔

NOVEL-E-MEHAR

مولوی صاحب نے دوسرا سوال دہرایا۔

"نورم شاہینتِ رضا شاہ، کیا آپ کو ضامن شاہ بن احمد شاہ کے ساتھ 30 لاکھ روپے حق مہر کے عوض نکاح قبول ہے؟"

: نورم کی آواز بمشکل نکلی

"ق... ق... ل... ہے۔۔۔"

: مولوی صاحب نے تیسری اور آخری بار پوچھا

"نورم شاہینتِ رضا شاہ، کیا آپ کو ضامن شاہ بن احمد شاہ کے ساتھ 30 لاکھ روپے حق مہر کے عوض نکاح قبول ہے؟"

نورم کا گلارندھ گیا تھا۔ آنکھوں سے آنسو مسلسل بہ رہے تھے۔

اس نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا:

"قبول ہے۔۔"

مولوی صاحب نے ضامن کی طرف دیکھا اور باقاعدہ نکاح کا سوال دہرایا

"ضامن شاہ بن احمد شاہ، کیا آپ کو نورم شاہ بنتِ رضا شاہ کے ساتھ 30 لاکھ روپے حق مہر کے عوض نکاح قبول ہے؟"

ضامن کی آنکھوں میں ایک عجیب سا سکون، غرور اور بے رحم ضد تھی۔

نورم کی آنکھوں سے بہتے آنسو اور جھکا وجود دیکھ کر اس کی گرفت نورم کے ہاتھ پر اور مضبوط ہوئی۔

وہ ذرا سا مسکرایا، نظریں نورم پر رکھ کر بولا۔

"قبول ہے۔"

مولوی صاحب نے دوسرے مرتبہ سوال دہرایا۔

ضامن کی نظریں اب بھی نورم پر تھیں۔

وہ جیسے اس کی شکست کو آنکھوں سے پی رہا تھا۔



NOVEL-E-MEHAR

پھر نرمی سے بولا، جیسے کوئی فتح کا اعلان کر رہا ہو۔

"قبول ہے۔"

مولوی صاحب نے آخری اور تیسری بار پوچھا۔

ضامن نے اس بار ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔

:آواز میں اٹل یقین تھا، اور لہجے میں ضد

"قبول ہے۔"

مولوی صاحب نے دونوں کے قبول کرنے کے بعد نکاح مکمل ہونے کا اعلان کیا۔

"گواہوں کی موجودگی میں، آپ دونوں کا نکاح 30 لاکھ روپے حق مہر پر مکمل ہوا۔ اللہ آپ دونوں کے لیے آسانی فرمائے۔"

نورم کا دل دہل رہا تھا، اور ضامن کے چہرے پر ایک ایسی فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ جس کے نیچے بہت کچھ دفن تھا۔

نکاح کے چند لمحوں بعد، سب کے بیٹھے وہ دو وجود—اب ایک بندھن میں بندھے تھے۔

نورم ضامن کے برابر میں بیٹھی تھی۔ سر جھکا، آنکھیں جھپی ہوئی، چہرہ سپاٹ اور سانسیں مدہم... جیسے جسم موجود ہو مگر روح کہیں پیچھے رہ گئی ہو۔

جبکہ ضامن کی خوشی، جیسے ستویں آسمان پر پہنچی ہو۔

اس کی نظریں بار بار نورم پر جا کر ٹھہرتیں جنوں سا سوار تھا اس پر۔

"...آخر کار... میری ہو گئی"

اس کی آنکھوں میں چمک تھی، اور دل میں طوفان۔

وہ نورم کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا جیسے دنیا کی سب سے قیمتی چیز پالی ہو۔

مگر نورم... وہ بس بیٹھی تھی۔

خاموش، ساکت، بے آواز۔

ضامن تھوڑا سا جھکتے ہوئے، نورم کے کان کے قریب آیا۔

آواز میں شرارت بھی تھی اور جنوں بھی۔

"... نکاح مبارک ہو، بیوی"

نورم جیسے جھٹکے سے ہوش میں آئی۔

وہ فوراً اٹھنے کو ہوئی— کہ ضامن نے اس کا ہاتھ تھام کر، نرمی سے مگر مکمل گرفت سے، اُسے وہیں بٹھا دیا۔

"بولا تھانا... تماشہ نہیں کرنا،"

اس کی نیلی آنکھوں میں ایک سرخ چمک ابھری،

"لیکن لگتا ہے میری نئی نویلی دلہن کو رخصتی کا شوق چرہا ہے؟"



NOVEL-E-MEHAR

وہ ذرا جھکا، سر گوشی میں بولا،

"اگر ایسا ہے تو بتاؤ جانم۔"

— نورم نے تڑپ کر آنکھیں اٹھائیں

غصے سے لبریز مگر بے بسی سے بھرپور،

ایسی نظریں جو چیخ رہی تھیں کہ وہ اس سب سے چھٹکارا چاہتی ہے،

مگر کچھ کر نہیں سکتی۔

:ضامن نے اس کی آنکھوں میں وہ چنگاریاں دیکھی اور دھیرے سے بولا

"سکون سے بیٹھی رہو۔"

اور نورم... بس بے آواز ہو گئی۔

خاموش، مجبور، جیسے قید ہو گئی ہو کسی ایسے قفس میں... جو باہر سے سجا ہوا ہو مگر اندر سے گھٹن زدہ۔



حرین سو فے پر نورم کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ ماحول میں شادمانی کی ہلکی گونج تھی مگر نورم کے چہرے کی بے رنگی سب پر بھاری تھی۔ حرین نے چپ چاپ اپنا موبائل ہاتھ میں تھاما ہوا تھا، نگاہیں کبھی سانسے لوگوں پر، کبھی نورم پر اور کبھی خالی خلا میں بھٹکتی تھیں۔

اچانک موبائل کی اسکرین پر ایک نوٹیفکیشن آیا۔

اس نے چونک کر نظریں جھکانیں۔

"Azlan"

اس کا دل ایک پل کو رکا، پھر مسکرا دی۔

: میج کھولا تو اسکرین پر چمکتے لفظوں نے گالوں پر شرم کی ہلکی سرخی بکھیر دی

"Ek din hamara bhi aise hi nikah hoga shona "

حرین نے بے ساختہ نظریں ادھر ادھر دوڑائیں کہ کہیں کسی نے دیکھا تو نہیں۔

پھر جھینپ کر فون دوپٹے کے اندر چھپایا،

چہرے پر ہلکی سی شرم کی چمک تھی جو اسے اور بھی معصوم دکھا رہی تھی۔ اچانک اس کی نظریں سامنے دروازے کے پاس کھڑے ازلان سے ملیں، جو شاید اسی لمحے اسے دیکھ رہا تھا۔

نظر کا مانا تھا کہ حرمین کی پلکیں جھکیں، دل زور سے دھڑکا اور رخساروں پر سرخی گہری ہونے لگی۔ وہ فوراً نظریں ہرا کر نیچے دیکھنے لگی۔

ازلان نے دور سے ہی مسکرا کر سر ہلایا۔

حرمین نے مسکراہٹ روکنے کی ناکام کوشش کی، مگر ہونٹوں کے گوشے خود بخود کھل گئے۔ دل ہی دل میں بولی،

"...واقعی ایک دن ہمارا بھی ہوگا"

اس کی آنکھوں میں چمک آگئی، اور پھر اس نے بے اختیار فون کو ہاتھ میں اٹھایا۔

اس کے دل میں ایک نرم سی امید جاگی، اور پھر اس نے پیغام ناپ کیا

"Inshallah..."

یہ جواب دل کی گہرائیوں سے آیا تھا، اور اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کھیل گئی۔



NOVEL-E-MEHAR

السلام علیکم آنکل، "ازلان مصطفیٰ کے پاس جا کر احترام سے بیٹھا، پھر آہستہ سے بات شروع کی،

"وعلیکم السلام، ازلان بیٹا، کیسے ہو؟" مصطفیٰ نے مسکرا کر اس کا خیر مقدم کیا،

"...جی آنکل، بس سب ٹھیک ہے۔ ایک سوال تھا، اگر آپ برآمدہ مانیں تو "ازلان نے تھوڑی دیر کے بعد نظریں جھکاتے ہوئے کہا،

"ہاں، بیٹا، کیا بات ہے؟" مصطفیٰ نے اسے سر سے لے کر پاؤں تک غور سے دیکھا اور نرمی سے کہا،

آنکل میں بس یہ جانتا چاہتا تھا کہ کب اور کیسے ہم اس رشتہ کو آگے بڑھائیں گے؟ کب اس بات کا فیصلہ ہو "ازلان تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر اس نے دل میں چھپی بات نکالتے ہوئے کہا،

"؟"

بیٹا، وقت خود اپنے راستے بنا لیتا ہے۔ یہ سب کچھ پلان کے مطابق ہوتا ہے۔ تمہاری فکر میں کوئی بات "مصطفیٰ کی آنکھوں میں ایک نرم مسکراہٹ آئی، اس نے پر اعتماد انداز میں جواب دیا،

"نہیں، تمہیں بس کچھ وقت اور صبر کی ضرورت ہے۔"

ازلان نے نظریں جھکاتے ہوئے سر ہلایا، اور پھر خاموش ہو گیا۔ مصطفیٰ کی باتوں نے اسے تھوڑا سکون دیا تھا۔

راہیجہ اور سمرین نے نورم کو کندھے سے اٹھایا اور دونوں اسے اپنے ساتھ لے کر چلیں۔ نورم کی حالت اب تک ویسی ہی تھی جیسے وہ کسی گہرے غم میں ڈوبی ہوئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں بے بسی کی گہری جھلک تھی، اور وہ جیسے اپنی تقدیر کے سامنے ہار چکی ہو۔

سمرین نے بھی اس کی ہمت بڑھانے کے لئے کہا، "چلو، نورم، ہم تمہیں تمہارے کمرے تک لے چلتے ہیں، تمہیں کچھ سکون کی ضرورت ہے۔" راہیجہ نے اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے کہا، "ہاں، بس تھوڑی دیر آرام کر لو، سب کچھ بہتر ہو جائے گا۔"

نورم نے کچھ نہیں کہا، بس خاموشی سے ان کے ساتھ چلتی رہی۔ جب وہ کمرے میں پہنچیں، راہیجہ نے دروازہ کھولا اور اس کے بعد دونوں نے اسے کمرے میں بٹھادیا۔

راہیجہ نے کہا اور دروازہ آہستہ سے بند کر دیا۔ "اب تم یہاں آرام کرو، نورم، تمہیں کچھ وقت چاہیے۔"

سمرین نے ایک لمحہ نورم کو دیکھا، جس کی آنکھوں میں ابھی تک ایک خاص قسم کا دکھ تھا، اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

نورم کمرے میں اکیلی بیٹھ گئی، جیسے وہ اپنی تقدیر کے سامنے سر جھکائے بیٹھی ہو۔

نکاح کے بعد جب مہمان رخصت ہو چکے، جوہلی میں اب صرف جوہلی کے مکین رہ گئے تھے۔ گھر کے کونے کونے میں سکوت سا چھایا ہوا تھا، مگر اس خاموشی میں بھی ایک عجیب سی گرمی تھی... جیسے دیواریں بھی نورم کی خاموش چیخیں سن رہی ہوں۔

نورم اپنے کمرے میں خاموشی سے بیٹھی تھی، ساکت، بے جان... جیسے کوئی اندر سے مکمل ٹوٹ چکا ہو۔ وہ نہ روئی، نہ چیخی، بس خلا میں گھورتی رہی۔

راہیجہ نے کھانے کی پلیٹ ہاتھ میں لی اور آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں۔

"بیٹا، کچھ کھا لو... صبح سے کچھ نہیں کھا تم نے، طبیعت خراب ہو جائے گی۔"

نورم نے اس کی طرف دیکھے بغیر آہستہ سے سرانکار میں ہلا دیا۔

راہیجہ نے تھوڑا سا زبردستی کرنے کی کوشش کی، مگر نورم کی پیشانی پر پسینہ اور چہرے کی زردی دیکھ کر گھبرا گئیں۔

فوراً واپس لاؤنج میں آکر سب کو بتایا،

"نورم کھانے سے انکار کر رہی ہے... لگتا ہے اسے بخار ہو گیا ہے، بہت تپ چڑھی ہوئی لگ رہی ہے۔"

یہ سن کر شاہ میر شاہ نے سنجیدگی سے ضامن کی طرف دیکھا اور نرمی سے بولے،

"برخوردار... اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔ جیسے نکاح کے لیے منایا، اب اسے کھانے کے لیے بھی تم ہی مناؤ۔ یہ ضدی لڑکی شاید تمہارے سوا کسی کی بات نہ سنے۔"

ضامن نے ایک نظر سب پر ڈالی، پھر ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھرتی گئی۔

"جی دادا جان، میں دیکھتا ہوں اس کو،"

پھر وہ راجہ سے پلیٹ لے کر آہستہ آہستہ نورم کے کمرے کی طرف بڑھا... دل میں بے تابی، اور نگاہوں میں ایک عجب چمک۔

کمرے میں اندھیرا سا چھایا ہوا تھا، صرف کھڑکی سے آتی ہلکی روشنی ماحول کو مدھم سا اجالا دے رہی تھی۔

دروازہ آہستہ سے کھلا۔

ضامن بنا کوئی آواز کیے اندر داخل ہوا۔ قدم دبے دبے تھے جیسے کہیں نورم کی خاموشی کو اور نہ بکھیر دے۔ کمرے میں وہی اداسی ہی تھی جو نکاح کے لمحے سے نورم کے وجود میں اتر چکی تھی۔

نورم، جو دوسری طرف کروٹ لیے لیٹی تھی، دھیرے دھیرے رو رہی تھی۔ اس کی سسکیاں دہی ہوئی تھیں مگر ضامن کے دل کو چھیدتی جا رہی تھیں۔ وہ اپنے دکھ کو سینے میں دبائے، ایک ایسی اذیت جمیل رہی تھی جو لفظوں سے باہر تھی۔

ضامن کی نظر اس کی پشت پر پڑی۔ وہ لمحہ بھر کو ٹھٹھکا، جیسے کسی مقدس چیز کو دیکھ رہا ہو۔ پھر آہستہ سے سائینڈ ٹیبل پر ہاتھ میں پکڑی پلیٹ رکھی۔ خوشبودار گرم بریانی کی بھاپ ابھی اٹھ رہی تھی، مگر کمرے کی فضا میں نورم کے دکھ کی مہک زیادہ گہری تھی۔

اس نے اپنا گلا کھکھارا... جیسے الفاظ کی راہ ہموار کرنا چاہتا ہو،

پھر دھیرے سے بولا،

NOVEL-E-MEHAR

"... بیگم"

بس ایک لفظ تھا، مگر اس لفظ میں جو جذبہ چھپا تھا، وہ نورم کو مزید لرلانے کو کافی تھا۔

نورم کی سسکیاں تھم گئیں... نہیں، شاید وہ سسکیاں اب دل کے اندر چل رہی تھیں، مگر آواز خاموش ہو چکی تھی۔

"... بیگم"

ضامن نے پھر نرمی سے پکارا، مگر وہ بے حس سی لیٹی رہی، جیسے کسی اجنبی کی آواز ہو، جیسے یہ لفظ اس کے دل کے کسی کونے کو بھی نہ پھنسا پھنسا ہو۔

ضامن نے پلکے قدموں سے آگے بڑھ کر سائینڈ پر آکے بیٹھنے کی جگہ بنائی۔

"... نورم"

اس بار اس کی آواز میں بے قراری نمایاں تھی۔

"جاننا ہوں تم غصے میں ہو... تکلیف میں ہو... لیکن یہ ضد، یہ بھوک ہڑتال، یہ خود کو تکلیف دینا... مجھے بے حال کر رہا ہے۔"

نورم نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں۔

وہ بولی نہیں، بس سنا... ضامن کا ہر لفظ اس کے دل پر چوٹ کرتا رہا۔

"کناج زبردستی کا تھا، مانتا ہوں۔ لیکن اب تم میری بیوی ہو، اور مجھے اپنی بیوی کو یوں بے جان، یوں ٹوٹا ہوا نہیں دیکھنا۔"

وہ تھوڑا جھکا، اس کی آواز میں جذبہ تھا، تپش تھی، شدت تھی۔

نورم کی پکلوں کے کنارے بھینگے لگے، مگر وہ پھر بھی خاموش رہی۔

"بس ایک نوالہ... صرف ایک۔ میری قسم، اگر کھا لو گی تو میں مزید کچھ نہیں کہوں گا۔"

وہ پلیٹ کی طرف بڑھا، ایک چیچ بریانی نکال کر اس کے سامنے لار کھا۔

نورم نے ہلکی سی جنبش کی، ضامن کی آنکھیں چمک اٹھیں... مگر اگلے ہی لمحے وہ اٹھ بیٹھی، اس کے ہاتھ سے چیچ لے کر پلیٹ خود اپنی طرف کھسائی، اور بغیر کچھ کہے، ایک نوالہ بنا کر منہ میں ڈال لیا۔

ضامن نے ایک گہرا سانس لیا... جیسے زندگی لوٹ آئی ہو۔

"... شکر ہے میری بیوی کو ہوش آئی گیا"

NOVEL-E-MEHAR

وہ ہلکے سے مسکرا کر بولا، مگر نورم نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں، صرف آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔

نورم خاموشی سے، جیسے برسوں کی بھوک لیے بیٹھی ہو، پلیٹ کی طرف جھکی ہوئی تھی۔

آنکھوں میں آنسو، چہرہ نڈھال، بال بکھرے ہوئے، دوپٹہ ایک طرف سرک گیا تھا۔

وہ نوالے بنا رہی تھی... تیزی سے، بے آواز، بے نیاز— جیسے اس کے سامنے کوئی موجود ہی نہ ہو۔

نہ انداز میں بناوٹ تھی، نہ شرم، نہ غرور... صرف دکھ، ٹوٹا ہوا ضبط، اور تھکن سے بوجھل ہاتھ۔

ضامن بیٹھا تھا... اس کے عین سامنے۔

سانس لینا بھی بھول گیا تھا۔

... نورم کے ہاتھ کانپ رہے تھے، آنکھوں سے آنسو رک رک کر گر رہے تھے، اور وہ پھر بھی کھا رہی تھی

"کیا یہ وہی لڑکی ہے جو کل تک ضدی، ہٹ دھرم اور بلند آواز تھی؟"

ضامن نے بے اختیار سوچا۔

"... یہ تو جیسے روح کے ساتھ کھو گئی ہے"

نورم کے سامنے بیٹھا ضامن، اب بے حس نہیں رہا تھا۔

اس کا دل بے اختیار لرز گیا تھا۔

... ایک انجانی سی گھبراہٹ، ایک بے چینی اس کے چہرے پر اتری، وہ صرف دیکھ رہا تھا

... نورم کو، اس کی ٹوٹی ہوئی حالت کو

... اس کی سادگی میں چھپی اذیت کو

"اتنی خاموشی... اتنا دکھ...؟"

وہ سر جھکا کر اسے دیکھتا رہا، جیسے پہلی بار اس کی اصل کو پہچان رہا ہو۔

اور یہ اصل... اسے بے بسی میں بھی خوبصورت لگ رہی تھی، درد میں بھی حسین، چپ میں بھی بے حد بلند۔



NOVEL-E-MEHAR

... ضامن نے بے اختیار ہاتھ بڑھایا... آہستگی سے، نرمی سے

— نورم کے گال پر بہتا ہوا آنسو اس کی انگلی سے چھوا

نورم کا ہاتھ نوالہ منہ تک لے جاتا رک گیا۔

اس نے چونک کر ضامن کو دیکھا— جیسے کسی خواب سے جاگی ہو۔

... آنکھوں میں حیرت تھی... بے یقینی، جیسے وہ یقین ہی نہ کر پار ہی ہو کہ ضامن نے

وہی ضامن... اس کے آنسو صاف کیے ہیں؟

دونوں کی نگاہیں ملی تھیں۔

نورم کی آنکھیں سرخ تھیں، سوجی ہوئی— مگر ان میں وہ حیرت، وہ سوال تھا جس کا جواب شاید ضامن کے پاس بھی نہیں تھا۔

نورم نے بمشکل سرگوشی میں کہا۔ "تم دور رہو مجھ سے...؟"

ضامن نے کچھ نہ کہا... بس ایک لمحہ، اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

پھر آہستگی سے بولا،

"میں نے کہا تھا نا... تم صرف میری ہو... میری ذمہ داری... اور اب میرا حق بھی کو بیوی ہو میری۔ پھر کیوں دور رہو۔"

نورم کا دل کسی ان جانے احساس سے دھڑکا۔

... وہ جو ابھی لمحہ بھر پہلے رو رہی تھی، اب سشدر تھی

جیسے اس کے سارے آنسو پلوں پر جم گئے ہوں۔

نورم نے ضامن کو چپکے سے ایک نظر دیکھا، جیسے وہ اس کی موجودگی سے پچنا چاہتی ہو۔ وہ ابھی بھی بگڑی حالت میں تھی، اور ضامن کی نرمی نے اسے عجیب سا احساس دلا پا تھا۔

نہ تمہیں میری پرواہ تھی، نہ تمہیں کبھی "نورم کا لہجہ تلخ تھا، اور اس کی آنکھوں میں گہری نفرت کی جھلک تھی۔" تمہیں کیا لگتا ہے؟ کہ تم میری دیکھ بھال کر کے مجھے خوش کر دو گے؟"

"میری فکر ہوئی، اور اب؟ اب یہ سب دکھاوے کی محبت ہے؟"

میں جانتا ہوں تم "ضامن کی آنکھوں میں افسوس اور دلی درد تھا، مگر اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ وہ آہستہ سے نورم کے قریب آیا اور ایک لمحہ کے لیے اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا،

"مجھ سے ناراض ہو، مگر تمہاری ناراضگی بھی مجھے تم سے محبت کرنے سے نہیں روک سکتی۔"

نورم کی آنکھوں میں غصہ اور الجھن تھی، مگر وہ خاموش رہی۔

ضامن کا لہجہ سنجیدہ تھا، اور وہ نورم کے قریب آ "تم نے کبھی نہیں سمجھا، میں نے تم سے کچھ نہیں مانگا، مگر اب تمہاری ہر بات، ہر حرکت، ہر چہرہ، سب کچھ مجھے تمہاری طرف کھینچتا ہے۔"

کراؤ سے تک رہا تھا۔

ضامن نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے چاہو یا نہ چاہو، مگر میں تم سے ہمیشہ محبت کروں گا۔"

تمہاری محبت، تمہاری نرمی، سب کچھ مجھے بے وقعت لگتا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ میں کتنی تکلیف میں ہوں، اور تم بس آکر مجھے اس محبت "نورم نے غصے میں آکر اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔

نورم کا لہجہ تلخ تھا، اور اس کے دل میں بغض اور غصہ بھر چکا تھا۔ "کی لگان دکھا رہے ہو؟"

میں تمہاری تکلیف کو سمجھتا ہوں، نورم... مگر تمہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تکلیفوں کے باوجود، میں تمہارے ساتھ ہوں۔" ضامن نے سر جھکا لیا، مگر پھر آہستہ سے اس کے قریب جا کر بولا،

"... ہمیشہ"

نورم نے پھر سے نظر اٹھائی، اور اس کا دل کسی انجانے درد سے بھرا ہوا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ نہ کرے، وہ ان جذبات سے پچنا چاہتی تھی، لیکن پھر بھی ضامن کی باتوں میں وہ کچھ ایسا تھا جو اسے جذباتی کر رہا تھا۔

نورم نے نفرت سے کہا، پھر فوراً اٹھ کر دوسرے کمرے کی طرف جانے کی کوشش کی۔ "یہ تمہاری محبت نہیں، تمہاری ضد ہے، ضامن... اور مجھے تمہاری ضد کی بھیت نہیں چڑھنا۔" تم ضد کو یا محبت، جو بھی ہے تمہارے لئے ہے اور ہمیشہ رہے گی، نورم، ہمیشہ۔ "ضامن نے اسے رکاوٹ کے طور پر پکڑ لیا اور ایک آخری بار اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا، دل پر کسی نے وار کیا ہے۔ وہ کوئی جواب نہیں دے پایا۔

میں ایک قیدی بن چکی ہوں... اپنے ماضی کی، اپنے جذباتوں کی... اور اب تم میرے سامنے آ کر مجھ پر رحم کر رہے ہو؟ یہ "نورم نے گردن جھکائی، دو آنسو اس کے رخساروں سے بہہ گئے۔ "رحم، یہ نرمی... یہ مجھے اور بھی برباد کر دیتے ہیں، ضامن۔

ضامن چند قدم پیچھے ہٹا، جیسے اس کی باتوں نے واقعی اُس کا دل زخمی کر دیا ہو۔ مگر پھر بھی اُس کی نظریں نورم پر جمی رہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا ہر لفظ درد سے نکلا ہے، اور وہ درد شاید اس نے خود دیا ہے۔

"محبت تمہاری کمزوری ہو سکتی ہے، ضامن... لیکن میرے لیے یہ صرف ایک زخم ہے۔" نورم نے اپنے آنچل سے چہرہ پونچھا، اور ہلکی سی کچکپاہٹ کے ساتھ بولی،

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ صرف دلوں کی دھڑکنیں تھیں، ایک دوسرے سے الجھتی، کمراتی، اور پھر تھک کر خاموش ہو جاتی۔

وہ آہستہ قدموں سے دروازے کی طرف بڑھا نورم نے اُسے جاتے دیکھا۔ ایک ہل کو جیسے دل رک سا گیا۔ مگر پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے خود کو یاد دلا پاو کہ اب کسی پر بھروسہ نہیں کرنا۔

کمرہ نیم تہا کی میں ڈوبا ہوا تھا، صرف کھڑکی کے پردوں کے درمیان سے آتی مدھم سی روشنی فرش پر ایک ککیر کی صورت پھیلی ہوئی تھی۔ دیواروں پر سناٹا تھا، اور دل میں ایک طوفان۔

کیف، بسٹر کے کنارے پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے، آنکھیں سرخ، اور چہرہ زرد پڑ چکا تھا جیسے زندگی اس سے آہستہ آہستہ چھین رہی ہو۔ اس کے لب خشک تھے اور ہاتھوں کی انگلیاں بار بار کانپتی جا رہی تھیں۔

اس کی نظریں سامنے میز پر رکھی ایک فائل پر جمی ہوئی تھیں۔ وہی فائل جس میں وہ الفاظ بند تھے، جو اس کے دل کے راز بن چکے تھے۔ وہ راز... جنہیں وہ کبھی زبان پر نہیں لاسکا۔

وہ لمحہ بار بار ذہن میں گونج رہا تھا۔ جب وہ بیٹھ جیوں پر خاموشی سے اکھڑا ہوا تھا۔ سب کی نظریں دلہن اور دوہا پر تھیں، مگر اس کی آنکھیں صرف ایک چہرہ ڈھونڈ رہی تھیں... نورم کا۔

کہا تھا... تب جیسے اس کے اندر کچھ ٹوٹ کر بکھر گیا ہو۔ دل کی دیواریں، امید کی اینٹیں، سب گر گئی تھیں۔ وہ وہیں سے پلٹ آیا تھا... جیسے اس "قبول ہے" اور جب اس نے اپنے لبوں سے "قبول ہے" نے اُس کی ساری دنیا رد کر دی ہو۔ "قبول ہے"

اب، وہ اسی لمحے کی صدا میں سن رہا تھا۔ وہ تین الفاظ اُس کے لیے کسی ماتم کی طرح تھے، جنہوں نے اس کی سانسوں کی روانی روک دی تھی۔

اجانک اس نے فائل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ انگلیاں ہولے سے اس کے کنارے پر پھسلیں... لیکن جیسے اندر کوئی دیوار کھڑی ہو، اس نے فوراً ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

کاش میں تمہیں بتا پاتا... کہ جو تمہارے لیے عقیدت تھی، وہ میرے لیے عبادت بن چکی "وہ دل میں بولا، آنکھیں بند کر کے۔" "کاش تم نے کبھی میری آنکھوں میں دیکھا ہوتا، نورم" تھی۔

اس کی آنکھ سے ایک خاموش آنسو لڑھک کر رخسار پر آگرا۔

کیف کی انگلیاں فائل پر ہولے سے پھسلیں... اس بار اُس نے خود کو نہیں روکا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ فائل کھولی۔ صفحات میں دبی ایک پرانی ڈاکومنٹ نکلی... اُس پر مہر لگی ہوئی تھی، اور اوپر بڑے حروف میں لکھا تھا

"ولادت نامہ: کیف رضاشاہ"

کیف کی آنکھوں میں ایک ہولناک سوال تیرنے لگا۔ وہ کاغذ کھینچ کر نزدیک لایا، لفظ لفظ جیسے اس کے سینے پر نقش ہو رہا تھا۔

والد کا نام: رضاشاہ"

والدہ کا نام: فاطمہ رضاشاہ

تاریخ ولادت: 5 دسمبر 1998

"بچہ: کیف رضاشاہ

"یہ کیا ہے...؟" اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس کے لبوں سے بے ساختہ نکلا،

اس کی پوری ہستی بل کر رہ گئی۔ وہ برسوں سے خود کو احمد شاہ کا بیٹا سمجھتا آیا تھا، نورم کو صرف کزن کے رشتے سے قریب جانا تھا... مگر یہ تحریر... یہ تحریر چیخ کر کچھ اور کہہ رہی تھی۔

اس کے حواس بکھر چکے تھے، آواز زندہ گئی تھی۔ "میں... میں نورم کا سوتیلایا بیٹا ہوں...؟"

"... اس لیے... اس لیے امی نے ہمیشہ کہا کہ نورم سے فاصلہ رکھو... اس لیے میں کبھی سمجھ نہ پایا کہ نورم مجھے کیوں اتنی اپنی لگتی ہے... کیوں اس کی خوشی میرے لیے عبادت بن گئی تھی"

"... میں جس محبت کو پا کر جی رہا تھا... وہ تو میرے لیے حرام تھی "وہ اب آنکھیں موند کر، سر بیڈے سے ٹیکا کر بیٹھا تھا۔

لمحے زک گئے، اور کمرہ ساکت ہو گیا۔ صرف دل کی دھڑکنیں باقی تھیں... اور وہ فائل جواب اس کے مقدر کی سب سے بڑی سزا بن چکی تھی۔

کمرے میں گہری خاموشی تھی، صرف دیوار پر گھڑی کی ٹیک ٹیک... جو ہر لمحے اس کے دل پر چوٹ دے رہی تھی۔

کیف فائل کو گود میں رکھے، ساکت بیٹھا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں حیرت، بے یقینی، اور شدید شرمندگی کا طوفان تھا۔ جیسے کسی نے اُس کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہو۔

"میں... میں کیسے...؟"

وہ بڑبڑایا، آواز جیسے اس کے گلے میں اٹک گئی ہو۔

"... میں نے... میں نے اُس کے لیے کیا کیا سوچا تھا... اُس کی مسکراہٹ، اُس کا دکھ، اُس کا ہونا... سب کچھ میرے دل کے اندر اتر چکا تھا"

اُس کے لب کپکپا گئے۔

"اور اب...؟ اب میں وہ میری... میری... سگی بہن نہیں سہی، مگر... سوتیلی...؟"

وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا، مگر زمین جیسے لرز گئی ہو، قدم ڈمک گئے، وہ دوبارہ بستر پر بیٹھا اور سردیوں ہاتھوں میں دبا لیا۔

"یا اللہ... میں کس گناہ کی دہلیز پر جا پہنچا تھا؟ میں کیسے اُس کے لیے دل میں وہ سب محسوس کرتا رہا؟ کیا یہ سب میرے لیے سزا تھی؟"

اُس کی آنکھوں سے آنسو پھسلنے لگے۔

"اُسے بھائی کہلانا چاہیے تھا... اور میں...؟ میں اُس محبت کو محبت سمجھتا رہا جو صرف پاکیزگی کے پردے میں چھپی نادانی تھی؟"

اُس کا سانس پھولنے لگا۔

"... کاش... کاش مجھے یہ پہلے پتا ہوتا... کاش میرے دل میں کبھی اس کا خیال نہ آتا... کاش میں پاکستان ہی نہ آتا... کاش"

وہ بستر سے نیچے اترا، اور زمین پر سجدے کی حالت میں گر گیا۔

"... یارب... معاف کر دے... میں نے جان کر گناہ نہیں کیا... میں صرف سمجھ نہ سکا... مجھے بچالے... مجھے یہ سب یادیں چھین لے"

بچپتاوے کے بوجھ نے کیف کی کمر جھکادی تھی۔ اس کی رگ رگ میں شرمندگی کی آگ دوڑ رہی تھی۔ وہ اب نہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل تھا، نہ خود کو معاف کرنے کے۔

اس لیے وہ صرف کیف نہ تھا... وہ سیاہ بخت تھا۔

کرے کی خاموشی اب چیخنے لگی تھی۔

ہر چیز ساکت تھی... مگر کیف کا اندر گویا کہ دریا کی طرح شور مچا رہا تھا۔

"... میں بھائی تھا"

اس کی آواز کانپ رہی تھی، آنکھوں سے آنسو بیخودگی میں ٹپکنے لگے۔

"... میں اُس کا بھائی تھا... اور میں نے دل میں اُس کے لیے کیسا گناہ پال لیا"

اُس نے فائل ایک طرف پھینک دی، جیسے وہ حقیقت اسے جلا رہی ہو۔ پھر اپنے ہاتھوں کو ایسے دیکھنے لگا جیسے وہ ناپاک ہو گئے ہوں۔

"!... نورم... میری چھوٹی بہن"

وہ درد سے دوہرا ہو گیا۔

"میں نے کیسے خود کو اس گمراہی میں کھو دیا...! کیا یہی میرا انجام تھا؟ میں جسے روح سے، خلوص سے دیکھتا رہا... اس کے لیے دل میں ایسے جذبات؟"

کیف کی سانسیں تیز ہو گئیں۔ اُس کا سینہ جیسے کسی نے بھاری پتھر سے دبا دیا ہو۔

اس نے اپنی کمینوں سے گھٹنوں کو لپیٹ کر، سر جھکا لیا۔

"...کاش میں اندھا ہو جاتا... کاش میں اُس دن بیمار پڑ جاتا جب میں پاکستان آیا"

اُس کی آواز گہری اور رُک رُک کر نکل رہی تھی۔

"میں نے ساری زندگی دوسروں کے درد بانٹنے... مگر اپنے دل کا اندھیرا نہ دیکھ سکا۔"

وقت جیسے تھم چکا تھا۔ باہر چاندنی چھن چھن کر کھڑکی کے پردوں سے اندر آرہی تھی، مگر اندر کیف کی دنیا میں صرف اندھیرا تھا۔ وہ تنہا، گم سم، نام... صرف اپنی ہی سانسوں کی آواز میں گھرا ہوا تھا۔

"...اے رب... مجھے اس ناپاک خیال کی سزا دے... مگر نورم کو کبھی اس بات کا علم نہ ہو"

NOVEL-E-MEHAR

...یہ دعا تھی بالنتجا، یا شاید ایک بے بس دل کی آخری فریاد

اور پھر وہ سجدے میں گر گیا۔ لمبے وقت کے لیے۔

اس تنہائی میں صرف ایک سیاہ بخت انسان کی سسکیاں تھیں، جو اب خود سے بھی نظریں نہیں ملا پارہا تھا۔

کرے کا دروازہ آہستگی سے کھلا۔

ضامن اندر آیا تو اندھیرے اور سکوت کا یہ عالم دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ کمر اسانس لیتا محسوس ہو رہا تھا، جیسے دیواروں نے بھی روناشروع کر دیا ہو۔

"کیف بھائی...؟"

ضامن کی آواز میں فکر تھی، پریشانی تھی۔

اس کی نظریں فرش پر بیٹھے اس بے حال، بکھرے وجود پر جا کیں جو زمین پر جھکا بیٹھا تھا، چہرہ سجدے کے بعد بیگی آستینوں میں چھپا ہوا تھا۔

کیف نے ضامن کی بات پر آہستہ سے سر ہلایا، اور خود کو تھامنے کی کوشش کی۔

ضامن نے آہستہ سے کیف کا چہرہ تھام کر پوچھا۔ "بھائی... آپ چپ کیوں ہو گئے؟"

کیف کی آنکھیں نیچے جھکی ہوئی تھیں، جیسے وہ خود سے نظریں نہیں ملا سکتا تھا۔

"... میں کیا بولوں، ضامن؟ جو دل میں تھا، وہ آج ریزہ ریزہ ہو گیا ہے... میرا وجود، میری روح، سب مجھ سے بے گانہ لگ رہی ہے"

اس نے تھکے قدموں سے ضامن سے تھوڑا فاصلہ بنایا اور بیڈ کے کنارے بیٹھ گیا،

ضامن نے دیر سے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"آپ کو ٹوٹے نہیں دوں گا، بھائی... جتنا آپ نے ہمیں سنبھالا ہے، آج مجھے آپ کو تھامنا ہے۔"

وہ اٹھا، اور میز سے وہ پلیٹ اٹھالیا جس میں کھانا ابھی بھی ویسے کا ویسا رکھا تھا۔

"آئیے کچھ کھا لیجیے... دن بھر کچھ نہیں کھایا، آپ کو کمزوری ہو جائے گی۔"

"نہیں... نہیں ضامن، مجھ سے نہیں ہو گا۔ حلق سے نوالہ بھی نہیں اترے گا۔" کیف نے سر نئی میں ہلادیا۔

"... تو میں کھلاؤں گا، بھائی"

"آپ ہمیشہ میرے لیے ڈھال بنے رہے... آج مجھے بھی کچھ کرنے دیں۔" ضامن نے پیٹ اس کے سامنے رکھی اور چیخ میں ایک نوالہ ڈال کر اس کی طرف بڑھایا۔

کیف نے جھکی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا، جیسے وہ اس محبت اور توجہ کا حق دار نہ ہو... مگر ضامن کی آنکھوں کی التجائے اُسے روک لیا۔

"تم اتنے اچھے کیوں ہو، ضامن...؟"

"کیونکہ میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں... اور آپ میرا سب سے بڑے سہارا ہوں۔"

"ابھی نہیں... بس تھوڑی دیر... مجھے بس چپ چاپ بیٹھے رہنے دو۔" کیف نے نوالے کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے ضامن کا ہاتھ روکتے ہوئے کہا،

ضامن نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

"جتنی دیر چاہیے... میں یہی ہوں۔"

اور وہ دونوں یونہی بیٹھے رہے... خاموشی میں ڈوبے، لیکن ایک دوسرے کی موجودگی میں کچھ سہارا لیے، جیسے دل کی ٹوٹی کڑیاں پھر سے جوڑنے کی پہلی کوشش ہو۔

کیف خاموشی سے بیڈ پر بیٹھا تھا، اس کے چہرے پر سکوت تھا مگر آنکھوں میں طوفان چھپا ہوا تھا۔ ضامن اس کے قریب بیٹھا، بار بار اس کا کندھا تھپتھپا رہا تھا، کبھی پانی کا گلاس آگے بڑھاتا تو کبھی نرمی سے کہتا،

"بھائی... پلیز کچھ کھالیں... آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔"

لیکن کیف جیسے سب کچھ سن کر بھی نہ سن رہا ہو۔ وہ بس زمین کو گھورتا رہا، جیسے کچھ ڈھونڈ رہا ہو۔ شاید خود کو۔

کچھ لمحے گزرے، پھر اس نے گہرا سانس لیا اور ضامن کی طرف دیکھا۔

"...ضامن"

"جی بھائی؟" ضامن نے فوراً نگاہ اٹھائی،

"مجھے تھوڑا وقت چاہیے... تمہا... خود کو سمجھنے کے لیے، خود کو سنبھالنے کے لیے۔" کیف نے نرمی سے کہا،

"ٹھیک ہے بھائی... میں باہر ہوں، آپ کی ہر پکار پر حاضر ہوں گا۔" ضامن کے چہرے پر تھوڑا دکھ آیا، لیکن اس نے فوراً خود کو سنبھالا،

کیف نے ضامن کا ہاتھ تھاما، نرمی سے دبا یا، جیسے شکریہ ادا کر رہا ہو بغیر الفاظ کے۔

"مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں، ضامن... تم نے میری روح کو ایک بڑے گناہ سے بچا لیا ہے... بس اب، مجھے خود سے لڑنے دو۔"

ضامن کی آنکھیں پھیگ گئیں، مگر وہ مسکرایا، کیف کے سر پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

کیف نے نظریں بند کر لیں، اور کمرہ ایک بار پھر خاموشی میں ڈوب گیا۔ لیکن اب یہ تنہائی اختتام نہیں، شاید شفا کی شروعات تھی۔

کمرے میں سناٹا پھر سے چھا چکا تھا۔ ضامن جا چکا تھا اور اب صرف کیف تھا... اور اس کی تنہائی۔

دیوار سے ٹیک لگائے، وہ آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ سانسوں میں ایک بوجھ سا تھا، دل میں ایک گھٹن۔ جو کسی لفظ میں ڈھلتی ہی نہیں تھی۔

سامنے میز پر وہی فائل کھلی پڑی تھی، جس میں سچ کا زہر بھرا ہوا تھا۔

"کیف رضاشاہ"

یہ تین الفاظ جیسے اس کے وجود پر چاقو کی طرح چلنے جا رہے تھے۔

"میں..... بھائی ہوں اسکا؟"

اس کی آواز شکستہ تھی، خود سے، اپنی بے خبری سے، اپنی خواہشوں سے شرمندہ۔

"کیا میں واقعی اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ اس رشتے کی حقیقت بھی نظر انداز کر دی؟"

وہ اٹھا، کمرے میں بے چینی سے چلنے لگا، جیسے زمین بھی اس کی بے قراری کو سمیٹنے سے قاصر تھی۔

آئینے کے سامنے جا کر رکا۔

...اپنے عکس کو دیکھا

"! یہ تم نے کیا کیا کیف...؟ وہ تمہاری بہن ہے... بھائی کہلانے کے لائق بھی نہیں رہے تم، کیف"

اس نے خود کو طمانچہ مارا، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

پھر وہ آہستہ سے نیچے بیٹھ گیا، آئینے کے سامنے فرش پر، دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹ لیے۔

"... میری محبت... یا جو کچھ بھی تھا... وہ گناہ کی دہلیز پر جا رہا تھا... اور ضامن... ضامن نے مجھے وہاں پہنچنے سے بچا لیا"

ایک سسکی ابھری۔

"لیکن جو دل میں چل چکا... وہ کیسے بھولوں؟ وہ پاک جذبہ نہیں تھا... یا شاید تھا، پر رشتہ جاننے سے پہلے تک... اب؟ اب تو ہر لمحہ خود سے نفرت ہوتی ہے۔"

NOVEL-E-MEHAR

...کمرے کی خاموشی میں صرف کیف کی ٹوٹی ہوئی سانسیں تھیں، اور اس کے دل کی چیخ

...کوئی نہیں تھا جو سن سکتا

کوئی نہیں تھا جو اسے اپنے آپ سے بچا سکتا۔

رات کا وقت گزرتا گیا اور کمرے کی سناٹے میں گہرے سکوت نے اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔

نورم کی آنکھیں تھک کر سوچکی تھیں، اس کی آنکھوں میں اب بھی رات کی گہرائی کی جھلک تھی، جیسے کوئی خواب، یا شاید کوئی حقیقت جس سے وہ بچنا چاہتی تھی، لیکن وہ اس حقیقت کو اپنے دل میں چھپائے رکھی تھی۔

صبح کا پہلا پہلا روشنی چھا گئی، اور فجر کا وقت قریب آیا۔

ضامن اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا تھا، سورج کی روشنی دھیرے دھیرے زمین پر گرتی جا رہی تھی، اور وہ اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں رات کی تمام باتیں گئیں، کیف کی حالت، نورم کے جواب، اس کے جذبات — سب کچھ ایک ساتھ بھاری ہو کر اس کے دل پر اثر انداز ہو رہا تھا۔

فجر کی اذان کی آواز سنائی دی، اور کچھ ہی دیر میں پورا گھر بیدار ہو گیا۔ کچھ لوگ نماز پڑھنے جا رہے تھے، کچھ کچن میں چائے بنانے میں مصروف ہو گئے، اور کچھ معمولات میں مصروف تھے۔

سامنے والے لانچ میں تمام افراد بیٹھے تھے — ضامن، شاہ میر شاہ، احمد شاہ، رضا شاہ، سمرین، فری بھی ابھی اپنے کمرے سے اپنی تھی ضامن کے ساتھ وہ دونوں سیڑیاں ساتھ اترتے نیچے آئے تھے — سب چائے پی رہے تھے اور خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

"اللہ کا شکر ہے، سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔" شاہ میر شاہ کی آواز سنائی دی،

سب کے درمیان ایک سکون کی فضا تھی۔

احمد شاہ نے کہا۔ "ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ سب کے حالات بہتر ہو گئے، نورم بھی ٹھیک ہو گئی، اور کیف بھی سنبھال گیا، انشاء اللہ"

سمرین نے مزید کہا۔ "سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔ ہمیں اس پر یقین رکھنا چاہیے اور شکر گزار رہنا چاہیے۔"

"اللہ کا شکر ہے، اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ نورم کی حالت میں بھی بہتری آئی ہے۔" رابعیہ کی آواز بھی سنائی دی،

ضامن خاموشی سے ان سب کی باتیں سن رہا تھا، لیکن اس کے دل میں ابھی تک ایک خلا تھا، جسے وہ مکمل طور پر سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ نورم کا دل ابھی تک ماضی میں جکڑا ہوا ہے، اور اس کی محبت میں کمی آچکی ہے، لیکن وہ پھر بھی امید رکھتا تھا، کہ اللہ سے دعا کرے گا کہ اس کے دل کی تکلیف کم ہو۔ وہ کیف کی طرف سے بھی بہت پریشان تھا۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

وہ زمین پر بیٹھے بیٹھے یکدم اٹھا، جیسے اندر کا کوئی شورا سے چین سے بیٹھنے ہی نہ دے رہا ہو۔

... لڑکھڑاتے قدموں سے وہ الماری کی طرف بڑھا

— دروازہ کھولا تو اندر رکھا سب کچھ دھندلا لگا

... لیکن ایک چیز جیسے روشنی دے رہی تھی

ایک تصویر — چھوٹی سی، پر دھڑکتے دل سے جڑی ہوئی۔

... اس نے ہاتھ بڑھا کر وہ تصویر نکالی

فاطمہ کی تصویر تھی۔

— وہی تصویر جو وہ چند روز پہلے رضا شاہ کے کمرے سے لے آیا تھا

...وچہ تب بھی سمجھ نہ آئی تھی، بس دل چاہا تھا

...اب وہ تصویر اس کی کانپتی انگلیوں کے درمیان تھی

اس نے گہری سانس لی، جیسے سانسوں میں کوئی بوجھ دھکیل کر نکالنا چاہتا ہو۔

:ہیڈنک واپس آیا، بیٹھا نہیں... بس تصویر کو آنکھوں کے سامنے رکھتے ہوئے بولا

"آپ... آپ کون ہیں میرے لیے؟"

اس کی آواز میں التجا تھی، ایک ایسا سوال جو برسوں سے لاشعور میں پل رہا تھا۔

"...جب پہلی بار دیکھا تھا... تو دل نے کہا تھا، یہ چہرہ مجھے سکون دیتا ہے... ایسا سکون، جو کسی ماں کی جھولی میں ملتا ہے"

آنسو پلکوں سے پھسلنے لگے۔

"پر مجھے کیا پتہ تھا، کہ آپ ہی میری امی ہیں... اور میں... آپ کا بیٹا۔"

وہ دھیرے سے ہیڈ پر بیٹھ گیا، تصویر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر۔

"آپ مجھے چھوڑ کے کیوں چلی گئیں...؟ کیوں مجھے اپنے ساتھ نہ لے گئیں؟"

اس کی آواز جھینگئی۔

NOVEL-E-MEHAR

"!... اگر میں آپ کے ساتھ مر جاتا... تو شاید یہ دن نہ دیکھنا پڑتا... یہ جان کر نہیں جینا پڑتا کہ جسے میں نے چاہا... وہ میری بہن ہے"

اس کا سانس بھاری ہونے لگا، جیسے ہر جملہ اس کے اندر کوئی زخم اور گہرا کر رہا ہو۔

"...امی... میں نے گناہ نہیں کیا... پر جو چاہا، وہ گناہ بن گیا"

وہ جھک کر تصویر کو اپنے سینے سے لگا لیتا کبھی چومتا۔

"...مجھے اس سب سے بچا لیتیں... آپ ہوتیں تو شاید"

"...میں گناہ کا ارادہ نہیں رکھتا تھا، امی... میں نے دل کی کسی گلی میں نورم کور کھا ضرور، پر تب تو میں لاعلم تھا نا"

"...اور اب؟ اب جب سچ سامنے ہے... تو میں ٹوٹ چکا ہوں"

— اس لمحے میں وہ ٹوٹ چکا تھا

نہ کوئی اور سننے والا تھا، نہ کوئی سمجھنے والا۔

صرف ایک ماں کی خاموش تصویر،

... اور ایک بیٹے کا خاموش اعتراف

اس کے ہاتھ میں تھی تصویر اب آنسوؤں سے بھیگ چکی تھی، مگر کیف سے یوں تھاے بیٹھا تھا جیسے بس یہی ایک سہارا ہے، یہی ایک وہ وجود ہے جو اسے مکمل کر سکتا تھا... مگر نہ کر سکا۔

... کچھ لمحے یوں ہی بیٹھے گزر گئے

— پھر اچانک وہ اٹھا

نہایت خاموشی سے، جیسے کوئی فیصلہ دل کے اندر پک چکا ہو۔

چند قدم چل کر وہ دراز کے پاس گیا۔

دھڑکنوں کی تیز دھڑک کے ساتھ اس نے دراز کھولا، اور وہاں رکھی وہی پرانی پستول نکالی، جو برسوں سے بند الماری میں خاموش پڑی تھی۔

... اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے

لیکن نظریں... نظریں صاف تھیں، جیسے سب دھند صاف ہو گئی ہو، اور اب سامنے بس ایک ہی راہ ہو۔

اس نے آہستہ سے جا کر آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر تصویر اور پستول دونوں کو دیکھا۔

پھر تصویر کو دیکھنے سے میز پر رکھا،

اور پستول اپنے سر کے پاس لے گیا۔

"... امی"

— ایک مدھم سی صدا نکلی

میں اس ندامت کے ساتھ نہیں جی سکتا۔

"اب بس آپ سے ملنے کا وقت ہے۔"

... اور اگلے لمحے

ایک گولی کی آواز پورے گھر کو بلائی۔

— دھماکہ

کے تملے ایک دم تھم گئے۔ "اللہ کا شکر ہے سب خیریت سے ہو گیا" لالچ میں چائے کی چمکیوں، خوشگلیوں اور

رابعہ کی چائے کی پیالی ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

سمرین کے ہاتھ لرزنے لگے۔

شاہ میر شاہ نے بے اختیار اٹھ کر ضامن کی طرف دیکھا۔

ضامن کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"! بھائی"

وہ چیخا اور دوڑتا ہوا اوپر کی جانب لپکا۔

"! چابی! چابی دو! کوئی چابی لاؤ"



NOVEL-E-MEHAR ملازمہ ہنپتی ہوئی چابی لے کر آئی، دروازہ کھولا گیا۔

کمرے کا منظر دیکھ کر سب کے بیروں تلے زمین نکل گئی۔

... کیف

زمین پر بے سود پڑا تھا،

اس کی کپٹنی سے خون بہہ رہا تھا،

... پاس ہی وہ تصویر پڑی تھی

اور پستول اس کے ہاتھ سے تھوڑا دور، خاموش۔

ضامن نڈھال ہو کر اس کے پاس گرا،

"...بھائی!"

اس کے لہجے میں جان نکل رہی تھی۔

سمرین کی چیخ نکلی، رابعہ نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے،

شاہ میر شاہ اور شاہ احمد فوراً آگے بڑھے۔

...اسی لمحے دروازے پر کھڑی نورم

جو سب کی چیخوں اور بھاگنے کی آوازیں سن کر کمرے سے نکلی تھی،

جیسے اپنے حواس کھو چکی تھی۔

... نظریں کیف پر گئیں

... خون

... پتول

اور تصویر۔



NOVEL-E-MEHAR

— بس ایک لمحہ

اس کے سینے میں جیسے سانس ہی رک گئی ہو،

... دل کی دھڑکن تیز سے تیز تر

... آنکھیں پتھرائیں

— اور پھر ایک جھٹکے سے ... وہ زمین پر گری

بے ہوش۔

:رابعہ کی آواز گونجی

"!نورم"

... زندگی کا سب سے تلخ باب

اب کھل چکا تھا۔

کمرے میں چیخ و پکار کی اہر تھی تو رضا شاہ کی خاموشی ایک بار پھر نمایاں ہو گئی۔

وہ...

دروازے کے قریب خاموشی سے کھڑے تھے۔

سیدھے، ساکت، جیسے کوئی مجسمہ ہو— سانس لیتا ہوا، مگر بے جان۔

ان کی آنکھیں کیف کے بے سُدھ وجود پر جمی تھیں،

نہ پلکیں جھپک رہی تھیں،

نہ آنکھیں نم ہو رہی تھیں،

نہ زبان پر کوئی شکوہ، کوئی پکار... کچھ نہیں۔

بس ایک خاموشی— جو چیخوں سے بھی زیادہ ہولناک تھی۔

رضا شاہ کی نظر کسی پر نہیں گئی۔



NOVEL-E-MEHAR

ایسا لگتا تھا جیسے وہ صرف اپنے بیٹے کو نہیں، خود کو مرتا ہوا دیکھ رہے ہوں۔

ان کے ہاتھ کی انگلیاں بار بار آپس میں بڑک کر کھل رہی تھیں،

... جیسے کچھ کہنا چاہتے ہوں

مگر لفظ زبان تک آہی نہ پاتے ہوں۔

چند لمبے بعد آہستہ سے ایک قدم آگے بڑھایا،

پھر دوسرا،

اور کیف کے قدموں کے پاس آکر رک گئے۔

...کچھ دیروہاں ٹھہرے

پھر آہستہ سے بیٹھ گئے— زمین پر، بیٹے کے قدموں کے پاس۔

ان کی نظریں زمین میں گڑی رہیں۔

...چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا— نہ غم، نہ حنفی، نہ سوال

بس ایک پتھر یا سکوت۔

وقت تھم سا گیا تھا۔

...کوئی کچھ کہے یا نہ کہے

: مگر رضا شاہ کی خاموشی چیخ چیخ کر پکار رہی تھی

"میرا بیٹا مر گیا ہے... اور میں، جیتے جی دفن ہو چکا ہوں۔"

کمرے میں ابھی بھی وہی گہرا سناٹا طاری تھا— جسے صرف سسکیوں، دھڑکنوں اور دکھ کی خاموش چیخیں توڑ رہی تھیں۔

نورم فرش پر بے سو پڑی تھی۔

رابعہ اس کے قریب جھکی مسلسل اس کا چہرہ تھمتھار رہی تھیں،

NOVEL-E-MEHAR

..... نورم... آنکھیں کھول لو بیٹا"

ضامن، فرش پر بیٹھا، کیف کے سر کو اپنی گود میں رکھے تھا۔

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں، مگر چہرے پر ایک عجیب سی بے یقینی چھائی ہوئی تھی۔

جیسے وہ اب بھی یقین نہیں کر پارہا ہو کہ اس کے بھائی نے... ایسا کر لیا۔

رضاشاہ، خاموشی سے، کیف کے قدموں کے پاس بیٹھے تھے۔

نہ آنکھ میں آنسو تھے، نہ لبوں پر کوئی فغاں— بس ایک خالی، پتھرائی ہوئی نگاہیں،

جن میں برسوں کا بوجھ، برسوں کی ندامت، اور... ایک ایسا دکھ تھا جسے لفظ چھو بھی نہیں سکتے۔

احمد شاہ کی نگاہ میز پر گئی،

...جہاں فائل کھلی تھی... وہی زہر بھری حقیقت

"کیف رضا شاہ"

— اس کے برابر وہ تصویر— فاطمہ کی

احمد شاہ کا دل دھڑک اٹھا،

اس نے آس پاس دیکھا، اور پھر آہستگی سے دونوں چیزیں اٹھا کر الماری کے پیچھے خانے میں رکھ دیں،

زری سے... جیسے کسی راز کو دوبارہ دفن کر رہا ہو۔

فری، کیف کے سینے سے لپٹی، زار و قطار رو رہی تھی۔

"جہاں... آپ نے کیوں... کیوں چھوڑ دیا مجھے؟"

اس کی سسکیاں اتنی شدید تھیں کہ کمرے کی دیواریں بھی بھگیکتی محسوس ہو رہی تھیں۔

سمرین، دیوار سے ٹیک لگائے، دوڑ کھڑی، صرف کیف کو دیکھ رہی تھی۔



NOVEL-E-MEHAR

— آنکھوں سے آنسو نہیں بہ رہے تھے

شاید دکھ اس حد تک جا چکا تھا جہاں آنکھیں بھی خالی ہو جاتی ہیں۔

یہ کمرہ اب صرف ایک لاش کا نہیں... ایک بکھری ہوئی دنیا کا مرکز تھا۔

اور سب کچھ... صرف لمحوں میں بدل چکا تھا۔

دوپہر کی خاموش شدت، حویلی کی چھتوں پر ایک ستانا ٹھہرا ہوا تھا۔

ٹیالے آسمان تلے، سفید چادر میں لپٹی ایک میت زنانہ خانے کے وسط میں رکھی تھی۔ سورج کی روشنی دھندلی کرنوں کی صورت اندر آتی تو ہال کا سارا منظر مزید ساکت لگتا۔ کوئی کچھ بول نہ رہا تھا۔ فضا میں صرف دے دے سسکیوں کی بازگشت اور قرآنی آیات کی تلاوت سنائی دے رہی تھی۔

ضامن میت کے لیے انتظامات میں مصروف تھا، ازلان قدم قدم پر اس کا ہاتھ بنا رہا تھا۔ مردان خانے میں اگرچہ لوگ موجود تھے، لیکن کسی کے لبوں پر شکوہ تک نہ تھا۔ صدمہ اتنا گہرا تھا کہ آنکھوں نے بھی جیسے آنسو بہانا بھلا دیا تھا۔

زنان خانے میں شفیق اور شیرین فری کو سنبھال رہی تھیں، جو صدمے سے نڈھال فرش پر بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی۔ کچھ عورتیں ہاتھوں میں تسبیح لیے دہلی آواز میں قرآن پڑھ رہی تھیں۔ سمرین چپ چاپ میت کے سرہانے بیٹھی، پتھرائی نگاہوں سے کفن کی سفیدی کو گھور رہی تھی۔

کمرے میں، جہاں نورم کو آرام دیا گیا تھا، ڈاکٹر فاریہ اس کا چیک اپ کر رہی تھی۔ رابعہ اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کی پیشانی سہلارہی تھی۔

تیجی نورم کی پلکیں لرزیں۔ ایک جھٹکے سے آنکھیں کھلیں۔

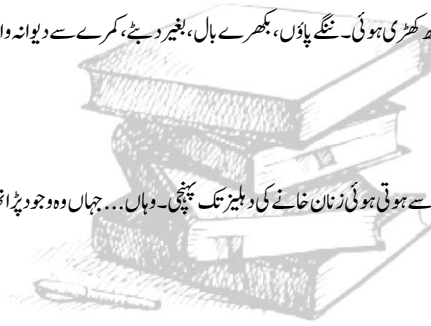
چند لمحے تک وہ خالی نظروں سے چہیت کو دیکھتی رہی، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر اچانک وہ اٹھ بیٹھی، آنکھوں میں وحشت ابھرائی تھی۔ رابعہ گھبرا کر اس کے قریب ہوئی۔

"نورم... پیٹا... تم"

مگر نورم اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اس کا ہاتھ جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ننگے پاؤں، بکھرے بال، بغیر روپے، کمرے سے دیوانہ وار باہر نکلی۔

رابعہ نے پکارا، مگر وہ جا چکی تھی۔ "نورم"

رہداری سے گزرتی، وہ تیزی سے زینہ اتری۔ خواتین کے درمیان سے ہوتی ہوئی زنان خانے کی دہلیز تک پہنچی۔ وہاں... جہاں وہ وجود پڑا تھا جسے دیکھنے کے لیے اب اس کی سانسیں تڑپ رہی تھیں۔



اس کی نظر جیسے ہی سفید چادر پر پڑی، وہ ٹھٹھک گئی۔

NOVEL-E-MEHAR

قدم رک گئے۔

سانسیں رک گئیں۔

سامنے کیف تھا۔

خاموش، بے حرکت، پرسکون۔

نورم کی آنکھیں برسنے لگیں۔ ہونٹ ہلے، مگر آواز گم تھی۔

اسی لمحے زنان خانے کا دروازہ کھلا۔ ضامن، ازلان، احمد شاہ، رضا شاہ، افتخار، مصطفیٰ، اور شاہ میر شاہ اندر داخل ہوئے۔

ضامن نے ایک نظر میت پر ڈالی، پھر سمرین کی طرف بڑھا۔

"اما، اب وقت ہو گیا ہے۔"

بس یہی سنا تھا نورم کے لیے کہ جیسے زمین پر قہر ٹوٹا۔

چینتی ہوئی وہ بھاگی، سب کے درمیان سے گزر کر میت سے لپٹ گئی۔

"اکیسیف! اٹھو! دیکھو میں آئی ہوں... اپنی نورم... وعدہ کیا تھا پنے... وعدہ کیا تھا"

کسی کے بھی سمجھانے سے نورم کو فرق نہ پڑا تھا وہ مضبوطی سے میت سے لپٹی ہوئی تھی۔

ضامن نے آگے بڑھ کر اسے نرمی سے پکڑا، مگر وہ چھوٹ کر پھر لپٹ گئی۔

"... نورم... پلیز... یہ وقت"

"! مجھے رہنے دو... مت چھینو مجھے ان سے"

بالآخر، ضامن نے اسے سینے سے لگا کر، زور دے کر جدا کیا۔ نورم کی انگلیاں چادر میں الجھتی رہ گئیں۔ وہ پیچھے دیکھتی، چینتی، بلکتی، ضامن کے بازوؤں میں تھی۔

کمرے کی دہلیز پر رابعہ کھڑی تھی۔ ضامن نے نورم کو اس کے حوالے کیا، خود تیزی سے ہٹ گیا۔

— نورم رابعہ کے بازو میں گری... اور پھر اچانک جیسے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ہو

وہ ایک بار پھر بے ہوش ہو گئی۔

NOVEL-E-MEHAR

ضامن کا دل جیسے کلڑوں میں بٹ چکا تھا۔

نورم کی چینیں، اس کے الفاظ، اس کی لرزتی ہوئی حالت... سب کچھ اُس کے اعصاب پر نقش ہو چکا تھا۔ مگر اب... اب وقت نہیں تھا کہنے کا۔

وہ پلٹا۔

خاموشی سے واپس میت کے قریب آیا۔ سفید چادر میں لپٹے وجود کے قدموں کی طرف جھکا۔

آہستگی سے، پورے ادب کے ساتھ، میت کے پائے تھامے۔

ساتھ ہی آگے سے احمد شاہ اور رضا شاہ آگے بڑھے۔ ان کی آنکھوں میں نمی تھی، چہرے صدمے سے جھکے ہوئے۔

انہوں نے میت کے سرہانے سے ہاتھ لگا یا۔

پیچھے، از لان نے خاموشی سے ضامن کا ساتھ دیا۔

چاروں نے مل کر کیف کے بے جان وجود کو اٹھایا۔

... چادر میں لپٹا وجود جیسے ہوا میں تیر رہا ہو

کمرے کے اندر اک لرزتی ہوئی خاموشی چھا گئی۔

فری نے آنکھوں پر دوپٹہ رکھ لیا، لیکن آنسو دوپٹے کو بھیگوتے ہوئے گالوں تک بہہ گئے۔

سمرین کا حال بدتر تھا۔ وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھے، بے اختیار کانپ رہی تھیں۔

وہ بے آواز سسکی۔ "... اللہ... یا اللہ"

شفق اور شیرین نے اسے تھاما۔

کچھ خواتین کا گریہ بلند ہونے لگا۔

بعض نے سر جھکا لیے، بعض نے آیات کی تلاوت تیز کر دی۔

میٹ کو لے کر جب وہ مرد زنان خانے سے باہر نکلے لگے،

تو ہر قدم پر لگتا جیسے دل زمین پر دھرا جا رہا ہو۔



فری اور سمرین خود کو سنبھالنے کی ناکام کوشش میں ان کے پیچھے لپکیں۔
NOVEL-E-MEHAR

"... کیف... بھائی"

ایک درد بھری پکار فضا میں گونجی، اور سب ساکت رہ گئے۔

زنان خانے کے دروازے پر ایک لمحے کو سب رکے۔

میٹ کو باہر لے جایا جا رہا تھا۔

ان سب کے دل جیسے پیچھے پیچھے ریٹک رہے تھے۔

ضامن کا چہرہ خاموش، لیکن آنکھیں سرخ تھیں۔

ازلان کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں تھیں، لیکن وہ رکا نہیں۔

کسی کے لب پر کوئی آواز نہ تھی،
مگر فضا چیخ چیخ کر غم کو بیان کر رہی تھی۔

فری کا وجود میٹ کے پیچھے لڑکھڑاتا چلا جا رہا تھا، جیسے اس کا دل اسی وجود کے ساتھ دفن ہونے کو ہو۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر کر دھندلا چکی تھیں، ہر سانس بوجھ بن گئی تھی۔

"... فری... فری... سنہا لو خود کو"

نرم سی آواز جیسے دور سے آئی۔

حرین نے آنہنگی سے اس کا بازو تھاما،

جبکہ حوریا نے دوسرا کندھا تھام لیا۔

"... بس کرو فری... تم بیمار ہو جاؤ گی... چلو"

فری نے سر اٹھایا، آنکھوں میں ایک اندھی ویرانی تھی۔

اس نے ان دونوں کو دیکھا، جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

پھر پلٹ کر اُس جگہ کو دیکھا جہاں سے ابھی کیف کا وجود لے جایا گیا تھا۔



"... نہیں... بھائی جا رہے ہیں... وہ... چھوڑ کر جا رہے ہیں مجھے"

فری کی آواز میں ایسی ٹوٹ پھوٹ تھی جیسے روح بکھر رہی ہو۔

"... ہم ہیں نا، فری"

حرین نے نرم آواز میں کہا،

"تم اکیلی نہیں ہو۔"

حوریا نے دھیرے سے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

"... چلو، تمہیں تھوڑا سکون چاہیے"

اور وہ دونوں، دھیرے دھیرے،

فری کے وجود کو سہارا دیتی،

اُسے نرمی سے اس کے کمرے کی طرف لے جانے لگیں۔

سامنے آتی راہداری کی دیواریں،

اس دن کی خاموش گواہ بن چکی تھیں۔

تہہ در تہہ دکھ، اس گھر کے درو دیواریں بس چکا تھا۔

فری کی سسکیوں کے سچ،

... حرمین اور حوریہ کی تھپکیاں

جیسے دو معصوم بچوں ایک ٹوٹی ہوئی کچی کو زندگی دینے کی کوشش کر رہے ہوں۔

کمرہ جیسے فرج کا انتظار کر رہا تھا۔

تکیے، کمبل، دیواریں— ہر چیز ساکت، اور اداس۔

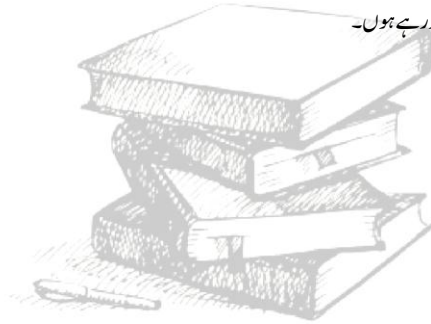
انہوں نے آہستگی سے فری کو بستر پر لٹایا۔

حرمین نے اس کے پاؤں سیدھے کیے،

حوریہ نے اس کا دوپٹہ سنوارا۔

پھر دونوں پیچھے گئیں— ایک سرہانے، ایک پانٹنی۔

اور وقت رک گیا، بس... سسکیوں کی صدا باقی رہ گئی۔



NOVEL-E-MEHAR

دھوپ مدھم ہو چکی تھی، آسمان پر سورج کی کرنیں جیسے زرد ہو کر دھند میں گم ہو رہی تھیں۔ شام کا وقت، مگر وقت کا کوئی اندازہ نہ تھا... جیسے گھڑیوں نے بھی ماتم کی چادر اوڑھ لی ہو۔

قبرستان کے خاموش رستے پر قدموں کی چاپ گونج رہی تھی۔ چارمرد— آگے احمد شاہ اور رضا شاہ، پیچھے ضامن اور ازلان— کندھوں پر سفید کفن میں لپٹی وہ سانس اٹھائے جا رہے تھے۔ جواب ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکی تھیں۔

ہر قدم جیسے سینے پر ہتھوڑا بن کر پڑ رہا تھا۔

پچھے پیچھے باقی مرد تھے — مصطفیٰ، افتخار، شاہ میر شاہ، احمد شاہ اور خستہ حال رضا... سب خاموش، سب سنجیدہ، سب گویا اپنی اپنی ذات کے کسی ماتم میں گم۔

قبر پہلے سے تیار تھی۔ مٹی کی وہ گود، جو اب کیف کو اپنے اندر سمیٹنے والی تھی۔

ضامن کے چہرے پر ضبط کی آخری لکیر تھی، مگر آنکھیں لال تھیں... اندر کا طوفان چہرے سے باہر جھانکنے کو بیتاب تھا۔

ازلان کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا، جیسے وہ ہر قدم پر خود کو کھینچ کر لے جا رہا ہو۔

قبر کے کنارے سب کھڑے ہوئے۔ چند لمحے کے لیے جیسے پورا منظر ساکت ہو گیا۔

خاموشی... جو لفظوں سے بڑی تھی۔

پھر آہستگی سے، ضامن نے جھک کر بھائی کے چہرے سے کفن ہٹایا۔ ایک لمحے کے لیے ہر چیز تھم گئی۔

چہرہ پر سکون تھا — جیسے زندگی کی سب الجھنیں، سب سوال و فن ہو چکے ہوں۔

”... اللہ اکبر“

نمازِ جنازہ کی آواز گونجی۔

کسی نے کچھ نہ کہا، بس دعائیں مانگی گئیں۔

... خاموشی میں آسمان تک بلند ہوتی فریادیں

... اور پھر، مٹی کی پہلی اپ

رضاشاہ کے ہاتھوں سے گری۔

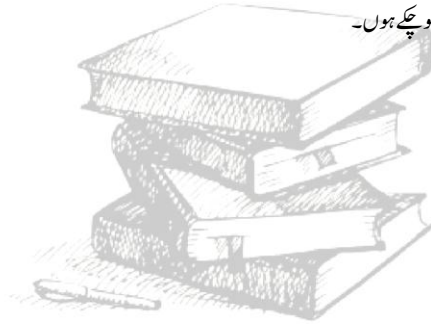
ایک چیخِ دل کے اندر اٹھی، مگر زبان تک نہ آسکی۔

ضامن نے کپکپاتے ہاتھوں سے مٹی اٹھائی۔

”... کاش میں اپکو اکیلا نہ چھوڑتا... کچھ نہ سمجھ پایا میں“

ازلان نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپایا... کندھے بری طرح ہل رہے تھے۔

مٹی پڑتی گئی۔ کفن غائب ہوتا گیا۔



NOVEL-E-MEHAR

زندگی، مٹی کی تہوں میں سو گئی۔

کیف رضا شاہ"

پیدائش: 5 دسمبر 1998

وفات: 17 مئی 2025

"عمر: 26 سال"

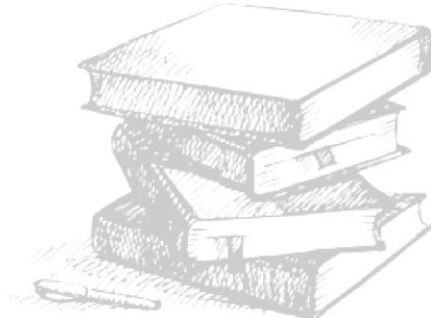
چلا گیا وہ، لے کے اپنے سینے میں سیاہ بخت کی صدا،

خاموشی کے سائے میں ڈوبی، بے کس و تہاد نیا۔

خواب جو کبھی تھے، ٹوٹے موتیوں کی مانند بکھر گئے،

موجود کی طرح گم ہوئی، امیدوں کی آخری صدا۔

چراغ تھا جو بجھ گیا، اندھیروں میں گم ہو گیا۔



سورج اب مغرب کی سرخیوں میں ڈوب چکا تھا، اور فضا میں عجیب سی خاموشی رچ بس گئی تھی۔ صحن کی کچی زمین پر قدموں کی چاپ اور آنکھوں کی نمی ایک ہی وقت میں موجود تھی۔ ایک گھر، جہاں کچھ گھنٹے پہلے زندگی کی آخری سانس نکلی تھی، اب بے صدا تھا، جیسے ہر دیوار سو گوار ہو۔

مرد حضرات قبرستان سے واپس آچکے تھے۔ کپڑوں پر مٹی کی چھینٹیں، پیشانی پر تھکن اور آنکھوں میں گہرے غم کی پرچھائیاں واضح تھیں۔ رضا شاہ خاموشی سے اندر داخل ہوئے، ان کے ہاتھ اب بھی لرز رہے تھے۔ ایک ہاتھ سے دیوار کا سہارا لیا، دوسرے سے آنکھیں پونچھیں۔ ان کی زندگی کا ایک چراغ، ان کا بیٹا، ہمیشہ کے لیے بجھ چکا تھا۔

زمان خانے میں بھی خاموشی تھی، بس بچکیوں کی دہلی دہلی آوازیں تھیں جو فضا کو اور بوجھل بناتی جا رہی تھیں۔ شیریں اور شفق سب خواتین کا سہارا بنی ہوئی تھیں، مگر خود کا سہارا وہ دیوار سے لیے کھڑی تھیں۔

صحن میں بڑے دسترخوان بچھادیے گئے۔ مرد حضرات کو الگ جگہ پر بٹھایا گیا۔ کسی نے بھی چہرہ اٹھا کر نہ دیکھا، سب اپنی پلیٹوں میں نظریں گاڑے بیٹھے تھے۔ بھوک جیسے مرچکی تھی، صرف رسم ادا ہوتی تھی

زمان خانے میں حرمین، حوریا اور کچھ اور کزنز نے دسترخوان لگانے میں مدد دی۔ فری کا چہرہ بخار سے تپ رہا تھا، مگر اس نے کسی کو کچھ نہ بتایا۔ اس کا دکھ اس کے چہرے کی زردی سے جھلک رہا تھا۔

ضامن خاموشی سے مہمانوں کو دیکھ رہا تھا، ہر ایک کے لیے پانی رکھ رہا تھا، کبھی پلیٹ پکڑا رہا تھا، کبھی کسی بوڑھے کو سہارا دے کر بٹھا رہا تھا۔ کبھی رضا کو سنبالتا۔ اس کے چہرے پر تھکن تھی، آنکھوں میں نیند کا نام و نشان نہیں، گردن میں ایک اور دکھ کا طوفان تھا— جو کسی کو نظر نہیں آتا تھا۔

ازلان اس کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر سب سنبھال رہا تھا۔ اُس نے حرمین کو زنان خانے میں جاتے دیکھا تو ایک لمحے کو ٹھنک گیا، پھر نظریں جھکا کر دسترخوان پر آ بیٹھا۔

ہر چیز، ہر منظر، جیسے خاموش فلم کی تصویر تھی۔ نہ کوئی آواز، نہ کوئی رنگ— بس ماتم، خاموشی، اور بکھری ہوئی سانسیں۔

رات، جیسے اپنی گود میں ایک تھکا ہوا ماتم سیٹھ بیٹھی تھی۔ ہر کمرہ، ہر صحن، ہر راہداری جیسے تھک کر ساکت ہو گئی تھی۔ موت کا دکھ کبھی شور سے چینتا ہے، اور کبھی خاموشی سے گونجتا ہے— آج دونوں صورتیں اس گھر کے در و دیوار میں بول رہی تھیں۔

مہمان آہستہ آہستہ اٹھنے لگے تھے۔ کچھ نے چپ چاپ تسلی دی، کچھ نے کندھے پر ہاتھ رکھا، کچھ نے بس ایک خاموش سی نگاہ ڈالی اور باہر کی راہ لی۔ جیسے آنکھوں کے آنسوؤں نے زبان کو ساکت کر دیا ہو۔

ازلان نے دھیرے سے ضامن کے قریب آ کر کہا،

میں رک جاؤں؟"

ضامن نے ہلکے سے سر کو نئی میں ہلایا، اس کی آواز تھکی ہوئی مگر فیصلہ کن تھی

"نہیں، تم جاؤ ازلان... تھک چکے ہو۔ صبح جلدی آ جانا۔"

ازلان کچھ پل خاموش رہا، جیسے ضامن کی آنکھوں میں کچھ اور بھی پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو، پھر اُس نے گردن جھکا کر اثبات میں سر ہلایا۔ وہ افتخار اور شفق کے ساتھ باہر کی طرف بڑھا۔ جاتے ہوئے ایک بار مڑ کر اس خاموش صحن کو دیکھا، جیسے کوئی خواب ادھورا چھوڑ کر جا رہا ہو۔

اندر شریں حوریہ کے دوپٹے کا پلور دست کر رہی تھیں۔ مصطفیٰ نے دھیرے سے رابعہ بیگم کے قریب آ کر انہیں تسلی دی۔

"... صبر کرو، اللہ کی رضا میں راضی ہو جاؤ... کیف کی موت نے سب کو توڑ دیا ہے... مگر تم حوصلہ رکھو رضا کو سمجھانا ہے تمہیں... تمہیں صبر کا پہاڑ بننا ہو گا ..."

رابعہ نے لرزتے لبوں سے سر ہلایا۔ ان کے ہاتھ دعا کی شکل میں بلند تھے، مگر دل ابھی بھی ماتم کی دہلیز پر کھڑا تھا۔

مصطفیٰ پھر رضا کے پاس آیا، اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"کچھ دکھوں کا مداوا نہیں ہوتا۔ مگر وقت مرہم رکھتا ہے... اللہ تمہیں حوصلہ دے۔"

رضا خاموش رہے۔ بس آنکھوں کے کناروں سے کچھ بہا، اور دل اندر ہی اندر کچھ دفن کرتا چلا گیا۔

مصطفیٰ، شریں، حرمین اور حوریہ آہستہ آہستہ گیٹ کی جانب بڑھے۔ دونوں جڑواں بہنیں چپ تھیں، سر جھکائے، اور دل میں ایک سائے کی مانند کیف کا عکس لیے۔

دروازہ بند ہونے کی مدہم سی آواز آئی، اور پھر گھر کی فضا اور خاموش ہو گئی— جیسے رات، اب پورے سناٹے کے ساتھ اتر آئی ہو۔

رات مزید گہری ہو چکی تھی، مگر صحن کی دیواروں سے ٹکراتا کھابھی بیدار تھا۔

فری کا بدن تپ رہا تھا۔ آنکھیں بند تھیں، ہونٹ خشک، اور سانسوں میں تھکن سی گھلی تھی۔ تکیے پر پڑی اس کی گردن پسینے سے تر تھی، جیسے بخار کے اندر کوئی اندرونی جنگ چل رہی ہو۔

سمرین نے اس کی پیشانی پر گیلیا کپا رکھا۔

احمد شاہ جو ابھی مہمانوں کو رخصت کر کے لوٹے تھے، دوڑتے ہوئے اندر آئے۔ اُن کی نظر جیسے ہی سونے پر بے سود بیٹی پر پڑی، قدم لرز گئے۔

"فری؟"

فری کا بدن ہاتھ لگاتے ہی سلگتا محسوس ہوا۔

"یہ تو تپ رہی ہے... سمرین... اس کا جسم آگ ہو رہا ہے"

اگلے لمحے، بغیر کچھ سوچے، احمد شاہ نے فری کو ہانہوں میں اٹھالیا۔ وہ چپ چاپ، گرتی نبضوں کے ساتھ، اپنے باپ کی گود میں ایسے سٹی تھی جیسے بچپن میں تھک کر سو جایا کرتی تھی۔

سمرین پیچھے پیچھے دوڑتی ہوئی کمرے تک آئی۔ احمد شاہ نے آہستہ سے بیٹی کو بستر پر لٹایا، کبل اوڑھایا، اور بار بار اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے۔۔۔

سمرین اُس کے سر ہانے بیٹھ گئی، اور آہستہ آہستہ اس کی انگلیاں اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔

NOVEL-E-MEHAR

وہ ٹوٹ گئی تھی، کیف کو اس نے پیدا نہ کیا تھا لیکن ایک ماں سے بڑھ کر چاہتا پالا تھا، ایک بیٹا کھو کر اب اسکے سامنے اس کی بیٹی زندگی کی لکیر پر لرز رہی تھی۔ اُس نے فری کے ہاتھ جوئے، اور پھر بنا آواز کے رونے لگی۔

دونوں میاں بیوی اس لمحے صرف ماں باپ تھے... اور فری، بخار میں تپتی، بے ہوشی میں گم ایک دعا بن چکی تھی۔

کمرے میں ہلکی مدہم روشنی تھی۔ فری بستر پر بے ہوشی کے عالم میں لیٹی تھی، اُس کی سانسیں اب کچھ پر سکون لگ رہی تھیں۔ بخار کی شدت دواسے کچھ کم ہوئی تھی، مگر اندیشوں کی دھند اب بھی ہرزوایے پر چھائی ہوئی تھی۔

سمرین چپ چاپ بیٹھے اُس کی پیشانی سہلا رہی تھی، اور احمد شاہ دیوار سے ٹیک لگائے، صوفے پر جھکے بیٹھے تھے۔ وہ دونوں خاموش تھے... جیسے وقت نے بھی ان کے درد کا لحاظ رکھتے ہوئے کچھ لمحوں کے لیے اپنی رفتار روک دی ہو۔

آخر کار، سمرین کی آواز سنائی دی۔ دھیمی، تھکی ہوئی، اور ایسی مدہم جیسے کسی نے دل کے اندر سے نکالا ہو۔

"میں جانتی ہوں... کیف ہمارا بیٹا نہیں تھا۔"

ان کا دل جیسے دھوکنا بھول گیا۔

"... مگر میں نے اُسے... ایک ماں کی طرح پالا... اُس کی ہر خوشی، ہر تکلیف... میں نے اپنے دل پر لی"

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ آواز بھینگ چکی تھی۔

اس نے احمد کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں وہ سوال تھا جس کا جواب شاید کسی کتاب، کسی دلیل، کسی تفسیر میں نہیں تھا۔ "میں کیسے صبر کروں احمد؟"

"میرے ہاتھوں سے وہ بچہ بڑا ہوا ہے، جس نے میری انگلی پکڑ کر چپنا سیکھا، ملا کہہ کر گلے لگا یا تھا۔ وہ بچہ، جس کے ہاتھ میں چوٹ آتی تھی تو میری راتیں بے چین ہو جاتی تھیں۔"

کیسے ماں لوں کہ اب وہ نہیں ہے؟

احمد شاہ نے آہستہ سے اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھا۔ وہ خود بھی تو بکھرا ہوا تھا، مگر بیوی کے درد کے سامنے وہ دیوار بننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"سامرین... میں جانتا ہوں... ہم نے کیف کو خون نہیں دیا... مگر اُس نے ہمیں زندگی دی۔"

اُس کی آواز میں تھر تھراہٹ تھی۔

"اُس کی ہر دعا، ہر ہنسی، ہر عمل... ہماری تربیت کی روشنی تھی۔ تم نے اُسے ماں کی طرح پالا، میں نے اُسے بیٹے کی طرح چاہا۔"

ایک لمحے کے لیے دونوں کی نظریں ملیں۔

"کچھ لوگ رشتے بن کر نہیں، آزمائش بن کر آتے ہیں... اور وہ ہمیں رب سے جوڑ دیتے ہیں۔ کیف بھی ایسا ہی تھا... وہ ہمیں صبر، شکر، اور فانی زندگی کی حقیقت سکھا گیا۔"

"... مگر دل نہیں مانتا" سمیرن کا سر جھک گیا۔

"... صبر کے پیچھے ہی ملاقات کی خوشخبری ہے... ہم اُس سے دوبارہ ملیں گے۔ اس بار بغیر جدائی کے" احمد شاہ نے آہستہ سے کہا۔ "... ماں جانے گا"

کمرے کی خاموشی میں بس ایک ہلکی سی ہوا تھی جو پردوں کو بے وزن کرتی گزر رہی تھی۔ ضامن جھٹے قدموں سے اپنے کمرے کی جانب جا رہا تھا۔ جسم کا بوجھ نہیں، دل کا بوجھ تھا جس نے اس کے ہر قدم کو بھاری کر دیا تھا۔ دروازے کے قریب پہنچتے ہوئے اچانک اُس کی نظر لاؤنج کی کھڑکی پر پڑی، جہاں دو سائے دکھائی دیے۔

شاہ میر شاہ۔

رضا شاہ۔

وہ دونوں صوفے پر بیٹھے تھے۔ ایک دوسرے کے قریب، لیکن خاموش۔ جیسے لفظوں کی بھی تباہ نہ ہو کہ وہ کیف کی موت کو بیان کر سکیں۔ شاہ میر شاہ کی کمر پہلے سے زیادہ جھکی ہوئی لگ رہی تھی، اور رضا شاہ کا چہرہ... بالکل بے رنگ۔

ضامن کے قدم رک گئے۔ وہ کچھ دیر بس یونہی کھڑکی کے قریب کھڑا رہا، سانس روکے، دل تھامے... اور پھر آہستہ سے پلٹا۔ اپنے قدم لاؤنج کی طرف موڑے۔ وہ جانتا تھا، ان کی خاموشی، ان کی ٹوٹی حالت... سب کچھ وہی ہے جو کبھی اس نے کیف کی آنکھوں میں دیکھا تھا... اور اب، اس دکھ کو بانٹنا اس کی ذمہ داری تھی۔

لاؤنج میں داخل ہوا تو کسی نے نظر اٹھا کر اسے نہیں دیکھا۔ ضامن نے آہستگی سے دادا کے سامنے بیٹھ کر ان کے ہاتھوں کو تھاما۔

اس کی آواز مدہم تھی، لیکن اس میں ایک مضبوطی تھی... وہ مضبوطی جو آنسو پینے سے آتی ہے۔ "دادا جان"

شاہ میر شاہ نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے وہ لمحہ ان کے اندر کوئی زلزلہ لے آیا ہو۔

"... سب ختم ہو گیا، ضامن... سب کچھ"

شاہ میر شاہ کی آواز تھکی ہوئی، عمر رسیدہ، اور بکھری ہوئی تھی۔

"نہیں دادا جان... سب ختم نہیں ہوا۔ کیف بھائی کینے ہیں... لیکن جو ہمیں دے گیا ہے، وہ ختم نہیں ہو گا۔"

رضا شاہ نے سراٹھایا، اس کی آنکھوں میں حیرانی اور بے بسی ایک ساتھ تھی۔

"کیا دے گیا ہے وہ ضامن؟"

خود کو اپنی دعاؤں میں، اپنی نرمی میں، اپنی خاموش عبادت میں... وہ ہمیں صبر سکھائیے ہیں۔ وہ ہمیں سکھائے ہیں کہ اگر اولاد کسی کو دو تو اسے اسکے سگے ماں باپ کا بتاؤ چھپاؤ نہیں۔۔۔ وہ "نہیں ہے پائے یہ سچ۔۔۔"

ضامن کی آواز کانپ گئی، مگر وہ بولتا رہا۔

"ہم ان کا غم بانٹ کر زندہ رہیں گے۔ وہ ہم سب کے تھکر ہے گے، ہر اس لمحے میں جب ہم ایک دوسرے کا سہارا بنیں گے۔"

وہ دونوں بوڑھے مرد خاموش ہو گئے، مگر ضامن کی باتوں میں کہیں انہیں تھوڑی سی روشنی نظر آئی۔

شاید وہ روشنی جو ایک بیٹے کی آنکھوں میں ہوتی ہے، جب وہ اپنے بڑوں کا سہارا بننے کے لیے کمر بستہ ہو جائے۔

ضامن نے آہستہ سے ان دونوں کو سہارا دے کر ان کے کمروں کی طرف بڑھایا۔

ہر قدم پر اس کا دل بھاری ہو رہا تھا، مگر کندھے مضبوط تھے۔

وہ جو کبھی گلی کے نکلے پر دو سنتوں کے ساتھ تھپتھپے لگاتا تھا، آج ایک دن میں ایک ذمہ دار مرد بن گیا تھا۔

وہ ضامن نہیں رہا تھا... وہ اب کیف کے بعد، سب کا سہارا بننے والا بیٹا بن چکا تھا۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی، مگر وہ خاموشی اب پہلے جیسی نہ تھی۔ اس میں دعا کا ہالہ، صبر کی آج، اور درد کی روشنی تھی۔

خاموشی اب پورے گھر میں بست چکی تھی۔ مہمان جا چکے تھے، چراغ مدھم ہو چکے تھے، اور غم اب آواز سے زیادہ خاموشی میں سنائی دیتا تھا۔ ضامن دھیرے دھیرے قدم رکھتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ بدن پر دن بھر کی تھکن تھی، دل پر صدیوں کا بوجھ۔

دروازہ بند کر کے وہ چند لمحے یوں ہی کھڑا رہا۔ جیسے کمرے کی دیواریں اُس سے کیف کا حساب مانگ رہی ہوں۔

اُس نے تولیہ اور صاف لباس الماری سے نکالا اور غسل خانے میں داخل ہو گیا۔ پانی کا پہلا چھینٹا جب چہرے سے کھرا یا تو نہ جانے کتنے آنسو اس پانی میں مل گئے۔

... وہ غسل کر رہا تھا۔ وہی غسل جو جنازے سے واپسی پر لوگ خاموشی سے کرتے ہیں... لیکن اُس کے اندر شور تھا۔ کیف کی ہنسی، اُس کی باتیں، اُس کی وہ آخری جھلک جب وہ تابوت میں تھا

ہر بوند کے ساتھ وہ خود کو پاک کر رہا تھا۔

کیف کو بخشش کی دعاؤں کے لیے تیار کر رہا تھا۔

اپنے رب کے سامنے سجدے میں گرنے سے پہلے دل کو دھو رہا تھا۔

جب باہر آیا تو سفید شلوار قمیص میں ملبوس تھا۔



NOVEL E-MEHAR

کمرے کی روشنی کم کر دی۔ جائے نماز بچھائی، قرآن کی تلاوت کی، اور پھر دل سے اشہا کی نماز میں کھو گیا۔

رکوع میں، سجدے میں... ہر حرف، ہر تسبیح، اُس کے وجود سے بہ رہی تھی۔

پھر جب ہاتھ اٹھائے، تو آنکھیں بھیگ گئیں۔

... یارب"

... تو جانتا ہے کیف بھائی کی خاموشیوں کو

... تو جانتا ہے اُن کی تنہائیوں کو

تُو اُن کی مغفرت فرمادے۔

اُن کی قبر کو باغوں جیسا بنا دے۔

...اُن کے دل کے رازوں پر رحمت کی چادر ڈال دے، ربّی

"وہ بہت تھک گئے تھا... اب اُنہیں سکون دے۔"

اُس کے آنسو جاننا پر گر رہے تھے۔

آج وہ صرف کیف کے لیے نہیں رو رہا تھا،

وہ خود کے لیے، نورم کے لیے بھی رو رہا تھا۔

"یا اللہ!"

میرے اندر کے گناہوں کو معاف کر دے۔

...نورم کو صبر دے

اُس کے دل کی دیواریں نرم کر دے،

...اُسے مجھ سے نہیں، تقدیر سے گلہ ہے

"تو اپنی رضا کارنگ اُس کے دل پر ڈال دے۔"

سجدے میں دیر تک پڑا رہا۔

یہ وہ لمحہ تھا جہاں وہ ضامن نہیں،

— ایک گناہ گار بندہ تھا

...جو رب سے معافی مانگ رہا تھا

جو دعائیں مانگ رہا تھا اُس کے لیے جسے وہ جان سے بڑھ کر چاہتا تھا۔

کمرے میں مدہم سی روشنی جل رہی تھی۔ کھڑکی کے پردے آدھے کھلے تھے، باہر رات کا سا ناٹا ایک عجیب سا سکوت بکھیرے ہوئے تھا۔ کمرے کے اندر مکمل خاموشی تھی، سوائے اس ایک عورت کے جو بیڈ کے کنارے بیٹھی، ہر تھوڑی دیر بعد اپنی بیٹی کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اس کے وجود کی حرارت چیک کر رہی تھی۔

رابعد کی آنکھوں میں نیند نہیں تھی... پچھلے کئی گھنٹوں سے نہیں آئی تھی۔

نورم... اس کی آنکھوں کا نور... اُس وقت سے نیم بے ہوش پڑی تھی جب کیف کی میت کو گھر سے اٹھایا گیا۔ وہی لمحہ جیسے اس نے روح کو کھینچ کر لے لیا ہو۔

... جیسے ہی مردوں نے میت کو کندھا دیا، نورم کا وجود ایک لمحے کو اٹھا، چیخ نکلی... اور پھر وہ زمین پر گر گئی۔ اُس کے ہاتھ سرد پڑ گئے تھے، ہونٹوں پر کچکا ہٹ، آنکھوں میں خوف

ڈاکٹر فاریہ نے فوراً چیک کیا تھا۔ اُس نے رابعہ کو بتایا

"یہ بینک ایک ہے۔ دماغ کی رگیں پھول جاتی ہیں، سانس تیز ہو جاتی ہے، آنکھیں ساکت ہو جاتی ہیں... اگر ابھی ہم نے دواندہ دی، تو یہ سلسلہ جان لیوا بھی ہو سکتا ہے۔

اسکی حالت کو دیکھتے ڈاکٹر فاریہ نے اسے نید کا انجیکشن لگایا۔

"وہ سو رہی ہے ابھی... یہ نیند نہیں ہے، یہ ایک وقتی پناہ ہے اُس کے ذہنی طوفان سے۔"

ڈاکٹر فاریہ نے آہستہ سے کہا تھا۔

اب، کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ لیکن رابعہ کی آنکھیں مسلسل اپنی بیٹی پر جمی ہوئی تھیں۔

نورم کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ آنکھوں کے نیچے ہلکے پڑ چکے تھے۔ ہاتھ بے جان تھے اور ہونٹوں پر اب بھی وہی کچکا ہٹ باقی تھی۔

اچانک، اُس کی پلکوں میں ہلکی سی حرکت ہوئی۔

رابعہ چونک کر آگے ہوئی۔

نورم نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں... آنکھوں میں خالی پن تھا، جیسے کوئی صدیوں کی مسافت سے لوٹا ہو۔

اُس نے بمشکل اب ہلائے۔ "ماما"

"...جی، بیٹا... میں ہوں یہاں... میں ہوں نورم، تمہارے پاس میری جان"

نورم کی آنکھوں میں ایک آنسو چوکا... اور پھر ایک دم یادوں کا طوفان لوٹ آیا۔

"کیف...؟"

اُس نے رابعہ کا ہاتھ جھٹک کر اٹھنا چاہا، لیکن جسم کمزور تھا۔

"...مجھے اُن کے پاس جانا ہے"

اُس کی آواز ٹوٹ گئی، آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"بس... بس میری بیٹی... وہ... وہ جا چکا ہے نورم... وہ ہم سب کو چھوڑ کر چلا گیا"

"نہیں... وہ..."

نورم چیختی، اور پھر جسم کانپنے لگا۔

ہوٹوں پر تھر تھراہٹ، سانس تیز، آنکھیں پھیل گئیں جیسے خوف کا سایہ پھیل گیا ہو۔

نورم پھر سے بے ہوش ہو چکی تھی۔"

رابعہ نے اس بار نورم کو گود میں سمیٹ لیا... جیسے وہ بچپن کی طرح نیند نہ آنے پر ماں کی آغوش میں پناہ لیتی تھی۔

"... میرے اللہ... میری بیٹی کو صبر دے... مجھے اس کی سانسوں سلامت چاہئیں، چاہے میری سانس لے لے"

رابعہ کی سسکیاں اُس کی دعاؤں میں گم ہو گئیں۔



ضامن نے دعا مکمل کی، جائے نماز کو تہہ کیا اور آنکھیں موند کر لمبا سانس لیا۔

آج کی رات... بس ایک رات نہیں تھی، ایک طوفان تھی۔

وہ رات جو انسان کی عمر میں صرف ایک بار آتی ہے— جو رگ و پے کو جلا کر رکھ دیتی ہے، اور پھر خاموشی کا راکھ چھوڑ جاتی ہے۔

وہ اٹھا، آہستہ آہستہ کمرے سے نکلا۔ راہداری نیم تاریک تھی۔ ہوا میں عجیب سا بوجھ، اور دیواروں پر کیف کے قہقہوں کی پرچھائیاں جیسے تھم گئی تھیں۔

: سانس سے ایک ملازمہ گزر رہی تھی، ضامن نے نرمی سے آواز دی

سلمہ---

نورم کے کمرے میں کھانا لے آنا... کچھ دیر میں۔۔۔"

ملازمہ نے اثبات میں سر ہلایا، اور وہ خود قدموں کی چاپ کے ساتھ اُس دروازے کی طرف بڑھا جس کے پیچھے اس کی دنیا تھی— بکھری ہوئی، خاموش، اور زخموں سے چور۔

دروازے پر ہلکی سی دستک دی، پھر بغیر آواز کے آہستہ سے دروازہ کھولا۔

کمرہ نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ بیڈ پر نورم لیٹی تھی، اُس کا زرد چہرہ نیلے پریوں رکھا تھا جیسے کوئی گلاب شدید بارش کے بعد جھک گیا ہو۔

رابعہ، اُس کے سرہانے بیٹھی تھی۔ انگلیاں بیٹی کے ماتھے پر دھیرے دھیرے چل رہی تھیں... جیسے ماں دعائیں پھونک رہی ہو۔

ضامن نے دبے قدم اندر آکر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے آہستہ سے پوچھا

"چیچی... کیسی ہے نورم؟"

رابعہ کی آنکھوں سے اشک گرنے لگے۔ وہ جیسے اپنے اندر کچھ دبائی آئی تھیں، مگر اب نہ روک پائیں۔

"کہہ کے روتی ہے، چیختی ہے... پھر بے ہوش ہو جاتی ہے۔ میں کیسے دیکھوں اپنی بچی کو اس حال میں؟!... کیف... کیف! بار بار ہوش میں آتی ہے ضامن... اور ہر بار"

ضامن نے لب بھینچ لیے، آنکھیں بند کر لیں جیسے دل کو روکنا چاہتا ہو کہ اب اور نہ ٹوٹے۔

پھر اُس نے آگے بڑھ کر رابعہ کا ہاتھ تھاما

"چیچی... میں ہوں ناں... میں ہوں یہاں۔ نورم کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ آپ بس چچا کو سنبھالیں... اُن کی حالت بھی بہت خراب ہے۔"



— رابعہ کے دل میں رضا شاہ کا چہرہ گھوم گیا

وہ آہستہ سے بولیں:

"...ہاں... تم ہی ہو اب ضامن... تم ہی ہو جس پر ہمیں بھروسہ ہے... تمہیں ہی نورم کو تھامنا ہے"

ضامن نے کچھ نہ کہا۔

NOVEL-E-MEHAR

بس آنکھوں سے یقین دلا یا۔ ایسا یقین جس میں نہ قسمیں تھیں، نہ وعدے... صرف ایک خاموش عہد تھا۔

رابعہ نے نورم کو آہستہ سے تکیے پر سیدھا کیا، اُس کی پیشانی پر لب رکھے، اور دھیرے سے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

دروازہ بند ہوا، اور کمرہ خاموش ہو گیا۔

اب وہاں صرف دو وجود تھے

... ایک ٹوٹا ہوا بدن

اور ایک خاموش محافظ۔

ضامن نے نورم کی طرف دیکھا... جیسے ساری دنیا کا سکون اُس کی بند آنکھوں کے پیچھے چھپا ہو۔

"... میں ہوں نا، نورم"

اس نے آہستہ سے سرگوشی کی۔

"اب تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا... تم میرے پاس ہو... اور ہمیشہ رہو گی۔"

کمرے میں مدہم سی روشنی تھی... ایک کونے میں لیپ جمل رہا تھا، جس کی زرد روشنی نورم کے چہرے پر خواب سا گس بنائے ہوئے تھی۔

ضامن، بیڈ پر نورم کے قریب بیٹھا اُسے دیکھ رہا تھا۔

بس... دیکھ رہا تھا— جیسے یہ دیکھنا ہی اس کی عبادت ہو۔

نورم کی پلکیں سکون سے جھکی ہوئی تھیں، مگر اُن کی لرزش بتا رہی تھی کہ نیند سطحی ہے... شاید بے چین سی... جیسے کسی انجانے درد نے اسے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہو۔

ضامن نے آہستہ سے آگے جھک کر اس کی پیشانی کو دیکھا۔

... کتنا نازک چہرہ تھا

... کتنا تھکا ہوا، کتنا بے بس

اور پھر بھی... کتنا خوبصورت۔



وہ دھیرے سے سر جھکاتا چلا گیا... سانسوں کی حدت نورم کے چہرے کو چھونے لگی۔
NOVEL-E-MEHAR

کچھ بل یونہی سانسیں ٹھہری رہیں۔

... پھر اس نے آنکھیں بند کیں... اور بہت دھیرے، بہت احتیاط سے

نورم کی پیشانی پر لب رکھ دیے۔

ایک بوسہ... جو لفظوں سے خالی تھا، مگر دل کی گہرائیوں سے بھگا ہوا۔

: ایک بوسہ... جو چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا

"تم میری ہو... ہمیشہ سے... اور ہمیشہ رہو گی۔"

نورم نے نیند میں کروٹ لی۔

ضامن کی سانسیں رک گئیں... وہ ساکت ہو گیا، جیسے وقت تھم گیا ہو۔

وہیں بیٹھے بیٹھے، اس نے آہستہ سے نورم کا ہاتھ تھاما۔

— جیسے قسم کھا رہا ہو

... کہ اب کبھی نہیں چھوڑے گا

... کبھی نہیں ٹوٹے گا

کبھی نورم کو تنہا نہیں دیکھے گا۔

کمرے کی خاموشی ابھی تک گونج رہی تھی، جیسے وقت تھم سا گیا ہو۔ باہر رات کے سائے گہرے ہو چکے تھے، اور آسمان پر سیاہی کی چادر پھیل گئی تھی— وہی سیاہی جواب دلوں پر بھی اتر آئی تھی۔ ضامن اب بھی نورم کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا، جیسے اسے نیند کی گہرائیوں سے واپس لانا چاہتا ہو۔

اچانک— ایک ہلکی سی جنبش ہوئی۔

نورم کی پلکوں میں لرزش ہوئی، سانس ذرا تیز ہوا، اور پھر وہ جیسے جھٹکے سے ہوش میں آگئی۔ اس کی آنکھیں پوری طرح کھلیں... اور جو سب سے پہلی شے اس کی نظروں میں اتری— وہ ضامن کا چہرہ تھا... اس کے بالکل قریب، بہت قریب۔

نورم جیسے جھٹکے سے پیچھے ہٹی، ایک دم کمرے کی خاموشی کو توڑتی ہوئی۔ ضامن چونکا، اور اس کی طرف بڑھا،

"—نورم"

اس کی زبان پر کوئی لفظ نہ آیا، مگر اس کی آنکھوں میں چیخ تھی۔ وہ ضامن سے دور ہونا چاہتی تھی، جیسے اس کا لمس، اس کی قربت اسے جلادے گی۔

وہ تیزی سے بستری سے نیچے اتری، کمزور قدموں سے دروازے کی طرف بڑھی، جیسے وہاں سے نکل جانا ہی اس کی نجات ہو۔ مگر ضامن فوراً اٹھا، اور اس سے پہلے کہ وہ دروازے تک پہنچتی، راستہ روک لیا۔

"!نورم! سنو تو سہی"

ضامن کی آواز میں بے بسی تھی، آنکھوں میں دکھ... وہ اس کی حالت دیکھ کر ٹوٹ رہا تھا۔

نورم نے کچھ نہیں کہا، مگر وہ بار بار اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی، جیسے اس کے لمس سے نفرت ہو۔

"!چھوڑو مجھے"

آنکھیں نم تھیں، چہرہ سرخ... دل بکھرا ہوا۔

"! نہیں چھوڑوں گا"

اچانک ضامن کی آواز میں وہ سختی آگئی جو صرف وہی مرد دکھا سکتا ہے، جو عورت کے درد سے خود گھائل ہو۔

"! تمہاری یہ حالت... یہ بے بسی... میں نہیں دیکھ سکتا نورم۔ سب پہلے ہی پریشان ہیں، اور تم... خود کو ختم کر رہی ہو"

وہ ایک لمحے کو رک گئی، تھم سی گئی۔

اور اسی لمحے — ضامن نے موقع گنوا لیا نہیں۔

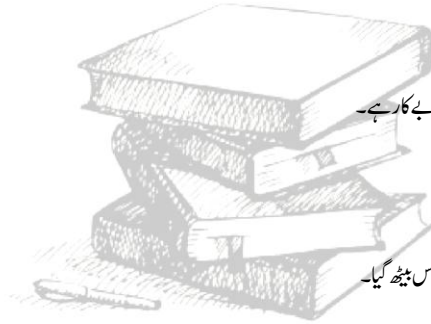
اس نے تیزی سے جھک کر نورم کو بانہوں میں بھر لیا۔ نورم نے مزاحمت کی، چیخنے کی کوشش کی، مگر اس کے کمزور بازو ضامن کے مضبوط سینے کے سامنے بے بس تھے۔

"ضامن! چھوڑو مجھے! کیا کر رہے ہو؟"

نورم کی آواز رندھ گئی تھی، جیسے وہ خود بھی جانتی ہو کہ یہ فریاد اب بے کار ہے۔

"! بس... بہت ہو گیا نورم"

ضامن نے اسے نرمی مگر مضبوطی سے بستر پر لٹایا، اور خود اس کے پاس بیٹھ گیا۔



"تمہیں اندازہ ہے... تمہارے یوں ٹوٹنے سے باقی سب کیسے بکھر رہے ہیں؟ چچی... اور میں...؟"

اس کی آواز ایک دم مدہم ہو گئی۔

"میں بھی مر رہا ہوں نورم... تمہیں یوں دیکھ کر۔"

ضامن نے آہستگی سے اس کا چہرہ قلم لیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔ پر خدا کے لیے، اس وقت سب تمہیں سنبھالنا چاہتے ہیں... اور تم... تم خود کو توڑ رہی ہو۔"

کمرے میں نیم تار کی چھائی ہوئی تھی۔ کھڑکی سے آتی چاندنی نورم کے چہرے پر سفید چادر کی طرح پھیل رہی تھی۔ بستر پر ضامن کی گرفت میں بیٹھی وہ پتھر کی مورت بنی تھی، آنکھوں میں نمی، دل میں طوفان۔ ضامن اس کے قریب بیٹھا، جیسے ہر لمحہ اس کے سکوت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

کچھ پل گزرے، اور پھر... نورم نے خاموشی توڑی۔

آواز دھیری تھی، مگر ایک زہر سا چچھا ہوا تھا الفاظ میں۔

"... تم جانتے ہو ضامن"

وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی،

"... تم ہو... تم ہی ہو، کیف کی موت کی وجہ"

ضامن جیسے ساکت ہو گیا۔

نورم کا چہرہ اب ضامن کی طرف تھا— آنکھوں میں آگ، نفرت، اور... دل کی ٹوٹی کرچیاں۔

"ہم ایک دوسرے کو چاہتے تھے... میں اور کیف۔ ہماری خاموشی، ہماری قربت، ہمارے درمیان کچھ ایسا تھا جو تم کبھی سمجھ نہیں سکتے۔"

ضامن کی آنکھوں میں شدید چہین اتری... جیسے کوئی الفاظ دل میں خنجر کی طرح پیوست کر دے۔ مگر وہ خاموش رہا۔

"... تم ہمارے درمیان آگے۔ تم نے ہم سے سب چھین لیا... کیف کو، مجھے... ہمیں "نورم کے لب کپکپائے، " اور تم"

اگلے لمحے ضامن کا ضبط جیسے ٹوٹ گیا۔

وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھا اور نورم کو اس کے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اپنے قریب کھینچ لیا، اتنا قریب کہ اس کی سانسیں نورم کی گردن کو چھونے لگیں۔

NOVEL-E-MEHAR

"اب کیف، کیف مت کرو نورم"

اس کی آواز بھراگی تھی، مگر جذبے میں تھر تھراہٹ تھی۔

"وہ مر گئے... اور تم میری بیوی ہو! میری"

نورم کی آنکھوں میں ایک جھٹکا سا آیا۔ ضامن کی گرفت میں جکڑی، وہ بے بسی سے ملنے کی کوشش کرنے لگی۔

"! چھوڑو مجھے! میں تم سے نفرت کرتی ہوں... مجھے گھن آتی ہے تم سے"

ضامن کا لہجہ اب زہر سے لبریز تھا، مگر آنکھوں میں ایک پاگل پن اترنے لگا تھا۔ "نفرت؟"

"تو کرو نفرت... لیکن یہ مت بھولو، تم پر میرا حق ہے نورم۔ تم میرے نام کی ہو... میرے لمس کی۔"

اس نے آہستہ سے نورم کے رخسار کو چھوا، اس کی سانسیں نورم کے گال سے ٹکرائیں، اور پھر اس کا چہرہ آہستہ آہستہ نورم کے چہرے کے قریب آیا۔

"تم چاہو یا نہ چاہو، اب تم میری بیوی ہو، میری محبت کی قیدی... اور میں، تمہارا مالک۔"

... نورم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

! تم کچھ نہیں سمجھ سکتے ضامن... کچھ نہیں"

ضامن نے اس کے لبوں کے قریب آکر آہستہ سے سرگوشی کی،

"میں بہت اچھے سے سمجھ گیا ہوں... کہ تمہیں پانے کے لیے مجھے تمہاری نفرت بھی سہنی ہوگی، اور تمہاری چیخیں بھی۔"

پھر جیسے وہ پلک جھپکتے میں اس کے لبوں پر جھک گیا۔ وہ ایک ایسا بوسہ تھا جو زخم دیتا تھا... جس میں ضد تھی، دکھ تھا، اور محبت کے نام پر کی جانے والی بے رحمی۔

نورم نے خود کو پیچھے ہٹانا چاہا، مگر ضامن کی گرفت فولاد کی تھی۔ وہ رو رہی تھی... کانپ رہی تھی... اور بے بس تھی۔

"... چھوڑو مجھے... ضامن... پلیز"

اس کی سسکیاں، ضامن کے دل پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھیں، مگر وہ اب خود بھی خود پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا۔

"... بس نورم... تم روکنے کا حق کھو چکی ہو... کیونکہ آج سے تم صرف میری ہو"

نورم کی آنکھوں میں کیف کا چہرہ ابھرا... وہ آخری پل، وہ مسکراہٹ، وہ خاموش وداخ... اور ضامن کی شدت بھری قربت سے نکل کر وہ یاد جیسے اس کی روح کو جلا گئی۔

NOVEL-E-MEHAR

"!... مجھے نفرت ہے تم"

اس نے آخری بار چلانے کی کوشش کی، مگر ضامن کے لمس نے اس کی آواز کو ڈبو دیا تھا۔

وہ ایک بے جان سی گڑیا کی طرح ضامن کی گرفت میں پڑی رہی، اور ضامن — ایک عاشق کی مانند اس کا دشمن جان بنا بیٹھا تھا۔

کمرے کی گہری خاموشی میں بس سسکیوں کی بازگشت باقی تھی۔ ضامن کی قربت، اس کی آواز، اس کی گرفت... سب کچھ نورم کے لیے کسی قید خانے کی طرح بن چکا تھا۔

وہ پیچھے ہٹنے لگی، جیسے اس کی قربت اسے جلا دے گی۔

"! دور رہو مجھ سے"

وہ جیسے ٹوٹے وجود سے چیخیں۔

مجھے کیف سے محبت تھی... تم نے بیچ میں آکر سب برباد کر دیا،"

"! اگر تم نہ ہوتے تو آج میں کیف کی بیوی ہوتی

... ضامن کی رگیں تن گئیں

آنکھوں میں وہ پراانا ضامن تھا... مگر سانسوں میں صرف شوہری غیرت۔

ایک جھٹکے سے وہ نورم کے بالکل قریب آیا،

اُس کے دونوں بازوؤں کو نرمی مگر طاقت سے تھما،

ایسے جیسے وہ ٹوٹ نہ جائے... مگر بھاگ بھی نہ سکے۔

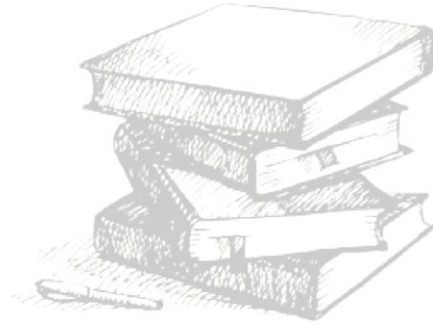
"! امت لو اُس کا نام اپنی زبان پر نورم"

اس کا لہجہ سرگوشی میں لپٹی آگ تھا۔

... وہ مر گیا! اور تم... تم میری ہو"

سن رہی ہو؟

"! میری بیوی ہو تم! ضامن احمد شاہ کی بیوی



NOVEL-E-MEHAR

— نورم آنکھیں پھاڑ کر اُسے دیکھتی رہ گئی

ضامن کا چہرہ اُس کے بالکل قریب تھا،

وہ اس کے سانسوں میں لپٹا،

اُس کے چہرے کے طواف میں جیسے اپنی چاہت کے سجدے کر رہا ہو۔

تم ضامن شاہ کے دل میں رہتی ہو،"

تم اُس کے لہجے، اُس کی راتوں، اُس کی نیندوں میں بسی ہو۔

"! تم صرف میری ہو نورم

... وہ چھٹکا

نورم کی آنکھوں کے قریب،

پھر پیشانی پر لب رکھے... جیسے اپنی مہرِ شہت کر رہا ہو۔

...تم ہر لمحے میری بیوی ہو"

یہ نام تمہاری رگوں میں دوڑتا ہے،

تمہارے دل و دماغ پر بس ضامن شاہ کا نام ہونا چاہیے۔

"یہ حقیقت تمہارے ہر سانس کے ساتھ جڑی ہے۔

نورم نے خود کو چھڑوانا چاہا،

: لیکن ضامن نے نرمی سے اُس کا چہرہ تھام کر کہا

...اب بھاگنے کی اجازت نہیں ہے نورم"

...تم میرے نام کی ہو چکی ہو

"اور یہ نام تمہارے دل پر بھی لکھا جائے گا، چاہے تم مانویا نہ مانو۔



NOVEL-E-MEHAR

نورم کا چہرہ آنسوؤں میں بیگا ہوا تھا،

... لیکن ضامن کی انگلیاں اب بھی اُس کے رخسار پر نکی تھیں

محبت میں لپٹی، جنون میں ڈوبی۔

...خاموشی چھا گئی

صرف دل کی دھڑکنیں تھیں،

: اور ضامن کی نگاہیں، جو چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں

"نورم شاہ صرف ضامن شاہ کی ملکیت ہے۔"

تم جو جانتی ہو، وہ مکمل سچ نہیں ہے۔

"اور جو نہیں جانتیں... وہ تمہیں توڑ دے گا۔"

نورم کی پلکیں پھڑکیں۔

کیا چھپا رہے ہو مجھ سے؟"

کیوں اپنی بے وفائی کی تاویل میں گھڑ رہے ہو؟

"کیوں میری محبت کو روند کر، اب رحم کے الفاظ لارہے ہو؟ کیوں میرے سائباں بن رہے ہو

ضامن کی مٹھیاں سخت ہو گئیں،

لیکن اُس نے نورم کی طرف سے آنکھیں نہ ہٹائیں۔

"... میری محبت کو روندنے والی تم تھیں نورم"

وہ آہستہ سے بولا،

لیکن اس کی آواز میں وہ شدت تھی جو روح میں اتر جائے۔

... میری آنکھوں میں دیکھو، اور بتاؤ"



NOVEL-E-MEHAR

کیا تمہارے قدم آج بھی اُس کی طرف بھاگتے ہیں؟

کیا تمہیں میرے لمس میں جرم محسوس ہوتا ہے؟

میں گناہگار ہوں، یا تم... جو میری بیوی ہو کر بھی،

"کسی اور کے خیال میں جاگتی ہو؟"

نورم کی سانس اٹک گئی،

اس نے ضامن سے خود کو پیچھے کھینچنا چاہا،

لیکن ضامن نے نرمی سے اس کے کندھے تھامے اور اس کے اتنے قریب آگیا

کہ اب صرف سانسوں کا فاصلہ باقی تھا۔

"... تم مجھ سے بدگمان ہو نورم"

ضامن کی آوازاں ہلکی ہو گئی تھی،

زخموں میں جھگی ہوئی۔

مگر تم نہیں جانتیں کہ میں کس روز سے خود کو کاٹ رہا ہوں،

... کس درد کے ساتھ تمہیں سنبھال رہا ہوں

"کس خوف سے بچا رہا ہوں تمہیں۔"

نورم کی آنکھوں میں سوال تیرنے لگے،

لیکن ضامن نے اُسے نہ بولنے دیا۔

... ایک دن میں سب بتاؤں گا"

لیکن ابھی نہیں۔

... ابھی تم صرف میری بیوی ہو

... میری امانت



NOVEL-E-MEHAR

اور میں نہیں چاہتا کہ تم کسی ایسے سچ سے ٹوٹو

"جس کا بوجھ تمہارے نازک دل کی برداشت سے باہر ہو۔"

وہ زک گیا، سانس بھری، اور اُس کے بالوں میں انگلیاں پھیر کر

پیشانی سے اپنی پیشانی جوڑ دی۔

... میری بیوی ہو نورم"

میری دنیا ہو۔

... تمہیں خود سے دور نہیں ہونے دوں گا

اور نہ ہی اُس حقیقت کو تم تک آنے دوں گا

"جو تمہارے خواب بھی جاڈالے۔"

نورم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے،

لیکن ضامن نے اُن آنسوؤں کو چوما نہیں،

— بلکہ صرف اُنہیں اپنی پلکوں سے چھوا

جیسے وہ ضبط کی آخری حد پر کھڑا تھا،

محبت کی آخری سانس پر۔

...رونا چاہتی ہو؟ رولو"

...چیننا چاہتی ہو؟ چیچو

...مجھ سے نفرت کرنا چاہتی ہو؟ کرلو

...لیکن تم میرے قریب رہو گی

کیونکہ یہ قربت میری عبادت ہے،

"اور تم... میری آخری دعا ہو۔"

نورم کی آنکھوں میں وحشت تھی۔

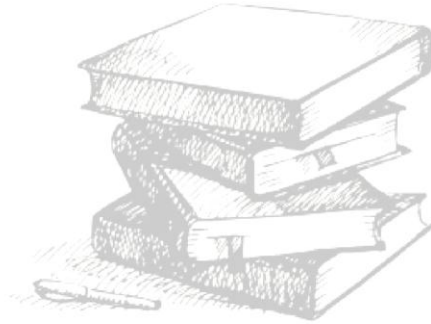
وہ ضامن کے سینے سے خود کو چھڑوانے کی کوشش میں تھی،

مگر اس کی کلائیوں پر ضامن کی گرفت مضبوط ہوتی گئی۔

"!چھوڑو مجھے"

وہ ہلپتی ہوئی آواز میں بولی،

"!تم میرے کچھ نہیں لگتے! کچھ نہیں... سن رہے ہو؟ کچھ نہیں"



NOVEL-E-MEHAR

ضامن کی سانسیں تیز ہو گئیں،

— مگر وہ ہنوز پر سکون تھا

ایسا سکون جو طوفان سے پہلے کا ہوتا ہے۔

"... یہ بات تم نے بہت دیر سے کہی نورم"

اس کا لہجہ سرد تھا،

جب تم میرے نام کی مہریں اپنے وجود پر لے چکی ہو۔"

... جب میری نیندیں، میری عبادتیں، میری سانسیں

"صرف تمہاری ہو چکی ہیں۔

نورم نے ایک جھٹکے سے خود کو پیچھے کھینچنا چاہا،

لیکن کمزوری سے اس کے گٹھنے لرز گئے۔

... ضامن نے لمحے بھر کو اسے تمام لیا

— نرمی سے نہیں

حق سے۔

تم میری بیوی ہو نورم،"

اور یہ حق صرف مجھے ہے کہ تمہیں تماموں،

"تمہیں سنبھالوں... یا تم سے لڑوں۔

لیکن جب تک تم نہیں چاہوں گی میں تمہارے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کروں گا۔

"! جھوٹ"

نورم کی آنکھیں نم تھیں،



NOVEL-E-MEHAR

تم نے مجھے چھینا ہے... میں کسی اور کی تھی۔"

تم میرے خواب، میرے دل،... سب چھین کر

"مجھے اپنے قید خانے میں لے آئے ہو۔"

ضامن کی مٹھیاں بند ہو گئیں۔

وہ جھک کر اس کے چہرے کے قریب آیا،

اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر،

: پٹھرے ہوئے جنون سے بولا

"خدا کی قسم، نورم"

... تمہارے لبوں پر وہ نام سن کر

میرا دل پیر جاتا تھا۔

"لیکن میں نے خود کو روکا... صرف اس لیے کہ تمہیں تکلیف نہ ہو۔"



بچپن سے تمہارے عشق میں گرفتار رہا۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

مگر آج... آج تم میری ضبط کی حدوں سے آگے جا رہی ہو۔"

"... تم میرے صبر کو آزمائش میں ڈال رہی ہو"

نورم ساکت تھی،

جسم پر کچی سی طاری تھی،

وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ یہ مرد... جو اس کے اتنا قریب ہے،

اس کی گرفت سے بھاگنا ممکن نہیں۔

"... تم میرے دل کی آخری دھڑکن ہو، نورم"

ضامن کی آواز زخمی تھی،

... لیکن اگر تم بار بار میری ذات کو کسی اور کے سائے سے آلودہ کر دو گی "

تو میں خود تمہارے گردا لہی دیوار بن جاؤں گا

" جسے تم صرف دیکھ سکو گی، چھو نہیں پاؤ گی۔

نورم کی پکلوں پر آنسو کا نپے،

مگردل میں ... اب بھی بدگمانی تھی۔

محبت کا نرم کونہ ابھی کھلا نہیں تھا۔

صرف ایک الجھن تھی ... ایک بے یقینی۔

... وہ جانتی تھی کہ ضامن اُسے اپنی بیوی کہتا ہے

مگر اس کا دل کسی اور کی محبت میں پھنسا تھا۔



... اور ضامن

NOVEL-E-MEHAR

ضامن وہ مرد تھا جو اپنے دل کی چچینیں اندر نگل کر محبت کی شدت باہر دکھاتا تھا ایسا عاشق، جو ہارنے سے پہلے ہر حد پار کرنے کو تیار ہوتا ہے۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

ضامن نے لمحے بھر کو آنکھیں بند کیں، جیسے خود کو سنبھال رہا ہو،

پھر آہستگی سے نورم سے الگ ہوا۔

وہ جواب تک ضامن کی گرفت میں، بے بس اور بے آواز سی ساکت تھی، اس کی نظروں نے یکدم روشنی کی لکیریں پائیں۔

ضامن نے تیز قدموں سے دروازہ کھولا۔

سامنے کھڑی ملازمہ، نگاہیں جھکائے، ہاتھ میں ٹرے تھامے کھڑی تھی۔

"رکھ دو۔"

ضامن نے مختصر سا کہا،

مگر اس کے لہجے کی سردی... اس کے اندر کے طوفان کا پتہ دے رہی تھی۔

ملازمہ چلی گئی۔

ضامن نے دروازہ بند کیا اور پلٹا مگر منظر وہ نہ تھا جو وہ چھوڑ کر گیا تھا۔

... نورم

بیڈ کے ایک کونے میں، خود میں سمٹی، کمر بیڈ کراؤن سے لگی، گھٹنوں کو سینے سے لگائے، چہرے پر کبیل کا سایہ، اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ گڑبھی تھی۔

... ایسے جیسے ضامن کا لمس

اس کی روح پر جلتا ہوا داغ بن گیا ہو، اور وہ ہر قیمت پر اسے مٹانا چاہتی ہو۔

نورم اب بھی کبیل میں چھپی، سسکتی جا رہی تھی۔

... چہرہ کتنا بھی چھپالے، دھڑکن کی صدائیں تو واضح تھیں

ضامن نے اسے دیکھا طویل... ٹوٹے... خالی نظروں سے۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ نورم اس سے خوفزدہ ہو۔ نہیں... ہر گز نہیں۔

... اس نے دھیرے سے قدم بڑھائے، بیڈ کے دوسرے کنارے بیٹھا، اور جیسے کسی ضدی بچے کو منایا جاتا ہے

ویسے ہی نرمی سے، اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے۔

"ایسے روگنی تو... کیف بھائی کو تکلیف ہوگی، نورم۔"

آواز میں کوئی خشکی نہ تھی، بس بے انتہا تھکن اور دلگیر نرمی۔

نورم ساکت ہوئی، مگر آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔

ضامن کا ہاتھ سر پر آکر ٹھہرا، اس نے آہستگی سے نورم کے بالوں کو سہلایا، جیسے کسی ماں کے لمس میں وہ ہونٹوں سے دعائیں کر رہے ہوں۔

"...یون نہ کرو نورم"

"تمہیں خود کو سنبھالنا ہو گا... کیف بھائی دیکھ رہے ہوں گے، وہ خوش نہیں ہوں گے تمہیں یوں ٹوٹا دیکھ کر۔" اس کی آواز جیسے بکھرتی جا رہی تھی،

نورم کی سسکیاں اب تیز ہو گئیں۔

...اچانک وہ ضامن کے کندھے سے لگ گئی، اور نیچے کی طرح، زور زور سے رونے لگی، ہچکیوں میں ڈھلتا رونا

جیسے برسوں کا غم ایک بیل میں بہنے لگا ہو۔

ضامن نے اُسے مضبوطی سے تھام لیا، مگر انداز سخت نہیں، بلکہ بالکل ویسے، جیسے کوئی پھول کی نئی سی کو پھل ہو۔

کیف بھائی کے لیے دعا کرو، تسلیج، قرآن پڑھو، اسکی انکو بہت ضرورت ہے ابھی۔

وہ سر جھکائے، اس کی پشت تھپتھپا رہا تھا۔

"تم نے... کیف بھائی کو ہاتھ لگایا تھا؟... غسل لیا؟" کچھ دیر بعد جب وہ تھوڑی سنبھلی، تو ضامن نے نرم لہجے میں پوچھا،

...نورم نے نفی میں سر ہلایا، ضامن کی آنکھوں میں وہی چمک آئی

دھندلی، غم، اور دکھ بھری۔

ضامن نے اس کے آنسو صاف کیے۔

"... چلو... جاؤ... نہالو... شہابش"

اس نے اسے نرمی سے کندھے سے پکڑ کر اٹھایا۔

...نورم، جیسے کسی خواب میں چل رہی ہو، آنکھیں بار بار نم ہو جاتیں

مگر اب وہ کچھ حد تک سنبھلی ہوئی تھی۔

اسے کسی کے کندھے پر سر رکھ کر رونا تھا، اب وہ کافی حد تک پرسکون تھی۔

...ضامن دروازے کی طرف دیکھتا رہا

اور دل میں بار بار کیف کا چہرہ ابھرتا رہا۔



NOVEL-E-MEHAR

... نورم نہا کر فارغ ہو کر جب کمرے میں داخل ہوئی، تو براؤن رنگ کا سادہ سا سوٹ پہنے، بھنگی بھنگی پلکوں کے ساتھ، نکلے سر... قدم دھیرے دھیرے رکھتی

ضامن جو ابھی تک وہیں بیٹھا تھا، نظر اٹھا کر بس اُسے دیکھتا رہ گیا۔

... وہ منظر، جیسے وقت تھم گیا ہو

کچھ لمے تو وہ پلکیں بھی نہ چپک سکا۔

... نورم کا چہرہ زرد تھا، مگر اُس پر ایک غمناک نور تھا، جیسے صبر نے اسے جگمگانا سکھا دیا ہو

جیسے وہ دردمیں بھی مقدس ہو گئی ہو۔

"آ... آ جاؤ... یہاں بیٹھو،"

ضامن نے نرمی سے کہا، اور پاس رکھا کھانا آگے کیا۔

نورم کی آواز مدہم تھی، جیسے اپنی ہی سانسوں سے الجھتی ہوئی۔ "مجھے بھوک نہیں ہے،"

یہ کڑوی کا کھانا ہے... صبر دتا ہے اس سے۔ نورم نے اُسے دیکھا... پر نظر فوراً پھرا۔ "مگر ضامن نے اُس کی طرف پلیٹ بڑھاتے ہوئے کہا،

ضامن نے ایک نگاہ بریانی سے بھری پلیٹ پر ڈالی، کل بھی اسی طرح وہ اسے اپنے نکاح کی بریانی کھیلا رہا تھا اور آج...۔۔۔ کیف کی میت کی،

ضامن نے خون کا گھونٹ پیا، اور نرمی سے نوالہ اٹھایا، اور اُسے پیش کیا۔

NOVEL-E-MEHAR

"بس... ایک نوالہ... بھائی کے لیے۔"

... اس کی آواز میں نہ کوئی ضد تھی نہ زبردستی

صرف ایک ایسی محبت جو اپنی ضدوں سے ہار گئی ہو۔

نورم نے آہستہ سے نوالہ لے لیا۔

... پھر دوسرا

... پھر تیسرا

اور یوں ضامن نے پورا کھانا اسے اپنے ہاتھوں سے کھلایا۔

...کھانے کے بعد دوا دی

...پانی پلایا

اور اُسے لٹا دیا۔

نورم تھکی ہوئی تھی،

آنسوؤں نے اسے نچوڑ دیا تھا،

ذہن، دل، جسم... سب تھک چکے تھے۔

ضامن اس کے سرہانے بیٹھ گیا،

اور دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا،

جیسے ماں اپنے روٹھے بچے کو تھپکیاں دیتی ہے۔

...سو جاؤ نورم"

نورم کی پلکیں بوجھل ہونے لگیں۔

کچھ ہی دیر میں،

وہ پُرسکون نیند کی گود میں چلی گئی۔

ضامن اب بھی وہیں بیٹھا تھا،

بالوں کو سہلاتا،

خاموش، تھکا ہوا،

...مگردل میں ایک تسلی لیے کہ

آج رات وہ تنہا نہیں سوئی۔

کمرے میں مدھم سی پہلی روشنی جل رہی تھی۔ نورم نرم سانسوں کے ساتھ گہری نیند میں تھی، اُس کا چہرہ سکون سے بھیگا ہوا تھا، جیسے ہر طوفان اب تھم چکا ہو، جیسے صبر اُس کی پیشانی پہ کوئی نیارنگ لکھ چکا ہو۔



NOVEL-E-MEHAR

ضامن اُس کے سر ہانے بیٹھا، بس اُسے تکتا رہا۔

کتنے برس بیت گئے تھے جب سے وہ اس لمحے کا منتظر تھا،

نہیں، وہ لمحہ جس کا وہ خواب دیکھتا تھا... ایسا نہ تھا۔

وہ اس کی نیند میں بھیگی آنکھوں میں محبت کی چمک دیکھنا چاہتا تھا،

نہ کہ غم کا نم۔

وہ اُٹھا، دھیرے سے کمرے کے ایک کونے کی طرف گیا۔

کھڑکی کے پردے ہلکے سے سرکائے، باہر سیاہی پھیلی ہوئی تھی۔

ہر طرف خاموشی کا راج تھا،

پر اُس کے دل میں طوفان مچا تھا۔

”... تم نے مجھ سے غم بانٹ لیا میں کس سے اپنے بھائی کا غم بانٹوں، نورم“

وہ دل میں بولا۔



NOVEL-E-MEHAR

... تم اُس کے لیے روئی، جسے تم نے چاہا“

اور میں... میں صرف اُسے کھو بیٹھا، میرا بھائی میری زندگی مجھ سے دور ہو گئی۔۔۔

اُس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔

مگر وہ کوئی ندامت کا آنسو نہ تھا،

وہ اُس بے بسی کا تھا، جو ہر شدید محبت میں چھپی ہوتی ہے۔

وہ واپس پلٹنا، نورم کی طرف۔

کچھ پل بیٹھ کر اُس کی پیشانی کو دیکھا۔

کیا تم کبھی جان سکو گی... کہ میں نے یہ سب کیوں کیا؟“

کہ میں نے تمہیں کیوں چھینا، کیوں نہیں چھوڑ سکا؟

... کیا تم کبھی جان پاؤ گی کہ

”میں نے یہ سب محبت میں کیا...؟“

بھائی کی محبت میں تمہاری محبت میں،

وہ آہستہ سے اُس کے قریب ہوا،

اپنے ہاتھ کی پشت سے اُس کے بال سمیٹے،

... پیشانی کو چھوا

مگر ماتھے پہ بوسہ دینے سے رک گیا۔

: بس سر جھکا کر سرگوشی کی

"... تم میری ہو... بس یہی سچ ہے، چاہے تم مانو یا نہ مانو"

پھر وہ اُس کے قدموں کے پاس بیٹھ گیا،

سر بیڈ کے کنارے پر نکا دیا،

... اور وہیں نیند کی گود میں اتر گیا

پہلی بار... تھوڑا سا ہار کر،

مگر ایک عاشق کی طرح۔

نیا پارٹمنٹ صاف، کشادہ، مگر اجنبی سا تھا۔

دروازہ کھلا تو ایک ہلکی سی خوشبو اندر بہتی چلی آئی... شاید کسی نئے فرنیچر کی یا حالہ صفائی کی۔ نورم قدم آہستہ آہستہ اندر رکھتی گئی، جیسے زمین پر قدم نہیں، کسی اجنبی احساس پر رکھ رہی ہو۔

سیدھے ہاتھ پر چھوٹا سا اوپن بکچن تھا۔ وہ وہیں جا روکی۔ ہلکی سنہری لکڑی کے کیبنٹس، سفید ماربل کی ٹیلف، اور نیچے چمکتا ہوا فرش۔ اس نے آہستگی سے ایک کیبنٹ کھولا، پھر دوسرا... جیسے اسے یقین نہ ہو کہ یہ جگہ واقعی اب اس کی زندگی کا حصہ ہے۔ انگلی کی پوروں سے ماربل کی سطح کو چھوا، پھر سنگ مرمر کی ٹھندی سل پر ہاتھ رکھا۔ خاموشی سے۔



NOVEL-E-MEHAR

بائیں جانب نظر گئی تو ڈرائنگ روم دکھائی دیا، لیکن وہ آگے نہیں بڑھی۔

پیچھے سے ضامن آچکا تھا، کچھ کہے بغیر آگے بڑھا۔ بیڈ روم کا دروازہ کھولا، اندر داخل ہو کر ایک نظر چاروں طرف ڈالی—بیڈ، صوفہ، کھڑکیاں، بالکونی کاشیشہ۔ سب کچھ بہترین طرز کا تھا، نورم کی ساعت ضامن کی آہٹ سے لرزی، مگر وہ مڑی نہیں... بس ایک لمحے کو سانس روکے کھڑی رہی۔ پھر دوبارہ کچن کی طرف پٹی، ٹاکہول کر بند کیا، کیمینٹس کی پینڈل کو انگلیوں سے دبایا، جیسے یقین کر رہی ہو کہ یہ سب اصل ہے۔

ضامن بیڈ کے سامنے کھڑے کھڑے بالکونی کا دروازہ کھول چکا تھا، باہر کے ہوا کے جھونکے نے پردے کو جنبش دی۔ وہ پلٹا تو نظراس پر پڑی، جو اب کچن میں کھڑی چھوٹے برتنوں والے ریک کو دیکھ رہی تھی۔

کوئی لفظ نہیں، صرف خاموشی، جیسے دیواروں کو ایک دوسرے سے تعارف کروایا جا رہا ہو۔

بنگھر، نئی فضا... اور دو لوگ، جو ایک چھت کے نیچے ضرور تھے، مگر ایک دوسرے سے کوسوں دور۔

بگ ابھی تک کارنر میں رکھے تھے، دیواروں پر خالی پن چھایا تھا، جیسے یہ جگہ ابھی کسی احساس کو اپنا حصہ بنانے سے انکاری ہو۔

کمرے کی بڑی کھڑکی سے ملائیشیا کی بارش دھیرے دھیرے کاچ پر سرسراتی رہی، بوندیں جیسے کوئی پرانی دھن بجاری ہوں—سست، خاموش، اور بھگی بھگی۔

اپارٹمنٹ کیمپنی کی طرف سے ملا تھا، آج صبح ہی ضامن اور نورم نے اس میں قدم رکھا تھا۔ ایک ہفتہ ہو چکا تھا انہیں ملائیشیا آئے، مگر وہ ہوٹل کی بند دیواروں میں قید رہے۔ نہ کہیں گئے، نہ کسی کو بلا یا۔ صرف رسمی سا ایک ساتھ رہنا۔ ایک خاموش سفر۔

دیوار پر ہنگی سفید گھڑی نے آٹھ بجائے، کچن سے تازہ چائے کی مہک آرہی تھی، ضامن بہت مشکل سے پاکستانی چائے ڈھونڈ کر لایا تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا نورم نہیں پیے گی۔ وہ اب اس سے بچنے کی پوری کوشش کرتی تھی، ایک قدم قریب آئے تو وہ دو قدم دور ہو جاتی، بات کرے تو وہ خاموش ہو جاتی۔ کبھی کبھار اس کی آنکھوں میں وہی دہلا دینے والا خوف ابھرتا، جیسے وہ اب بھی ضامن کی محبت میں خوف تلاش کرتی ہو۔

کمرے کی فضا خاموش تھی، اور دلوں کی فضا اور بھی زیادہ۔

ضامن کھڑکی کے پاس کھڑا ہو کر باہر دیکھ رہا تھا، بارش کا منظر بھی اس کی ویرانی کم نہیں کر سکا۔ اس کے پیچھے، بیڈ کے کنارے پر نورم بیٹھی تھی، اپنی کمنیوں پر کمنیاں رکھے، چپ چاپ۔

یہ ان کے نئے گھر کا پہلا دن تھا، مگر دل اب بھی کہیں پیچھے، ایک ویران قبرستان میں، ایک ٹوٹے لمحے میں، کسی صدمے میں اٹکا تھا۔

چھوٹے سے ڈائنگ اسپیس میں پلیٹیں خالی ہو چکی تھیں۔ دو لوگوں کا خاموش سا کھانا، جس میں صرف پچھوں کی آواز شامل تھی، اور کچھ نہیں۔ ایک دوسرے کے وجود سے بے نیاز، جیسے ایک میز پر بیٹھے بھی دو الگ جہانوں کے مکین ہوں۔

سامنے والے فلیٹ سے مسز احسن،، سہ پہر میں آئیں تھیں۔ وہ ضامن کے ساتھ کام کرنے والے درکر کی وائف تھی میرب۔ ان کا ہلکا سا تبسم، تھوڑی بہت بات چیت— بس رسمی سا تعارف۔ نورم نے زبردستی کا اک نرم سا مسکراہٹ بھرا جواب دیا تھا،

اب بچن کی لائٹ مدہم ہو چکی تھی، اور ضامن پانی کا گلاس رکھتے ہوئے کہنے لگا۔۔

کل مارکیٹ چلیں گے، گروسری کے لیے، تمہیں بھی جو لینا ہولے لینا۔"

نورم نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، بس چند لمحوں کو... وہ نگاہ جو کبھی سوال کرتی تھی، اب بس سن کر تسلیم کر لیتی تھی۔

جو زخموں کی راکھ جیسا بنے جان تھا۔ "ٹھیک ہے" نہ انکار، نہ تائید، بس اک سرد سا

... ضامن اس کی حالت پر کچھ لمحے تک خاموش رہا، مگر وہ جانتا تھا، یہ چپ صرف خاموشی نہیں، الزام ہے۔ ہر لمحے کا، ہر سانس کا

نورم جیسے صرف سانس لے رہی تھی، جی نہیں رہی تھی۔ جو کچھ وہ کہتا، وہ کرتی، جیسے ایک زندہ لاش جس کا شعور کہیں راستے میں دفن ہو چکا ہو۔

وہ اب بولتی نہیں تھی، بس سنتی تھی۔

سمجھتی نہیں تھی، بس عمل کرتی تھی۔

اس کی آنکھوں میں وہی خالی پن تھا، جس میں جذبات، خواب، سب کسی طوفان میں بہ چکے تھے۔

ضامن نے اک بار پھر نگاہ بھر کر نورم کو دیکھا۔

... وہی چہرہ... وہی آنکھیں

لیکن اب وہ آنکھیں کسی اور جہاں میں تھیں۔ جہاں اس کا داخلہ نہیں تھا۔

NOVEL-E-MEHAR

لاہور شہر میں شام کا آغاز تھا سورج ڈبٹا جا رہا تھا، پرندے گھر و کولوٹ رہے تھے۔ مال کے ایک سائڈ پر، جہاں کیفے بند ہو چکے تھے اور لائٹس صرف آدھی روشن تھیں، ایک بیچ پر صرام کھڑا حور یا کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی، چادر کو سنبھالتی، نظریں جھکائے چلتی آئی۔ چہرہ نرمی سے بھگیا ہوا، جیسے اندر کوئی سوال دھڑک رہا ہو۔

"تم نے بلا یا تھا؟"

آواز دھیمی تھی، مگر دل کی دھڑکن سے اونچی۔

صرام نے سر بلایا، قدم بڑھا کر اس کے قریب آکر رک گیا۔

"بس... تمہیں دیکھنے کی طلب تھی۔"

حور یہ نے ہلکی حیرت سے آنکھیں اٹھائیں، جیسے اس کی بات اس کے دل سے نکلنی ہو۔

"تم نے آپنی امی سے بات کی میری؟"

ارم ہولے سے مسکرایا، لیکن آنکھوں میں ایک درد تھا—ایسا جو محبت کے اندرونی خوف سے جنم لیتا ہے۔

نہیں ابھی نہیں کی،

کرونگا آب،

چند لمبے خاموشی رہی، جیسے ہوانے سانس روک لی ہو۔

"صارم... ہم کب تک یوں ملتے رہیں گے؟ چھپ کے؟"

حوریا کی آواز ٹوٹ رہی تھی، جیسے دل کی دیواریں ملنے لگی ہوں۔

صارم نے نرمی سے اس کی انگلیاں تھامیں، بے آواز، مگر مضبوطی سے۔

"جب تک تمہارا نام میرے ساتھ نہ جڑ جائے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، حوریا... یہ سب ختم ہونے والا ہے۔ میں امی سے بات کروں گا، اب زیادہ دن نہیں۔"

حوریا کی آنکھیں لرز گئیں، پلکوں پر کچھ خاموش دعائیں ٹھہر گئیں۔

"... بس مجھے تنہا چھوڑنا"

NOVEL-E-MEHAR

: صارم نے آہستگی سے اس کی پیشانی کے بال سمیٹتے ہوئے کہا

"میں نے تمہیں اپنے رب سے مانگا ہے، اور جو رب سے مانگا جائے، اُسے تنہا نہیں چھوڑا جاتا۔"

مول کے اس ویران گوشے میں صرف وہ دو سائے تھے... اور ان کے بیچ محبت کی وہ خاموش روشنی جو لفظوں سے بلند، وقت سے آزاد ہوتی ہے۔

کھڑکیوں پر لگے سفید پردے اب ہر صبح آہستہ آہستہ ہلتے تھے۔ ان کے پار سے چھنتی روشنی میں وہ چمک نہیں رہی تھی جو مئی کی دھوپ میں ہوا کرتی تھی۔ ہوا اب کسی آشنا کی طرح دروازوں سے نکل کر اندر داخل ہوتی تھی، جیسے اجازت لیے بغیر وہ اس فضا کا حصہ بن چکی ہو۔ فرش پر رکھے قالین کے کنارے اب اوپر اٹھنے لگے تھے، اور چائے کے کپ دن میں ایک سے دو اور پھر چار ہونے لگے تھے۔

کمرے میں رکھا وہ گلدان، جو کبھی خالی رہتا تھا، اب اکثر تازہ پھولوں سے بھر دیا جاتا تھا۔ نورم کے ہاتھ اب کپکپاتے نہیں تھے، لیکن وہ ہر کام بے آواز اور بے جذبہ انداز میں کرتی، جیسے کوئی رو بوٹ جو جذبات سے آزاد ہو۔ وہ سب کچھ جانتی تھی—کہ ضامن کو چائے کس وقت چاہیے، اس کے آفس جانے کی تمام تیاری، اور اسے کس وقت کس چیز کی ضرورت ہے۔ مگر یہ سب تھی۔ "موجود" جاننا سے زندہ ثابت نہیں کرتا تھا۔ وہ اب صرف

ضامن اکثر دیر سے آتا۔ پہلے وہ آتے ہی چایوں کو میز پر پھینکتا تھا، اب آہستہ سے رکھتا تھا۔ کمرے میں داخل ہو کر پہلے نظریں نورم پر جمی رہتیں، اب بس ایک نظر دیکھ کر وہ اپنا لپٹا پھول کھول لیتا۔ لفظوں کی جگہ عادتیں لے چکی تھیں، اور عادتیں خاموشی کا دوسرا نام ہوتی ہیں۔

اندرون ملک، گھروں میں اور دلوں میں بھی کچھ بدل چکا تھا۔

کبھی دبی دبی باتوں میں، کبھی چپکے چپکے آنکھوں کی چمک میں ایک خاموش ہائی جاچکی تھی۔ مصطفیٰ نے حرمین کے رشے کے لیے ہاں کر دی تھی، اب ازلاں کا گھر میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ اور حرمین... وہ اب اپنے دوپٹے کو احتیاط سے سنہالتی تھی جب بھی دروازے پر دستک ہوتی۔

ریسٹورنٹ میں چھوٹے چھوٹے مفلر اوٹھے، دستا نے پہنے، وہ دو سائے اکثر ساتھ ساتھ دکھائی دیتے۔ جن کے چروں پر جوانی کی چمک تھی، اور آنکھوں میں پناہ کی طلب۔ حوریا کے قدم اب بے فکر نہ تھے، مگر وہ جب بھی پلٹتی، ایک سایہ ہمیشہ فاصلے پر موجود ہوتا۔ اُس سایے نے بہت کچھ مانگا نہیں تھا، بس تھا مے رکھا تھا—خاموشی سے، مستقل مزاجی سے۔

گھر کی دیواروں کے بیچ ایک اور کہانی پنپ رہی تھی، وہ کہانی جس کے لفظ اب آہستہ آہستہ کھلنے لگے تھے۔ نرمی، مسکراہٹ، اور وہ ہنسی جو کسی مخصوص وقت پر، مخصوص آواز پر واپس آتی تھی۔ فری کا چہرہ اب ہر لمحہ سوچ میں گم نہ رہتا، اور ماہر... وہ اب باتوں میں ہنسی کا وقفہ دیتا تھا۔

موسم کی طرح، رشتہ داریاں بھی اپنی کروٹیں بدل رہی تھیں۔ رضا شاہ اب اکثر اپنے کمرے میں ہی ملتے، کبھی کیف کی تصویر ہاتھ میں، کبھی فاطمہ کی—مگر نگاہیں کسی ایک فریم میں الجھ کر رہ جاتیں۔ شاید وہ پتلا دے میں تھے... یا کم از کم جینے کی اداکاری۔

جہاں دل گرم ہونے لگے تھے، وہیں کہیں دلوں پر سرد ہوائیں بھی چل رہی تھیں۔

ثناء کی زبان اب تیز ہو چکی تھی، اور زہر اب صرف لہجے میں نہیں، روئے میں بھی اترا آیا تھا۔ وہ کسی کو برداشت نہ کرتی، ہر ہنسی سے طنز لگتی، ہر خاموشی سازش۔ انابہ کی نگاہیں اب مسلسل پیچھے دیکھتی تھیں۔ اس کے چہرے پر خوف کی ایک تہہ تھی، جو ہر نئے دن کے ساتھ اور گہری ہوتی جاتی۔

اور وقت... وہ گزر رہا تھا۔

مئی کی دوپہریں، جو پینے سے بو جھل تھیں، اب اکتوبر کی شاموں میں بدل چکی تھیں۔ جب کبل اوڑھ کر بھی ہڈیوں میں خنکی اترتی تھی۔ روشنی کارنگ زرد ہو چکا تھا، اور چائے کی بھاپ میں اب پناہ کا احساس ہوتا تھا۔

پچھے مہینے گزر چکے تھے... مگر کسی نے تاریخیں نہیں گنی تھیں۔ وہ سب کچھ ایک دھند کی طرح آیا، اور دلوں پر جم گیا—خاموش، مگر ٹھوس۔

Wajiha shah novels

میں شادی حوریا سے ہی کروں گا، ” صارم کے لہجے میں ایک عجیب سا ٹھہراؤ تھا،

نورین کا چہرہ تن گیا، آنکھوں میں جیسے آگ بھڑک اٹھی ہو۔ ”تم کتنے خود غرض ہو صارم...؟“ وہ دھاڑیں مارنے کو آئی۔ ”جس شخص نے تمہاری ماں کے ساتھ دھوکہ کیا... تم اس کی بیٹی کو میری بہو بنانا چاہتے ہو؟ ہرگز نہیں! یہ کبھی نہیں ہو سکتا!“ ویسے بھی میں تمہاری شادی فری سے کرونگی۔

”— صارم کا لہجہ تیز ہوا، ”کیا ہو گیا ہے آپ کو، ماں؟ فری میرے لیے بہن جیسی ہے، اور آپ

بہن جیسی ہے، بہن نہیں ہے!“ نورین نے سرد لہجے میں کاٹ دار جملہ کہا، جیسے کسی نے قیمتی سے جذبات چیر دیے ہوں۔“

”صارم کی آنکھوں میں نمی سی چمکنے لگی، لیکن لہجہ مضبوط رہا، ”ایک بات میں صاف کر دوں، ماما... میں شادی کروں گا تو صرف حوریا سے، ورنہ کسی سے نہیں... زندگی بھر کسی سے نہیں۔

یہ کہتے ہی وہ صوفے سے اٹھا، قدموں کی چاب غصے سے بھری تھی۔ وہ تیز قدموں سے لاؤنج عبور کرتا ہوا دروازے کی سمت بڑھا اور لمبے بھر میں حوبلی کے درود پوار اس کے وجود سے خالی ہو گئے۔

وہ نہیں جانتا تھا، پیچھے سے آتے آہستہ قدموں کی چاب نے اس کے الفاظ چُپ چاپ سنے تھے۔

احمد شاہ، جو کب سے اسی درود پوار کا سا یہ بنے سب سن چکے تھے، خاموشی سے آگے بڑھے، نورین کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ چہرے پر ہمیشہ کی طرح شائستگی، مگر آنکھوں میں سوال تھا۔

کیا ہوا، سب خیریت ہے؟ ” انہوں نے نرمی سے پوچھا، جیسے واقعی کچھ نہ سنا ہو، جیسے وہ لاعلم ہوں... مگر ان کے لہجے کے اندر وہ خاموشی بول رہی تھی جس میں کئی طوفان دبا دیے گئے تھے۔

نورین نے چہرہ دوسری جانب موڑ لیا، لیکن آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے۔ احمد شاہ خاموشی سے اس کے پاس بیٹھے رہے... جیسے برسوں کی دوری اب فقط ایک خالی لمبے کی مسافت پر رہ گئی ہو۔

احمد شاہ اور نورین کی خاموشی میں ابھی تک وہ بو جھل لٹھے تھے ہوئے تھے، جب اندرونی دروازے سے سمرین اور رابعہ ٹرے تھامے داخل ہوئیں۔

کیا بات ہے؟ سب اتنے خاموش کیوں بیٹھے ہیں؟ ” سمرین نے لاؤنج میں آتے ہی قدرے زور سے کہا، تاکہ ماحول میں گھلی سنجیدگی کا تاثر نہ دھندلا سکے۔“

”رابعہ نے آہستگی سے مسکرا کر کہا،

سلمہ اباجان رضا اور فری کو بھی بولا لاؤ اس نے ثناء کا نام نہ لیا کیونکہ وہ جانتی تھی وہ نہیں آئے گی۔

”نورین نے سر ہلایا، ”ہاں، سب کو بلا لو۔

ملازمہ پیکلے قدموں سے فری کے کمرے کی طرف جاتی جانے لگی۔ دروازہ آہستہ سا کھلا ہوا تھا۔ اندر سے فری کی ہنستی کھلکھلاتی آواز آرہی تھی۔ وہ پیڈریم دراز، موبائل کان سے لگائے کسی بہت خاص کے ساتھ باتوں میں محو تھی۔

جان ماہر... ” ماہر کی مدہم، گہری آواز فون سے گونجی۔“

فری کا چہرہ سرخ ہوا۔ ”جی میرے ماہر... ” اس کی آواز میں خفیف سی شوخی اور بے ساختہ شرم گھل گئی۔

”ماہر نے ہنستے ہوئے کہا، ”ہائے۔۔۔ آپ کے لبوں پر جو نام ہمارا آتا ہے، بخدا! ایک سرور سا چھوڑ جاتا ہے۔

فری نے تکیہ چہرے پر رکھ لیا، جیسے ماہر اس کی شرمندگی دیکھ لے گا۔ اسی وقت گیٹ کے باہر سے ملازمہ کی آواز آئی، ”فری بی بی؟ رابیہ بی بی بلاری ہی ہیں، چائے پیئے۔

”... فری نے جلدی سے فون تھما، ”آتی ہوں، بوا

”پھر فون میں ماہر سے کہا، ”ماما بلاری ہی ہیں، چائے کے لیے جاتا ہے۔

”... ماہر نے ہنستے ہوئے کہا، ”سلام دینا سوسماں کو

”فری نے کھلکھلا کر ہنسی، ”خدا حافظ، میرے شاعر صاحب۔۔۔

خدا حافظ، جان ماہر... ” وہ بادلوں جیسی نرمی سے بولا۔ فری نے فون بند کیا، دوپٹہ سنبھالا، اور تیز قدموں سے لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔“

ملازمہ تب تک رضا شاہ کے کمرے کی طرف جا چکی تھی۔ دروازہ کھلا تو وہ کرسی پر بیٹھے تھے، ہاتھ میں کیف کی تصویر تھی، جسے وہ پتہ نہیں کب سے گھور رہے تھے۔

صاحب، رابیہ بی بی نے بلا یا ہے، چائے کے لیے سب نیچے۔“

”رضاشاہ نے نظر اٹھائے بغیر کہا، ”مجھے نہیں اپنی چائے۔۔۔

”ملازمہ نے سر جھکایا، اور خاموشی سے شاہ میر شاہ کے کمرے کی طرف چلی گئی۔ دروازے پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی، ”ہاں؟

بڑے صاحب، نیچے سب چائے پر آپکا انتظار کر رہے ہیں۔

”اندر سے کچھ دیر خاموشی رہی، پھر تھکے تھکے لہجے میں آواز آئی، ”یہی لے آؤ۔۔۔

کیف کی موت کے بعد، رضا شاہ اور شاہ میر شاہ نے خود کو کمروں تک محدود کر لیا تھا۔ نہ خاندان میں دل لگتا تھا، نہ دنیا کی کوئی رونق ان کے دل کو بہلا پاتی تھی۔

جب ملازمہ لاؤنج میں واپس آئی اور سب کو بتایا کہ رضا صاحب اور بڑے صاحب نہیں آئیں گے، تو لاؤنج کا ماحول لمحوں میں افسردہ ہو گیا۔

چائے کی پیالیوں کے درمیان وہ ایک خلا صاف محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ ایک کرسی خالی تھی، ایک وجود غائب— مگر اس کی یادہر کونے میں سسک رہی تھی۔

لاؤنج میں ہنسی خوشی کا ماحول تھا۔ سب کسی نہ کسی بات میں مشغول تھے۔ اتنے میں مرکزی دروازہ کھلا اور رابیہ اندر داخل ہوئی۔ اس کی پیشانی پر بل تھے، آنکھوں میں خفیف سا خوف اور

ماتھے پر پسینہ چمک رہا تھا۔ وہ آہستگی سے چلتی ہوئی اندر آئی۔

”نورین نے اسے دیکھا تو محبت سے پکارا، ”آ جاؤ بیٹا، چائے پی لو۔“

”... انابیہ نے گردن ہلائی، ”نہیں، ماما، بس“

”نورین نے فوراً سموئے ہوئے لہجے میں کہا، ”اچھا، سمو سے کھالو۔ یہ تو تمہیں بہت پسند ہیں نا؟“

”انابیہ نے نظریں چراتے ہوئے کہا، ”نہیں ماما... میرے سر میں درد ہے۔ میں کپڑے چھینچ کر لوں؟“

نورین نے خاموشی سے اسے دیکھا اور سر ہلایا۔ انابیہ تیزی سے وہاں سے نکلی، جیسے اس نجوم سے دور ہونا ضروری ہو۔

کمرے کا دروازہ بند کرتے ہی جیسے اس نے ساری ہمت گنوا دی ہو۔ وہ ایک لمحہ وہیں دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑی رہی، پھر جیسے کسی انجانے خطرے سے بچتا ہو، تیزی سے بیڈ کے ایک کونے میں سکڑ کر بیٹھ گئی۔

اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں۔ ہاتھوں میں کانپ تھی۔ اس نے اپنے کالج کا بیگ مضبوطی سے سینے سے لگا رکھا تھا۔ جیسے کوئی اس سے پھینکنے آرہا ہو۔ اس کی آنکھیں کمرے کے ہر گوشے کا طواف کر رہی تھیں... پردے کی جنبش، کھڑکی کا ہلکا سا کپکپانا، الماری کا بند دروازہ... سب کچھ اس کے لیے ایک عجیب و بہشت بن گیا تھا۔

پسینہ اس کی کنپٹیوں سے بہ رہا تھا، مگر وہ بیگ کو چھوڑنے پر آمادہ نہ تھی۔

... کوئی... کوئی جیسے ابھی بھی اسے دیکھ رہا ہو

... ہر پل، ہر لمحہ

... بیڈ کے کونے میں سکڑی انابیہ کے آنکھوں کے سامنے اندھیرے لرزے لگے تھے... جیسے کمرہ دھندلا رہا ہو... اور پھر

یاد نے چھپٹ لیا۔

آج کالج سے چھٹی کا وقت قریب تھا۔ مگر وہ اپنی محبوب کتاب کی طلب میں، آخری بیل سے کچھ لمبے پہلے، لائبریری کے خالی گوشے میں چھپ گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ لائبریری چھٹی سے آدھا گھنٹہ پہلے خالی کر دی جاتی ہے، مگر وہ بے حد شوقین تھی... اور وہ کتاب... وہ اسے آج مل ہی جانی تھی۔

— شیلف کے پاس جھکی، انگلیاں غلٹ سے قطاروں کو چھو رہی تھیں... کہ اچانک

اس کے پیچھے کسی کے بھاری قدموں کی چاپ گونجی۔

— اس کا دل ایک لمحے کو ساکت ہو گیا۔ اس نے جھٹ پلٹ کر دیکھا

کوئی نہیں تھا۔

خاموشی... گہری، کاٹ کھانے والی خاموشی۔

... پھر... ایک مدہم، سریلی، سنسی چیزنگنا ہٹ... جیسے کوئی کسی دلکش دھن کو بے دھوک، دھیرے دھیرے گنگنا رہا ہو وہ کانپ اٹھی۔

اس کی آواز بکھر گئی۔ بدن میں کپکپی دوڑ گئی۔ "کون— کون؟"

پھر اچانک— ایک جھٹکے سے کسی نے اس کا ہاتھ پکڑا... اور لمحہ بھر میں وہ خود کو ایک ستون کے ساتھ چپکا ہوا محسوس کرنے لگی۔ سامنے ایک سایہ تھا۔

اونچا قدر، لمبایاہ کوٹ جو گھٹنوں تک آتا تھا، چہرے پر سیاہ ماسک، صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔

... وہ گہری آنکھیں— جیسے پتھر دار کونے، جیسے برسوں کی بھوک، جیسے کسی کا پاگل پن

وہ اس کے بہت قریب تھا۔

بہت زیادہ۔

اس نے اناہیہ کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر خاموش کر دیا، جیسے کوئی بہت جانا پہچانا ہو، کوئی ایسا جس کی موجودگی کبھی قبول نہ کی ہو، مگر جس کا لمس بدن کو یاد ہو۔

— پھر دھیرے سے جھک کر، ایک سرگوشی اس کے کانوں میں گھلی

مجھے بھول گئی... یہاں خوب انجوائے کر رہی ہو، مائی لئٹل گرل۔۔۔" NOVEL-E-MEHAR

اناہیہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ سانس لینا بھول گئی۔

وہ... وہ کون تھا؟

وہ کیوں ایسا بول رہا تھا؟

: پھر وہ جھکا، ایک ایک لمحہ جیسے قید کر لینا چاہتا ہو... اور دھیرے سے بولا

مائی لئٹل گرل، .. تیار رہنا... بہت جلد تمہیں یہاں سے... اپنی پناہوں میں لے جاؤں گا"

اتنے میں دور سے قدموں کی چاپ سنائی دی— کسی اور کی موجودگی... کوئی اور آ رہا تھا۔

وہ سایہ پیچھے مڑا، ایک آخری نظر ڈالی، جیسے اپنی مہر ثبت کر رہا ہو، اور پھر ایک سرسراتی ہوا کی مانند... غائب ہو گیا۔

انا یہ وہیں سن رہ گئی۔

... تھی

”اٹوٹنگ“

موبائل پر میسج کی آواز گونجی۔

وہ چونک کر حال میں واپس لوٹی... پسینے سے شرابور، لرزتی سانسوں کے ساتھ... یاد کا تسلسل ٹوٹ چکا تھا۔

— مگر دل کے اندر وہ سرگوشی ابھی تک گونج رہی تھی

”... بہت جلد... تفصیلی ملاقات ہوگی... لیٹل گرل“

انا یہ کی لرزتی انگلیاں نرمی سے موبائل کی اسکرین پر پھسلیں۔ آنکھوں میں وہی وہشت، دل میں وہی لرزتا سوال — اب کیا؟

ایک نامعلوم نمبر۔

نیچے ویڈیو کا آئیڈیون چمک رہا تھا۔

گلے میں کچھ بچھنس گیا۔ جیسے ہوا بھی زہر بن گئی ہو۔



NOVEL-E-MEHAR

انگلی نے جھجکتے ہوئے ویڈیو پر ٹیپ کیا۔

اسکرین پر جو منظر ابھرا، اس نے انا یہ کی چیخ کو اس کے حلق میں قید کر لیا۔

کمرہ... اس کا اپنا۔

بستر... وہی جس پر وہ رات سوئی تھی۔

اور... وہ خود... نیند میں گم... لاشعور... لاخبر۔

لیکن... ویڈیو کا زاویہ؟

جیسے کوئی کیمرہ اس کے چہرے کے قریب... بہت قریب رکھا ہو۔ ہر سانس... ہر جنبش... ہر دھڑکن قید کی گئی تھی۔

— اس کی بند بلیکیں، بکھرے بال، اور وہ لباس

وہی لباس جو کل رات اس نے پہنا تھا۔

کل رات... کوئی اس کے کمرے میں آیا تھا۔

کوئی... اس کے اتنا قریب تھا کہ اس کے سانسوں کو سونگھ سکتا تھا۔

دل کی دھڑکن جیسے رک گئی۔

— آنکھیں ساکت، جسم اکڑتا جا رہا تھا... کہ تب

ایک میخ آیا۔۔۔

”...مائی لیٹل گرل... سوتے ہوئے بے حد حسین لگتی ہو

انا یہ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

ایک بھیٹا کچھپی نے اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

وہ چیختی نہیں، بس دھیمی کراہ کے ساتھ موبائل کو دور پھینک دیا— جیسے وہ ڈر رہی ہو کہ اگلا لمحہ وہی موبائل اس پر اسرار شخص کی شکل اختیار نہ کر لے۔ ”! نہیں“

یہ کون ہے؟“ اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔“

”کیوں میرے پیچھے ہے؟“

”کیا مطلب ہے اس کا... کہ میں اسے بھول گئی؟“

وہ گھٹنوں میں چہرہ دے کر بیٹھ گئی... سانس بے ترتیب... دل جیسے چیخ رہا ہو۔

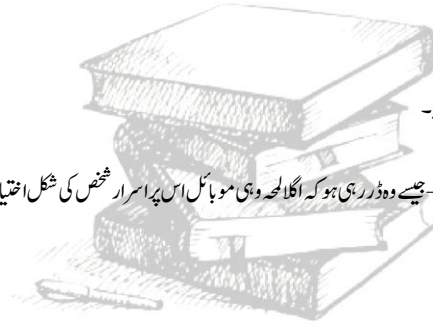
آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے... وہ چیخنا چاہتی تھی... مگر آواز جیسے حلق میں ہی دم توڑ گئی تھی؟

گھبراہٹ، شرمندگی، ڈر، اور ایک اجنبی وجود کا سایہ... سب اس پر حاوی ہو چکے تھے۔

یہ سب آج نہیں ہوا تھا۔

ایک مہینہ۔ پورا ایک مہینہ۔

انا یہ کی زندگی جیسے خاموشی سے کسی بے نام عذاب میں ڈھل رہی تھی۔



NOVEL-E-MEHAR

شروع میں تو بس کبھی کسی انجان نمبر سے ایک عجیب سا میج آتا۔

”... تمہیں ہنستے دیکھنا، میرے جینے کی وجہ بنتی جا رہی ہے“

پہلے پہل انا ہی نے سمجھا شاید کوئی کلاس فیلو مذاق کر رہی ہے۔ نظر انداز کر دیا۔

... مگر پھر

”... آج کالج کی پارٹی میں نیلے جوڑے میں بہت پیاری لگ رہی تھی، مائی لیٹل گرل“

دل کانپا۔

یہ وہ دن تھا جب اس نے واقعی نیلا جوڑا پہنا تھا۔

شاید... شاید کوئی دوست اس کے ساتھ مذاق کر رہی تھی... یہی سوچ کر خود کو سمجھالیا۔

مگر میٹجز کے نہیں۔

نمبر روز بدلے جاتے، الفاظ وہی رہتے۔

”میں تمہیں بھول نہیں پایا... تم بھی نہیں بھولی نا...؟“



”... ایک دن تمہیں تم سے بھی چورا لوں گا، میں لے جاؤں گا تمہیں“

”... مائی لیٹل گرل... تم سو بھی جاؤ تو میں تمہیں پوری پوری رات جاگ کر دیکھتا رہتا ہوں

پھر ایک دن... اس کی الماری کا دروازہ آدھا کھلا پایا۔

دوسرے دن... اس کے کمرے کی کھڑکی کے پردے کسی نے ”اندھے“ ہٹائے ہوئے تھے۔

! پھر... ایک بار اس کی کتابوں میں ایک پھول دبا ہوا ملا... بالکل تازہ... لیکن وہ تو باغ میں گئی ہی نہیں تھی

لیکن آج... آج کچھ بدلا تھا۔

آج وہ صرف پیغام نہیں تھا۔

آج وہ خود تھا۔

آج وہ اس کے پیچھے آکھڑا ہوا تھا۔

... کتابوں کی شایف کے درمیان، وہ دھیمی آہٹ، وہ گنگنائی سانسیں، وہ اچانک پیچھے ہٹ کر اسے ستون سے ٹکادینا

... اور وہ آنکھیں... وہ گہری، جنونی، قابو سے باہر آنکھیں

اناہیہ کی روح جیسے وہیں جم گئی تھی۔

اور اب... جب وہ واپس کمرے میں آکر بیٹھ گئی تھی،

... جب وہ ویڈیو اس کی نیند کے سائلے میں اس کے قریب ہونے کا ثبوت دے گئی تھی

: تو وہی ایک بات اس کے ذہن میں گونج رہی تھی

آج وہ سامنے تھا۔"

... میں ایک مہینے سے جس سائلے سے بھاگ رہی تھی

وہ آج میرے سانسوں سے بھی قریب آچکا ہے۔

اور...



"... وہ مجھے جانتا ہے، مجھے پہچانتا ہے، مجھے دیکھتا ہے، ہر وقت... ہر لمحہ
NOVEL-E-MEHAR

کمرے میں ہلکی سی روشنی تھی، جیسے کسی دل کی امید دم توڑنے لگی ہو۔ ثناء کھڑکی کے قریب بیٹھی تھی، خاموش، بے حرکت، جیسے وقت تھم گیا ہو۔ اس کی آنکھیں سوچی ہوئی تھیں، چہرہ زرد اور وجود تھکا تھکا سا۔

نورین آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر آئی۔ اس نے بیٹی کو یوں اکیلے بیٹھا دیکھ کر دل تمام لیا۔

وہ غری سے اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ "میری جان، کیا حال بنا لیا ہے تم نے اپنا؟"

"آپ کو کیا فکر میری؟" ثناء کی آنکھوں میں چھین سی آئی، لب کا پنے۔

نورین کا دل جیسے پُڑا گیا۔

"میری بچی، تمہاری فکر کیوں نہ ہو گی مجھے؟ ماں ہوں تمہاری... کیف کے بعد ہم سب بکھر گئے ہیں، مگر تم... تم تو بالکل ہی بدل گئیں۔"

واقعی، کیف کی موت کے بعد ثناء کی شخصیت جیسے جل کر راکھ ہو گئی تھی۔ پہلے جیسی وہ نرمی، وہ پیار، سب کہیں کھو گیا تھا۔ اب ہر بات کا جواب زہر میں سمجھا ہوتا۔ ہر تعلق سے نفرت، ہر جذبے سے انکار۔

نورین نے بیٹی کو آہستہ سے اپنے گلے لگا لیا۔

"کتنے دنوں تک یوں رہو گی؟ خود سے خود کو یوں کاٹ کے کب تک جیو گی؟ ماں ہوں تمہاری... دل کی بات مجھ سے کیوں نہیں کرتی؟"

یہ جملے جیسے بند دروازہ کھول گئے۔

ثناء پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، دل کو چیر کر الفاظ نکلنے لگے۔

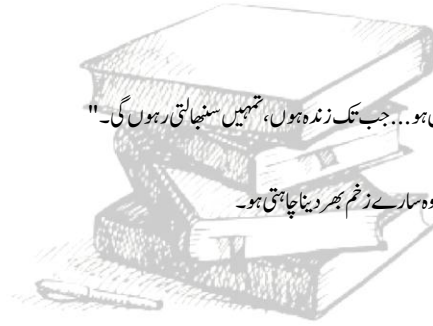
ماما... میں مرنا چاہتی ہوں... جینے کو دل نہیں کرتا... خود سے الجھن ہوتی ہے... ہر رشتہ بوجھ لگتا ہے، سانس تک نہیں لی جاتی مجھ سے۔ میں بہت اذیت میں ہوں، مجھے موت چاہیے... ماما...
"جھے موت چاہیے"

نورین کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"نہ، نہ میری بچی، ایسا مت کہو... دیکھو، میں ہوں نا... تم اکیلی نہیں ہو... جب تک زندہ ہوں، تمہیں سنبھالتی رہوں گی۔"

وہ ثناء کی سر سہلائی رہی، اس کی پیٹھ تھپکتی رہی، جیسے اس لمس سے وہ سارے زخم بھر دینا چاہتی ہو۔

اور اس رات... پہلی بار، ثناء نے کسی کے سینے سے لگ کر رو لیا۔



NOVEL-E-MEHAR

لاؤنج کی فضا نرم اور مانوس سی تھی۔ ازلان، مصطفیٰ اور شیریں کے ساتھ بیٹھا خوشگوار باتوں میں مصروف تھا۔ اب وہ محض نورم کا منہ بولا بھائی نہیں بلکہ مصطفیٰ اور شیریں کے لیے بیٹے جیسا بن چکا تھا۔ ان کے انداز میں وہ اپنا تہمت تھی جو برسوں کی پہچان میں پیدا ہوتی ہے۔

اذلان نے ان حرین کو ڈبیر پر لے کے جانا تھا، رشتہ ہونے کے بعد پہلی بار۔

اوپر کمرے میں حرین آئینے کے سامنے کھڑی تیاری میں مصروف تھی۔ اُس نے سفید رنگ کا نمیس کا مدار کرتا اور شلوار پہنا ہوا تھا، جس پر مہروں رنگ کی شال پڑی تھی۔ اُس کی سادگی میں ایک بے ساختہ وقار جھلک رہا تھا، جیسے چاندنی رات میں کوئی نرم روشنی۔

بیڈ پر بیٹھی حوریا، اپنے فون پر صارم سے باتوں میں مگن تھی۔ اُس کی آنکھوں میں وہی شرم و حیا کی چمک تھی جو کسی محبت میں ڈوبی لڑکی کے اندر پھیلتی ہے۔

حرین تیار ہو کر نیچے آئی تو ازلان نے اُسے آتے دیکھا۔ وہ بے ساختہ کھڑا ہو گیا۔ جیسے ہلکے جھپکنا بھول گیا ہو۔ اُس کی آنکھوں میں حیرت اور پسندیدگی، دونوں کی چمک تھی۔

حرملین آہستہ سے چلتی ہوئی اُن کے قریب آئی۔

"چلیں؟" ازلان نے نرمی سے پوچھا،

حرمیلن نے نظریں جھکا کر مصطفیٰ کی طرف دیکھا، جیسے اجازت طلب کر رہی ہو۔

مصطفیٰ نے محبت سے اُس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا،

"جاؤ بیٹا، خیال رکھنا پتا۔"

شیریں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

ازلان نے آہستگی سے حرمیلن کے ساتھ قدم بڑھایا۔ دونوں ساتھ ساتھ دروازے کی طرف بڑھے۔ باہر شام ڈھل رہی تھی، اور ان کی موجودگی میں جیسے ایک خاموش سی دکھائی بکھر گئی تھی۔ گاڑی کی طرف جاتے ہوئے، دونوں کے قدموں میں وہ ہم آہنگی تھی جو لفظوں سے نہیں، دلوں سے بنتی ہے۔

لاہور کی شام بہت دکھش تھی۔ ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا، روشنیوں میں نہایا شہر اور ٹریفک کا مدہم شور، جیسے ہر منظر کو کہانی میں بدل رہا تھا۔

گلیبرگ کے ایک خوبصورت کونے میں واقع، لاہور کا مشہور ریسٹوران تھا جہاں ازلان، حرمیلن کو لے کر آیا تھا۔ ریسٹوران کے باہر سفید اور سنہری تیلیوں — "کوزی کوٹ ریسٹوران" سے سجھا حوال بہت دل بھانے والا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی ہلکی ہلکی کلاسیکل میوزک کی دھنیں، سفید میز پوش، نفیس کرسیاں، اور نیم روشن چراغ، جیسے وقت کو ساکت کر دیتے تھے۔

ویران کے پاس آیا تو ازلان نے نرمی سے مسکرا کر حرمیلن کی طرف دیکھا،

"تم کیا لوگی؟"

NOVEL-E-MEHAR

حرمیلن نے نظریں جھکا کر ہولے سے کہا،

"جو آپ لیں گے، وہی ٹھیک ہے۔"

"چکن اسٹیک وڈ بلیک پیپر سوس، اسٹینڈل گارلک رائس اور بلو پیری موکٹیل۔" — ازلان نے ویٹر کو آرڈر دیا

دونوں کے درمیان خاموشی میں گفتگو تھی۔ وہ باتیں جن کا شور نہیں ہوتا، بس محسوس ہوتی ہیں۔ کھانے کے دوران وہ ایک دوسرے کی ہلکی ہنسی، نظریں چرانا، اور کبھی دل سے نکلا ایک جملہ — جیسے محبت کی گواہی دے رہے تھے۔

ڈنر کے بعد جب وہ واپسی کے لیے نکلے تو باہر سڑک پر ہلکی ٹریفک تھی۔ ازلان نے حرمیلن کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا، اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

راستے میں اچانک ایک کم عمر بچہ گروں کی ٹوکری لیے ان کی گاڑی کے پاس آیا۔

"بھائی جی، گجرالے لیں باقی کے لیے۔"

ازلان نے بیچے کی طرف دیکھا، پھر مسکرا کر حرمین کی طرف،

"گجراتم پر بہت اچھا لگتا ہے۔"

اُس نے بیچے سے دو سفید چھمیلی کے گجرے خریدے۔ پھر گاڑی کے اندر مڑ کر حرمین کی کلائی تھامی اور نرمی سے اس کے نازک ہاتھوں میں گجرا پہنا دیا۔

"اب مکمل لگ رہی ہو۔"

حرمین نے نظریں جھکا لیں، شرم کی لالی اس کے گالوں پر واضح تھی۔ اس لمحے میں ایک ایسی گہرائی تھی جسے بیان کرنا لفظوں کے بس کی بات نہ تھی۔

گھر پہنچ کر ازلان نے گاڑی روکی، حرمین دروازہ کھولنے ہی والی تھی کہ ازلان نے کہا،

"آج کی شام... زندگی کے خوبصورت لمحوں میں سے ایک تھی۔"

حرمین نے دھیرے سے سر ہلایا،

"میرے لیے بھی۔"

مصطفیٰ دروازے پر کھڑے تھے، اُن کے چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ تھی۔

"اللہ حافظ بیٹا، احتیاط سے جانا۔"



NOVEL-E-MEHAR

ازلان نے احترام سے سر جھکا کر جواب دیا،

"جی انکل، اللہ حافظ۔"

حرمین نے دروازے کی دہلیز پر آخری بار مڑ کر ازلان کو دیکھا۔ ان کی نظروں کی خاموشی میں وہ وعدہ تھا، جو لفظوں سے بلند ہوتا ہے۔

ازلان آہستہ آہستہ گاڑی آگے بڑھاتا چلا گیا... لیکن اُس کے دل میں، حرمین کی چھمیلی جیسی مہک بسی رہ گئی۔

رات کی خاموشی میں پورا گھر جیسے کسی گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ بس ایک کمرے میں روشنی جل رہی تھی — ضامن کا اسٹڈی روم۔ جہاں وہ ہمیشہ کی طرح اپنے لیپ ٹاپ پر جھکا ہوا کام میں مصروف تھا۔

نورم نے کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھولا۔ ہاتھ میں دو کپ کافی، چہرے پر وہی گم صم سی سنجیدگی، اور آنکھوں میں بے نام سی اداسی۔

یہ اُس کی معمول کی عادت تھی، ضامن کے لیے رات کی کافی لانا — چپ چاپ دینا، اور پھر بنا کچھ کہے واپس پلٹ جانا۔ جیسے وہ اب ایک فرض نبھاری ہو، نہ کوئی توقع، نہ شکایت۔

... لیکن آج

آج وہ خود بھی ضامن کے سامنے صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ بے مقصد، بے وجہ... بس خاموشی سے۔

ضامن نے اک نظر اس پر ڈالی، پھر دوبارہ لیپ ٹاپ کی اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

مگر چند لمحوں بعد جب اس نے محسوس کیا کہ نورم اب بھی وہیں ویسے ہی بیٹھی ہے — بغیر کچھ کہے، بغیر ہلے — تو اس نے لیپ ٹاپ بند کیا، سیدھا ہو کر مکمل اس کی طرف رخ کیا۔

"کوئی بات کرنی ہے تمہیں؟"

اس کی آواز نرم تھی، مگر مکمل توجہ لیے ہوئے۔

نورم گھبرا گئی۔ ایک دم ایسے اس کی طرف متوجہ ہونا جیسے اسے چونکا گیا ہو۔

وہ اپنی انگلیوں کو مروڑتی، نیچے نظریں جھکائے ہوئے بولی،

"وہ... م مجھے اکیلا پن لگتا ہے۔"

گجراہٹ ہوتی ہے۔

"... دل نہیں لگتا



ضامن بس اُسے دیکھتا رہا — وہ نورم جو پہلے جرات سے بات کرتی تھی، اب ایک سہمی ہوئی بچی لگ رہی تھی۔

وہ دھیرے دھیرے کہتی گئی،

"آج برابر والی آنٹی آئیں تھیں۔ اُن کے بچے اسکول جاتے ہیں تو انہیں ٹیوشن گوانی ہے۔ جب میں نے بتایا کہ میں تھرڈ ایئر میں ہوں، تو انہوں نے کہا میں اُن کے بچوں کو پڑھا دوں۔"

وہ چند لمحے رکی، پھر نرمی سے پوچھا،

"پڑھا دوں؟"

یہ سوال نہیں تھا، اجازت تھی۔

ضامن کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

وہ تھوڑا جھکا، نورم کے گرد بازو پھیلانے، اُسے اپنے حصار میں لیا۔ نورم ایک لمحے کو گھبرا گئی۔

"اس میں الجھنے والی کیا بات ہے؟"

ضامن کی آواز میں بے پناہ شفقت تھی۔

اگر اس سے تمہارا دل لگتا ہے تو بالکل پڑھاؤ۔ تمہیں میری اجازت کی ضرورت نہیں، نورم۔ یہ تمہارا گھر ہے۔"

"جو چاہو کرو... حتیٰ کہ مجھ پر بھی تمہاری مرضی ہے۔"

نورم نے شرمندگی سے انگلیاں چٹخانا شروع کر دیں۔ پھر اچانک جیسے گھبراہٹ میں بولی،

"میں برتن دھولوں...؟"

اور بنا اس کا جواب سنے، وہ تیزی سے اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔

پچھے ضامن کی ہنسی گونجی — گرم، جیتی جاگتی، اور کسی گہرے جذبے سے لبریز۔

یہ ہنسی پہلی بار تھی جو پچھلے چھ مہینوں کی خاموش دیواروں نے سنی تھی۔

نورم کچن کے دروازے تک پہنچی تو رک گئی... ضامن کی وہ ہنسی جیسے اُس کے دل تک اتر گئی ہو۔

... وہ دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی، ساکت سی، ضامن کے قہقہے کی حقیقت کو محسوس کرتی رہی

اور برسوں بعد، جیسے پہلی بار اُسے اپنے وجود کے زندہ ہونے کا احساس ہوا ہو۔

NOVEL-E-MEHAR

کمرے کی مدھم روشنی میں ہلکی سی ٹھنڈ گھلتی جا رہی تھی۔ باہر سرد ہوا کے جھونکے کھڑکیوں سے سرسراہے تھے، اور اندر کا ماحول عجیب سی سنجیدگی سے لبریز تھا۔

مصطفیٰ اپنے بستر پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے، کمر پر ایک خفیف سا درولے،

شیرین ہاتھ میں دو کپ چائے لیے خاموشی سے اندر داخل ہوئی، اور ایک کپ اس کے پاس رکھتے ہوئے خود بھی آہستہ سے بیٹھ گئی۔

: کچھ لمحے دونوں کے درمیان خاموشی رہی، پھر مصطفیٰ نے چائے کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے آہستہ سے کہا

"... حرمین کا تو الحمد للہ اچھا رشتہ طے ہو گیا از لان کے ساتھ"

شیرین نے نظریں چائے پر گاڑ دیں، آنکھوں میں ایک اطمینان تھا،

مصطفیٰ نے بات جاری رکھی،

"بس اب حور یا کا بھی ہو جائے کسی اچھی جگہ۔ پھر یہ فرض بھی ادا کو جائے گا۔"

شیرین نے دھیمی سانس بھری۔

فرض تو ادا ہو جائے گا، مصطفیٰ... مگر دل کا بوجھ؟"

دونوں بیٹیاں... دو الگ گھروں کی ہو جائیں گی۔

گھروں کو جو جائے گا، "دل کیسے سنبھالے گا یہ خالی پن؟"

مصطفیٰ کچھ دیر خاموش رہے، پھر دھیرے سے بول اٹھے،

"... یہی رسم و رواج ہیں"

بیٹیاں تو ہوتی ہی دوسروں کے گھر کی۔

تم بس اتنی دعا کرو کہ جس گھر بھی جائیں،

"اپنی تربیت، اپنے اخلاق سے دلوں میں جگہ بنائیں۔"



شیرین کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ چائے کا کپ تھا مے وہ کچھ بولی نہیں۔ بس مصطفیٰ کی باتوں میں کہیں اپنے آنسو چھپانے لگی۔

مصطفیٰ نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر کمبل اُس کے پیروں پر پھیلا دیا،

جیسے موسم سے زیادہ جذبات کی سردی اُس کی تھریں جی کو چھو رہی ہو۔

کمرے میں اب خاموشی گونجنے لگی تھی،

مگر اس خاموشی میں ایک دعا، ایک ماں باپ کی فکر مندی اور ایک ان کہی جدائی کا کرب صاف سنا جاسکتا تھا۔

شیرین نے چپ چاپ سر مصطفیٰ کے کندھے سے لگا دیا۔

اور مصطفیٰ نے آنکھیں بند کر کے بس اتنا کہا،

"الذخیر کرے گا... ہر چیز کا وقت مقرر ہوتا ہے۔"

اور پھر... وقت تھوڑی دیر کو جیسے ختم سا گیا۔

دوپہر کے وقت کادھنڈلا سا سکون تھا۔ ماہر اور ازلان لانچ میں بیٹھے تھے، صوفے پر نیم دراز، ایک دوسرے سے ہلکی پھلکی باتیں کرتے۔ میز پر چائے، بسکٹ، اور کیک رکھا ہوا تھا۔ افتخار علوی — اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے، اور شفق چائے کے کپ سب کو تھما رہی تھی۔

ماہر کا انداز سنجیدہ تھا۔ وہ چائے کا کپ تھامے خاموش بیٹھا، جیسے کسی الجھن میں ہو۔ ازلان نے غور سے دیکھا، مگر کچھ نہ کہا۔

چند لمحوں گزرے تو ماہر اگے ہو کے بیٹھا، جیسے بات کرنے کی تمہید باندھ رہا ہو۔ سب کی نگاہیں اس پر ٹھہر گئیں۔ افتخار صاحب نے اخبار نیچے رکھا، شفق نے چائے کا کپ میز پر رکھا، اور ازلان کی پیشانی پر دلچسپی کے آثار نمودار ہوئے۔

"مجھے آپ سب سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" ماہر نے گلا کھکا کر کہا، ".... باباجان"

افتخار علوی نے بھنوں اوپر اٹھائیں،

"کہیے بیٹا، خیریت ہے؟"

ماہر نے ہلکا سا مسکرانے کی کوشش کی، پھر نظریں سب پر دوڑائیں۔

"بات دراصل یہ ہے کہ... میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔"



ایک لمحے کو سکوت چھا گیا۔ جیسے کمرے نے گہرائی سے اس جملے کو سنا ہو۔

پھر اگلے لمحے افتخار علوی کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہی تو ہم بھی چاہتے ہیں... بلکہ ہمارا ارادہ ہے کہ تم دونوں بھائیوں کی شادی ساتھ ہی کر دیں۔"

ازلان چونک کر سیدھا ہو بیٹھا، اور ہنستے ہوئے بولا،

"اکب کر رہے ہیں پھر"

سب نے بے اختیار اذالان کی طرف دیکھا،

شفق کی آنکھوں میں خوشی کی چمک ابھری۔ وہ ماہر کے قریب آ بیٹھی اور ہلکے سے بولی،

"فری ہے نا؟ ..."

ماہرنے نظریں جھکائیں، چائے کا کپ میز پر رکھا اور شرماتے ہوئے ہلکا سا سر ہلایا۔

"جی... وہی ہے۔"

اب تو ہنسی اور خوشی کا شور سا چمک گیا۔ افتخار علوی نے مسکرا کر چائے کی سپ لی،

"اللہ نصیب اچھے کرے تم دونوں کے... فری بہت پیاری بچی ہے، اور تم... ہمیشہ سے ہمارا فخر رہے ہو، ماہر۔"

ازلان نے چھیڑتے ہوئے اسکے کان کے قریب ہوتے کہا،

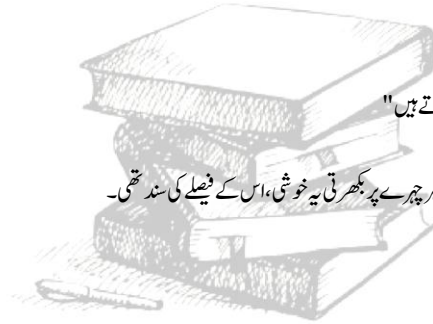
"تو جناب نے چپکے چپکے فیصلہ بھی کر لیا اور ہمیں بتایا بھی نہیں فری نے ہاں بھی کر دی اسکی بھی کوئی خبر نہیں دی،"

ماہرنے بھی موقع نہ گواہا، تم نے کونسا خبر ہونے دی،

شفیق نے ہستے ہوئے کہا،

"... بس اب جلدی سے ماہر کے بھی رشتے کی بات چیت شروع کرتے ہیں"

ماہر کی نظروں میں اب سکون تھا۔ جیسے دل کا بوجھ ہلکا ہو چکا ہو، اور ہر چہرے پر بکھرتی یہ خوشی، اس کے فیصلے کی سند تھی۔



NOVEL-E-MEHAR

رات کا وقت تھا۔

سناٹے میں ہر آواز واضح سنائی دیتی تھی۔ گھڑی کی ٹک ٹک، کھڑکی سے آتی ہوا کی سرسراہٹ، اور ضامن کے قدموں کی چاپ، جو آہستہ آہستہ اسٹڈی روم سے نکل کر ان کے مشترکہ کمرے کی سمت آرہی تھی۔

کمرے میں مدہم بیلا سا لپ روشن تھا، اور نورم نظاہر سوتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ چہرہ دوسری سمت، سانسوں کی رفتار ہموار، لیکن دل کی دھڑکن تھوڑی تیز... جیسے کسی آنے والے لمحے کو محسوس کر رہی ہو۔

ضامن دروازہ بند کر کے خاموشی سے اندر داخل ہوا۔

ہلکے گرے رنگ کی ٹراؤزر اور سفید نرم کپاس کی ٹی شرٹ میں ملبوس، اس کے چہرے پر ٹھکن کی جھلک تھی، مگر آنکھوں میں کوئی اور ہی اضطراب۔

وہ بیڈ پر اپنی سائڈ پر آکر بیٹھا، پھر نظر نورم پر ڈالی۔

"سورہی ہو؟"

آواز دھیمی تھی، مگر اتنی صاف کہ سنائی دے۔

نورم نے کوئی جواب نہ دیا، لیکن بے ساختہ اپنے بازو کو تھوڑا سا حرکت دے کر سر کے نیچے رکھا— بظاہر انجان تھی، مگر اس لمحے کا انتظار جیسے وہ بھی کر رہی ہو۔ چہرہ اب بھی ضامن کی طرف نہیں تھا، لیکن خاموش اعتراف کی ایک لہر فضا میں در آئی۔

ضامن کی ہلکی سی مسکراہٹ چھپی نہ رہ سکی۔

"کل صبح نو بجے تک تیار رہنا۔"

"میں لیٹ جاؤں گا آفس، اور تمہیں بھی کہیں لے کر جانا ہے۔" وہ اب بھی اسی نرم لہجے میں بولا،

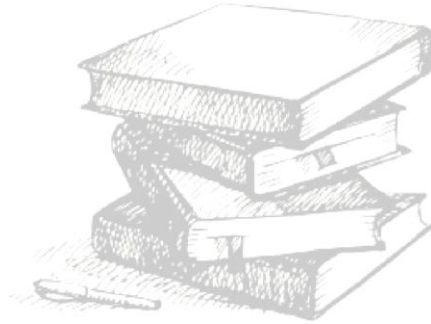
— نورم آہستگی سے اٹھ بیٹھی

گلابی رنگ کا ڈھیلا سا پاجامہ اور اوپر لمبی ہلکی پھلکی کرتی... جیسے وہ خود بھی اپنی موجودگی سے بے خبر ہو۔

"کہاں؟"

سوال مختصر تھا، مگر لہجہ محتاط۔

"بس... جانا ہے۔ تیار رہنا۔ سو جاؤ۔"



ضامن نے بات مختصر رکھی اور کروٹ بدل کر اپنی سمت لیٹ گیا۔

نورم نے خاموشی سے گٹھنے سمیٹے، کبل اوڑھا، اور چند لمحے چپ چاپ ضامن کی طرف دیکھا— شاید امید تھی کہ وہ کچھ اور کہے، کچھ واضح کرے... لیکن ضامن خاموش رہا۔

: کچھ دیر بعد، ضامن کی مدھم آواز دوبارہ سنائی دی

"نورم، سو جاؤ... صبح بتاؤں گا۔"

نورم نے جلدی سے لیپ بچھایا، اندھیرے میں خود کو لپیٹا، اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔

... چند پل گزرے

ضامن نے آہستہ سے کروٹ بدلی، اب وہ اس کی سمت تھا۔

نظر اس کے گٹھنے، چمک دار بالوں پر جا رہی، جو تکیے پر کھڑے تھے۔

نورم کا چہرہ اندھیرے میں مکمل دکھائی نہیں دیتا تھا، مگر اس کی موجودگی، اس کا اضطراب، اس کی خاموشی... سب محسوس ہو رہے تھے۔

ضامن نے ایک گہری سانس لی... پھر آنکھیں بند کر لیں۔

فاصلے کی لکیر اب بھی قائم تھی۔

... نہ نورم نے اسے توڑا

نہ ضامن نے اسے مٹایا۔

: لیکن خاموشی کے اس پل میں ایک بات طے ہو گئی تھی

کچھ بدل رہا تھا۔

بہت آہستہ، بہت خاموشی سے... مگر بہت گہرائی میں۔

صبح پانچ بجے کا وقت تھا۔

اپارٹمنٹ کی خاموش فضاؤں میں صرف اذان کی آواز نے ہلکا ارتعاش پیدا کیا تھا۔ نورم کی پلکیں چھپکی تھیں، اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔ نیند اب جیسے مہینوں سے اس کی دوست نہیں رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اٹھی، وضو کیا اور جائے نماز بچھا کر سجدے میں جا بیٹھی۔ لمبی، خاموش دعائیں، تھوڑی سی آنکھوں کی نم، اور ایک نامکمل سی تسکین۔ نماز کے بعد وہ کچھ دیر یونہی خاموش، خالی آنکھوں سے کھڑکی کے پردے ہٹائے باہر دیکھتی رہی۔

NOVEL-E-MEHAR

کو الہ پور کی صبح اپنے سارے رنگوں کے ساتھ بیدار ہو رہی تھی، لیکن نورم کے اندر ایک ہول، ایک اجنبی سی بے چینی جاگ چکی تھی۔

پھر وہ بے مقصد، خاموش قدموں کے ساتھ پورے گھر میں گھومتی رہی۔ چھوٹا سا اپارٹمنٹ تھا، ہر کمرہ ہر دیوار اس کے لیے اب جانا پہچانا سا لگنے لگا تھا۔

دھیرے سے اس نے اپنی الماری کھولی۔ اپنے کپڑے نکالے۔ پھر ضامن کے ہو گئی ہے افس جانے کے لیے کپڑے نکالے۔ ہاتھوں میں وہ کپڑے تھامے ہوئی تھی اسے ہول اٹھ رہا تھا۔

"آخر کہاں لے جا رہا ہے وہ؟"

یہی سوچ اسے بے چین کر رہی تھی۔

"کئی مہینوں سے، یہی تو زندگی تھی۔" ... شاید یہ سوچ اس سے بھی زیادہ اسے مضطرب کر رہی تھی کہ

ضامن رات دیر سے آتا، تھکا ہوا، کام سے نڈھال۔

وہ خود بھی دن میں صرف دو گھنٹے ٹیوشن پڑھاتی تھی۔

... باقی وقت

بس خاموشی۔

کبھی کبھار رابعہ کی کال، ورنہ موبائل بھی یونہی چارج پر پڑا رہتا۔

کئی بار اس نے ضامن کو کہا کہ نوکرائی کی ضرورت نہیں، مگر ضامن نے ایک عورت رکھوادی تھی جو صبح آتی، جھاڑو پوچا کرتی اور چلی جاتی۔

... کھانا اور م خود پکاتی تھی۔ ضامن کا خیال رکھتی، کپڑے دھوتی، استری کرتی، مگر باقی سارا دن

بس وقت کے ساتھ ساتھ خود بھی جامد ہوتی جاتی۔

اور آج؟

آج وہ باہر جانے والی تھی۔

ایک نئے سفر پر، ایک نئے انداز میں۔

مگر اندر کچھ ایشھ رہا تھا۔

پیٹ میں عجیب سی گرہ تھی۔



NOVEL-E-MEHAR

ایسی جو بے چینی سے بنتی چلی جا رہی تھی۔

وہ چند لمحے کھڑکی کے سامنے کھڑی رہی، باہر ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ ہرے پتوں پر پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔

پھر وہ چپ چاپ کچن میں گئی، ضامن کے لیے ناشتہ بنایا۔

سفید کپ میں چائے ڈالی۔ اس کا پیندیدہ بل والا پراٹھا اور ہاف فرائی آئڈہ بنایا۔

جب گھڑی دیکھی، تو سانس بچ رہے تھے۔

وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھی۔

کمرے میں ہلکی سی تاریکی تھی۔ صرف کھڑکی سے بارش کی نمی کی ایک ہلکی سی روشنی آ رہی تھی۔

ضامن بستر پر اُلٹا لیٹا ہوا تھا۔ گرے ٹراؤزر اور سفیدی ٹی شرٹ پہنے، کمرے میں صرف پاؤں تک کھینچا ہوا۔

بال بکھرے، ایک بازو تکیے سے نیچے، اور دوسرا جسم کے نیچے دبا ہوا۔

نورم کچھ لمحے خاموش کھڑی رہی۔ پھر دھیرے سے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا پھر فوراً ہاتھ ہٹا لیا،

"... ضامن... اٹھو... ساتھ بیٹھے ہیں"

لیکن ضامن کی نیندا تھی گہری تھی کہ جیسے کوئی خوابوں کی گہرائی میں ڈوبا ہو۔

وہ ہلاکت نہیں۔

نورم نے گردن موڑ کر ارد گرد دیکھا۔ پھر میز پر رکھا ایک پیپر ویٹ پکڑا، شاید اسی بہانے سے، اور وہ پیپر ویٹ جان بوجھ کر نیچے فرش پر گرا دیا۔

کچھ گرنے کی آواز ضامن کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

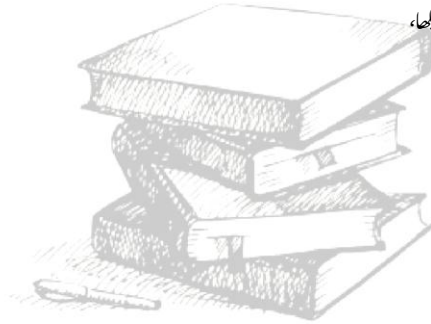
ضامن کی آنکھیں کھلیں، اس نے دھندلائی نظروں سے نورم کو دیکھا،

"کیا ہوا؟"

مدھم، نیند بھری آواز تھی۔

نورم گھبرا گئی۔

الفاظ گلے میں اٹک گئے۔



NOVEL-E-MEHAR

بس اتنا بولی،

"ساتھ بیٹھے ہیں... تمہیں جانا ہے نا؟"

"... ہمیں جانا ہے" وہ یہ نہ کہہ سکی کہ

یہ بولتے ہی وہ ایک دم پیچھے ہٹی اور تیزی سے واش روم میں چلی گئی۔

دروازہ بند ہونے کی ہلکی سی آواز کے بعد، ضامن نے کروٹ لی۔

سائیز ٹیبل پر پڑی ایک چھوٹی سی، خوبصورت، نکون نما گھڑی اٹھائی۔

ساتھ بیٹھے تھے۔

چند لمحے گھڑی کو دیکھتا رہا، پھر آہستگی سے آنکھیں موند لیں۔

کچن سے آتی ہلکی خوشبو نے کمرے کی فضا کو نرم سا کر دیا تھا۔

سامنے ٹیبل پر سادہ مگر نفیس ناشتہ رکھا تھا۔ دو کپ چائے، پراٹھے، ہلکے تلے ہوئے انڈے،

نورم چپ چاپ، خاموش نگاہوں سے ضامن کو دیکھ رہی تھی جو اب اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔ نیند کی ہلکی جھلک آنکھوں میں تھی، لیکن چہرے پر ہمیشہ جیسا
ستخیدہ وقار۔

نورم اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ دونوں کے بیچ کچھ لمحوں کی خاموشی رہی۔

"اپنے سارے ڈاکیومنٹس رکھ لینا،"

ضامن نے چائے کا پہلا گھونٹ لیتے ہوئے کہا،

"آج یونیورسٹی جانا ہے تمہارے ایڈمیشن کے لیے۔"

نورم کی انگلیاں کپ کے گرد جمی رہ گئیں۔

اس نے دیر سے نظریں اٹھائیں،



NOVEL-E-MEHAR

جیسے یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔

خاموش، حیرت زدہ، جیسے کوئی برسوں بعد بھولا ہوا خواب اچانک آنکھوں کے سامنے آجائے۔

ضامن نے اسے دیکھا، اور پھر نرمی سے مسکرایا،

"جاتا ہوں، بہت دیر کر دی... سٹیبل ہونے میں وقت لگ گیا۔"

اس کے لہجے میں وہ ملال تھا، جو شاید اس نے خود سے بھی چھپا رکھا تھا۔

"لیکن یہ یونیورسٹی بہت اچھی ہے، نورم۔ تمہیں پسند آئے گی۔"

نورم کی آنکھوں میں نمی ہی تیر گئی۔

وہ کچھ بولی نہیں، بس چائے کی سطح کو دیکھتی رہی جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو، پر لفظ ساتھ چھوڑ چکے ہوں۔

"تم... تمہاری پڑھائی کا کیا؟"

اس کے ہونٹ کانپے۔ سوال چھوٹا تھا، لیکن اس میں سالوں کی قربانیوں، چپ، اور ادھورے خوابوں کی کہانی تھی۔

:ضامن نے چائے کا کپ نیچے رکھا، ٹیکن سے ہاتھ صاف کیے اور تھوڑا جھک کر سنجیدگی سے کہا

"تم پڑھو یا میں پڑھوں... بات برابر ہی ہے، نورم۔"

"فرق صرف اتنا ہے کہ اب میری جیت، تمہاری کامیابی سے جڑی ہے۔"

نورم کا دل ایک لمحے کو تھم سا گیا۔

... ایسا جملہ، ایسی اپنائیت

اسے لگا وہ لفظوں سے اسے مان دے رہا ہے۔

ضامن اٹھا، اور بغیر کچھ کہے بیڈروم کی طرف گیا۔

کچھ لمحوں بعد واپس آیا، ہاتھ میں جوتے تھے۔

صوفے پر بیٹھ کر بڑے سلیقے سے پسینہ لگا۔



نورم نے چپ چاپ برتن اٹھائے، کچن میں رکھے۔ پھر بیڈروم گئی، ایک ہلکی سی چادر اٹھائی اور واپس آکر اوڑھ لی۔

آج اس نے نارنجی رنگ کی فرائز پہنی تھی، نیلے رنگ کا کھراپا جامہ، اور نیلے رنگ کی مہرب چادر جو کندھے سے ڈھلک رہی تھی۔

سادگی، رنگوں کا امتزاج، اور اس کی خاموش خوبصورتی— ایک مکمل دو تیزہ معلوم ہو رہی تھی وہ۔

ضامن اب مکمل آفس لک میں تھا، سفید شرٹ، نیلا کوٹ، گہرے خاکی رنگ کی پینٹ، اور ہلکی سی خوشبو۔

دونوں اب اپارٹمنٹ سے نکل کر شہر کی طرف بڑھنے لگے۔

کو الہ پور کی سڑکوں پر زندگی رواں تھی۔

فضا میں ہلکی نمی، مگر ہلکی دھوپ ہر منظر کو سنہری سا کر رہی تھی۔

سڑکوں پر لوگ، دکانیں، کیمرون ہائیوے سے آئے پھولوں کے اسٹال، اور ہر طرف خوش لباس نوجوان۔

ٹریفک ہموار، اور شہر کی عمارتیں گویا کسی ڈیزائنر کے خواب سے نکلی ہوئی۔

پھر وہ پہنچے، ایک بڑی، پر شکوہ یونیورسٹی کے سامنے۔

"University of Malaya"

مرکزی دروازہ سنگ مرمر سے بنا ہوا تھا، جس پر بڑے حروف میں یونیورسٹی کا نام چمک رہا تھا۔

اندراخل ہوتے ہی ایک کشادہ، سرسبز میدان، درختوں کی قطاریں، فوارے، اور بین الاقوامی طلباء کی رونق۔

طلباء رنگ رنگ لباسوں میں، کچھ لیب کوٹس پہنے، کچھ نوٹس ہاتھ میں لیے، کچھ کیفے کی جانب بڑھتے۔

یہاں کی فضا میں علم، وقار، اور زندگی تھی۔

نورم نے اطراف دیکھا—ہر چیز نئی تھی، مگر خوبصورت۔

لیکن ایک خلا تھا، جو صرف وہ محسوس کر سکتی تھی۔

"چلو، مین آفس کی طرف،"



NOVEL-E-MEHAR

ضامن نے دیر سے کہا، اور وہ اس کے پیچھے چل پڑی۔

ایسے جیسے کوئی بچہ ماں کا دامن تھامے انجانا جگہ میں داخل ہو۔

آفس کے اندر ایئر کنڈیشننگ ماحول تھا، سامنے ریسپشن، دائیں جانب ایڈمیشن ڈپارٹمنٹ۔

ضامن نے اعتماد سے بات شروع کی

"Hello, I need to discuss a new international student admission."

سامنے بیٹھی خاتون نے مسکرا کر جواب دیا

"Sure, please provide the academic documents and passport copy."

ضامن نے بیگ سے نورم کے تمام کاغذات نکال کر انہیں دیے۔

خاتون نے ایک نظر دوڑائی،

"She's from Pakistan... Lahore? Hmm... very good. But we will start her from first year, as per our credit system."

ضامن نے اثبات میں سر ہلایا،

"That's fine. She's ready."

خاتون نے فائل سائڈ میں رکھی اور پوچھا:

"What was her previous field?"

ضامن نے کہا،

"Medical."

خاتون نے سوالیہ نظروں سے نورم کی طرف دیکھا،

"And now? Medical again?"

نورم نے ایک لمحہ توقف کیا، پھر سر نفی میں ہلایا۔

"No... not anymore."

اس کے لہجے میں دھیمی سی ٹوٹ پھوٹ تھی۔

کیف یاد آیا تھا... سفید کوٹ میں مسکراتا، اس کی آنکھوں میں خواب سجائے۔

اب وہ خواب نہیں تھے— بس ایک سایہ تھا۔

خاتون نے دوبارہ ضامن سے پوچھا،

"So what field are you applying for now?"

"تمہارے دل میں کیا ہے؟" ضامن نے نورم کی طرف دیکھا، جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو،

نورم نے لبوں پر ہلکی سی جنبش دی،



NOVEL-E-MEHAR

"Psychology."

آواز آہستہ تھی، اتنی کہ ضامن نے ہی، بمشکل سنی تھی۔

ضامن نے سر ہلایا،

"She wants Psychology."

یونیورسٹی کی گیلریوں سے گزرتے ہوئے نورم اب بھی ضامن کے پیچھے تھی، بالکل قریب، جیسے کوئی معصوم بچہ جو جسے ہر قدم پر کسی سائے کی پناہ چاہیے۔

نہ جانے کیوں، آج وہ اندر سے اتنی چھوٹی، اتنی نازک محسوس ہو رہی تھی... جیسے ایک بار پھر نئی زندگی شروع ہو رہی ہو۔

یونیورسٹی کی عمارت سے باہر نکلنے ہی سورج کی روشنی نے ان کے چہروں کو چھوا۔ ضامن نے نظریں نورم پر گاڑیں، جواب بھی خاموشی سے سامنے سڑک کو دیکھ رہی تھی۔ چہرے پر ہلکی مسکراہٹ، جیسے برسوں بعد کسی نے دل سے سراہا ہو۔

"چلو، تمہیں گھر ڈراپ کر دوں... پھر مجھے آفس بھی جانا ہے۔"

نورم نے سر ہلایا، لیکن اس کی آنکھیں... وہ بول رہی تھیں۔ وہ روشنی، جو یونہی نہیں لوٹی تھی۔ ضامن نے پلکیں جھپکیں... ایک لمحہ سوچا، پھر گاڑی کا رخ بدل دیا۔

"گھر نہیں جا رہے؟"

NOVEL-E-MEHAR

"نہیں۔ آج آفس نہیں... آج صرف تم۔"

نورم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"— پر ضامن"

میں تمہاری آنکھوں میں وہ روشنی واپس دیکھ رہا ہوں... میں اسے کہیں جاتے نہیں دیکھ سکتا۔ آج تمہاری آنکھیں چمک رہی ہیں نورم... میں انہیں بچھنے نہیں دینا چاہتا،"

گاڑی کی رفتار آہستہ ہوئی تو سامنے ایک وسیع و عریض میدان پھیلتا گیا، جس کے بیچ میں لمبا سا پرچم ہوا سے ہلکا تھا۔ ضامن نے گاڑی روکی، دروازہ کھولا اور نورم کی طرف بڑھا۔

"یہ ہے مرڈیکا اسکوائر... جہاں ملائیشیا کی آزادی کا پہلا اعلان ہوا تھا۔"

نورم نے نگاہ اٹھا کر آسمان کی بلندیوں کو دیکھا جہاں قومی پرچم فخر سے لہرا رہا تھا۔ ارد گرد نوآبادیاتی دور کی عمارتیں تھیں، جن پر سرخ اینٹوں اور سفید پتھروں کا امتزاج تھا۔ ایک طرف خوبصورت فاؤنٹین پانی کی دھاریں اچھال رہا تھا، تو دوسری جانب لوگ تصویریں کھینچ رہے تھے۔

نورم دھیرے دھیرے چلنے لگی، اُس کے چہرے پر حیرت اور دل پر سکون۔

"یہ جگہ... کتنی پیاری ہے ضامن۔"

ضامن نے مسکرا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ہاں، جیسے وقت تھم گیا ہو... جیسے ہمارے لمحے یہیں محفوظ ہو رہے ہوں۔"

انہوں نے چند دیر وہیں گھومتے ہوئے تصویریں کھینچیں، کچھ وقت گھاس پر بیٹھ کر دھوپ کو محسوس کیا، اور پھر اگلی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

اب وہ شہر کی دھڑکن کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سورج غروب ہو چکا تھا، اور اب روشنیوں کا شہر جاگ رہا تھا۔ جیسے ہی ناورز سامنے آئے، نورم کی سانسیں ٹھہر گئیں۔

اُس کی آواز میں بچوں جیسا تجسس تھا۔ "یا اللہ... یہ اتنے اونچے ہیں؟"

دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے نیچے کھڑے تھے، اوپر چمکتے روشنیوں سے مزین ناورز، آسمان کو چھونے والے۔ ان کے پیچ کاپل بھی جگہ گرا تھا، جیسے دو مقدر آپس میں جڑ گئے ہوں۔

یہ کونسی جگہ ہے، نورم نے پوچھا۔

بیٹرونا ٹوئن ناورز۔۔۔۔۔

ضامن نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی،

ہماری طرح۔۔۔۔۔ "جیسے یہ دونوں ناورز... ہمیشہ ساتھ رہنے کے لیے بنے ہوں۔"

نورم نے نظریں پڑائیں، چہرہ سرخ ہو گیا۔

دو دونوں اندر گئے، لفٹ کے ذریعے اوپر کی منزلوں تک پہنچے۔ شیشوں کے پار پورا کولا پور جگہ گرا تھا۔ نیچے گاڑیاں، رنگ برنگی لائٹس، اور ہوا میں ہلکی سی مینٹی۔

"یہ لمحہ... میں کبھی نہیں بھولو گی۔"

نورم نے پلکیں جھپکیں... جیسے اس لمحے کو اپنی روح میں قید کر لیا ہو۔

اب سفر شہر کے شور سے ہٹ کر خاموش پہاڑوں کی طرف بڑھا۔ جیسے جیسے گاڑی آگے بڑھی، ارد گرد کے مناظر بدلنے لگے۔ بلند و بالا پہاڑ، گنے درخت، اور ایک سنہری مجسمہ — 42 میٹر اونچا — سامنے کھڑا تھا۔

"یہ ہے ہندو دیوی مرگن کا مندر، باتو کیوز۔"

نورم نے سحر زدہ نظروں سے دیکھا۔ سامنے میز ہیماں تھیں، جو سات رنگوں سے سجی ہوئی تھیں، اور بہت اونچائی تک جاتی تھیں۔ ہر رنگ جیسے ایک جذبے کی علامت ہو۔

نورم نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اتنی سیڑھیاں؟"

"اگر تم ساتھ چلو تو پہاڑ بھی چھوٹا لگتا ہے۔"

دونوں سیڑھیاں چڑھنے لگے، ہاتھوں میں ہاتھ، قدم بہ قدم۔ ارد گرد بندروں کی شرارتیں، زائرین کی دعائیں، اور قدرت کا سکون۔ اوپر پہنچ کر سانسے چٹانوں میں بنامندر، اور اس کے اندر جلتی لوئیں—ایک الگ ہی دنیا۔

نورم نے آنکھیں بند کیں، اور دل کی گہرائی سے سکون محسوس کیا۔

"یہاں کا سکوت... دل کو تھام لیتا ہے ضامن۔"

شام ڈھل رہی تھی۔ اب وہ لیک گارڈن کی طرف روانہ ہوئے۔ درختوں کی چھاؤں، پرندوں کی آوازیں، اور جھیل کے کنارے بنے پیدل راستے—سب کچھ گویا کسی خواب کی مانند تھا۔

یہ ہے شہر کا سب سے پرانا گارڈن،

نورم نے گھاس پر بیٹھ کر جوتے اتار دیے۔ اس نے پانی میں پاؤں ڈالا، اور گہرے سانس لیے۔

"...یہ زندگی ہے ضامن... ایسی ہونی چاہیے زندگی"

ضامن نے اس کے قریب بیٹھ کر ہتھیلی میں اس کی ہتھیلی لی،

"...اب بھی ہو سکتی ہے نورم، اگر تم چاہو"

NOVEL-E-MEHAR

نورم نے دھیرے سے اپنا سرا اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ چند لمبے خاموشی کے گزرے... لیکن ان لمحوں میں ساری باتیں ہو چکی تھیں۔

رات گہری ہو چکی تھی۔ شہر کی بلند ترین بلڈنگز میں سے ایک پر ایک چھوٹا سا ریٹورنٹ تھا، وہاں صرف ہلکی موسیقی، شمع کی روشنی، اور شہر کی روشنیوں کا منظر تھا۔

نورم نے پوچھا۔ "تم نے میرے لیے پورا دن نکالا؟"

"نہیں... میں نے یہ دن تمہارا بنا دیا۔"

ڈن کے دوران وہ دونوں مختلف کھانوں کا ذائقہ لیتے، ہنستے، ایک دوسرے کے چہروں پر چھپے لمحوں کو پڑھتے رہے۔ کولا پور نیچے جگمگا رہا تھا، اور ان کے دل اوپر کسی خاص مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔

گاڑی واپس اسی سڑک پر تھی جس سے صبح چلے تھے، لیکن اب ہر چیز بدل چکی تھی۔ نورم خاموش تھی، لیکن اس کی خاموشی میں وہ سب کچھ تھا جو وہ کہنا چاہتی تھی۔

"آج کا دن... ہمیشہ کے لیے یاد رہے گا ضامن۔"

"یہ تو صرف ایک دن تھا نورم... اصل سفر ابھی باقی ہے۔"

ضامن نے نورم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے چھوا۔۔

نورم کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑا اٹھی۔۔

لیکن اس نے ہاتھ نہ کھینچا۔۔

— دروازہ کھلتے ہی نورم نے پاٹ کر ایک آخری نظر ضامن پر ڈالی

اور اس نظر میں، مان، شکر، اور ایک انجانا سا تعلق چھپا تھا۔

دوپہر کے وقت کا دھندلا سا سکون تھا۔ ماہر اور ازلان لائچ میں بیٹھے تھے، صوفے پر نیم دراز، ایک دوسرے سے ہلکی پھلکی باتیں کر رہے تھے۔ میز پر چائے، بسکٹ، اور کیک رکھا ہوا تھا۔ موسیٰ علوی اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے، افتخار علوی اور شفق چائے کے کپ سب لے رہے تھے۔

ماہر کا انداز سنجیدہ تھا۔ وہ چائے کا کپ تھامے خاموش بیچارہ، جیسے کسی الجھن میں ہو۔ افتخار نے غور سے دیکھا، مگر کچھ نہ کہا۔

چند لمحوں گزرے تو ماہر نے ہلکی سی کھانسی کی، جیسے بات کرنے کی تمہید باندھ رہا ہو۔ سب کی نگاہیں اس پر ٹھہر گئیں۔ موسیٰ علوی نے اخبار نیچے رکھا، شفق نے چائے کا کپ میز پر رکھا، اور افتخار نے آنکھوں سے ہی پوچھا کیا ہوا۔ ازلان کی پیشانی پر دلچسپی کے آثار نمودار ہوئے۔

"مجھے آپ سب سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" ماہر نے گلا کھٹکا کر کہا، "دادا جان بابا ماہر"

موسیٰ علوی نے بھنوں اور اٹھائیں،

"کیسے بیٹا، خیریت ہے؟"

افتخار بھی اسکی طرف بغور متوجہ ہوئے۔۔

ماہر نے ہلکا سا مسکرانے کی کوشش کی، پھر نظریں سب پر دوڑائیں۔

"بات دراصل یہ ہے کہ... میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک لمحے کو سکوت چھا گیا۔ جیسے کمرے نے گہرائی سے اس جملے کو سنا ہوا۔

پھر اگلے لمحے افتخار علوی کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بیٹا، یہی تو ہم بھی چاہتے ہیں... بلکہ ہمارا ارادہ ہے کہ تم دونوں بھائیوں کی شادی ساتھ ہی کر دیں۔"

موسیٰ علوی نے ماہر کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔۔۔

ازلان تو بس اپنے بھائی کی معصومیت دیکھ رہا تھا۔۔۔

شفیق کی آنکھوں میں خوشی کی چمک ابھری۔ وہ ماہر کے قریب آ بیٹھی اور ہلکے سے بولی،

"فری ہے نا؟"

ماہر نے نظریں جھکائیں، چائے کا کپ میز پر رکھا اور شرماتے ہوئے ہلکا سا سر بلایا۔

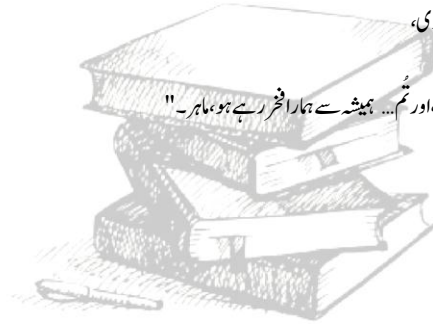
"جی... وہی ہے۔"

اب تو ہنسی اور خوشی کا شور سا مچ گیا۔ موسیٰ علوی نے ہاتھ اٹھا کر دعا دی،

"اللہ نصیب اچھے کرے تم دونوں کے... فری، بہت بیماری پچی ہے، اور تم... ہمیشہ سے ہمارا فخر رہے ہو، ماہر۔"

ازلان نے منہ ٹھڑا کرتے ہوئے کہا،

کیا مطلب میں فخر نہیں ہوں؟



تم دونوں ہی تو اس گھر کی رونق ہو ہمارا فخر ہو۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

افتخار نے فخر یہ انداز میں کہا۔۔۔

شفیق نے ہستے ہوئے کہا،

"... بس اب جلدی سے ماہر کے رشتے کی بھی بات چیت شروع کرتے ہیں"

ماہر کی نظروں میں اب سکون تھا۔ جیسے دل کا بوجھ ہلکا ہو چکا ہو، اور ہر چہرے پر بکھرتی یہ خوشی، اس کے فیصلے کی سند تھی۔

شاہ ویلا کی خاموش دیواروں پر شام کے سائے رنگ رہے تھے۔ صحن میں لگے سفید موتیا کے پودے ہلکی ہوا میں مہک بکھیر رہے تھے۔ برآمدے کے ستونوں سے ٹیک لگائے شاہ میر شاہ، وہی وقار اور سکون لیے پیٹھے تھے جو ان کے چہرے کا خاصہ تھا۔ اندر ڈرائنگ روم کی فضا آج خاص تھی۔ فرش پر نئی قالین بچھی تھی، کرسٹل کے جگمگاتے گلاسز میز پر قرینے سے رکھے تھے، اور ہلکے رنگوں کی چیمبی کی پلیٹوں میں تازہ پھل اور نمکوعہ سجے تھے۔

شفق علوی ہلکی گلابی ساڑھی میں، ایک محتاط مگر پر جوش سی مسکراہٹ لیے بیٹھی تھیں۔ افتخار علوی نے سفید شلوار قمیض کے ساتھ ہلکی گرے واسکٹ پہنی تھی، اور چہرے پر وہ خاص سنجیدگی تھی جو ہمیشہ کسی اہم بات کے آغاز سے پہلے آتی ہے۔

سامنے بیٹھے شاہ میر شاہ کے روبرو احمد شاہ بیٹھتے تھے۔ اور ان کے ساتھ سمرین، جن کے چہرے پر سکون اور تحفظ کا ایک ساتھ رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ قریب ہی رابعہ بیگم بھی موجود تھیں، جن کے چہرے پر خاموشی اور بصیرت تھی۔

"... ہم ایک خاص مقصد کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں آج"

موسیٰ علوی نے گفتگو کی ابتدا کی، اور کمرے میں یکایک خاموشی چھا گئی۔

"... ہم ماہر کے لیے فری کا رشتہ چاہتے ہیں"

ایک لمحہ جیسے ٹھہر گیا۔ سمرین نے چونک کر احمد شاہ کی طرف دیکھا، اور پھر غیر ارادی طور پر ان کی نظر رابعہ پر جا ٹھہری۔ احمد شاہ نے کچھ نہ کہا، مگر ان کی آنکھوں میں ایک گہرا تجزیہ تھا۔ جیسے وقت کے اوراق پلٹ کر وہ فری کی ہر عمر، ہر معصوم لمحے کو تول رہے ہوں۔

"... فری تو ابھی صرف اٹھارہ کی ہوئی ہے افتخار بھائی"

سمرین نے دیر سے کہا، جیسے خود کو قائل کر رہی ہوں۔

"اور ماہر... وہ تو ضامن سے بھی بڑا ہے۔"

شفق بیگم نے دیر سے مسکرا کر کہا،

NOVEL-E-MEHAR

"ہم جانتے ہیں... عمر کا فرق ہے۔ لیکن فری کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔ اور ماہر کے دل میں اس کے لیے جو عزت ہے، جو سلیقہ ہے، وہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

افتخار علوی نے نرمی سے بات سے آگے بڑھائی،

"ہم نے اپنی اولاد کے فیصلے ہمیشہ ان کی بصیرت سے جانچے ہیں، اور ماہر... ماہر نے اگر فری کو اپنی شریک حیات کے طور پر چننا ہے، تو ہمیں اس کی سچائی پر یقین ہے۔"

شاہ میر شاہ نے اس لمحے پہلی بار کچھ کہا۔

"محبت عمر نہیں دیکھتی، اور نہ ہی وقت... رشتے نیتوں سے بنتے ہیں، اور وہی رشتے وقت کے ہر امتحان میں سرخرو ہوتے ہیں۔"

احمد شاہ نے اپنے والد کی طرف دیکھا اور پھر سمرین سے مخاطب ہوئے،

"آبا جان ٹھیک کہتے ہیں۔ نورم اور ضامن کے بیچ بھی عمر کا فرق تھا... لیکن محبت اور ایثار نے وہ فاصلہ ختم کر دیا۔"

رابعہ بیگم نے آہستہ سے کہا،

"فری کے دل میں اگر کوئی گلہ شکوہ نہ ہو... تو شاید یہ رشتہ فری کی قسمت بدل دے۔"

سمرین خاموش تھیں۔ اُن کی آنکھیں نم ہونے کو تھیں۔ بیٹی کے بچپن سے جوانی تک ہر منظر ذہن کے پردے پر لہرا گیا۔ وہ ننھی سی گڑیا جو ہر بات پر ضد کرتی، جو بارش میں بھینگے کے لیے اجازت مانگتی، جو ماہر کو بڑے بھائی کی طرح بلاتی... اور اب، وقت اُسے اُس کے لیے مانگ رہا تھا۔

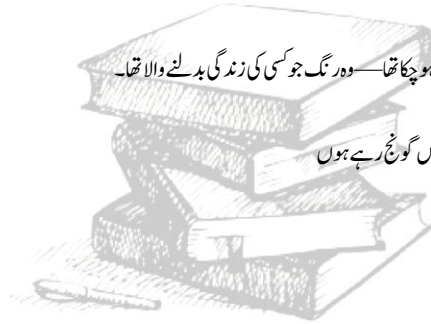
"...مجھے فری سے بات کرنی ہوگی"

ان کی آواز ٹوٹی ہوئی، دھیمی تھی۔

شفیق نے دھیرے سے اُن کا ہاتھ تھاما،

"وقت لیجیے... ہم کوئی جلدی نہیں کر رہے، صرف یہ چاہتے ہیں کہ فری کا نصیب ایسی جگہ ہو جہاں اُس کی عزت ہو، اُس کی ہنسی محفوظ ہو، اور اُس کے آنسو کوئی سمجھے۔"

سمرین نے نظریں پُرا کر سر بلایا۔



کمرے میں مہکتی چائے کی خوشبو میں ایک نئے رشتے کا رنگ شامل ہو چکا تھا۔ وہ رنگ جو کسی کی زندگی بدلنے والا تھا۔

:احمد شاہ نے آسمان کی طرف دیکھا، جیسے دُعا کے الفاظ اُن کے دل میں گونج رہے ہوں

"...یارب، جو رشتہ تو جوڑ دے، وہ کبھی نہ ٹوٹے"

NOVEL-E-MEHAR

لاہور کی سڑک، صبح کی پہلی کرن سے نہائی ہوئی، ایک لمحے کو ایسے چمک رہی تھی جیسے کسی نے سونے کا غبار چھڑک دیا ہو۔ درختوں کی لمبی چھاؤں، سڑک کے کنارے جا بجا پھیلی ہوئی، خاموشی میں لپٹی دھوپ کی چادر جیسے کسی سانس لیتے شہر کا خواب ہو۔

اناہیہ، اپنی کالج بس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ نیلے رنگ کی شمال میں لپٹی، دھیرے دھیرے انگلیوں سے اپنا بیگ اکو نامر وڑ رہی تھی۔ آنکھوں میں نیند کی بقیہ نمی اور ذہن میں آج کے پیپر کی... بے چینی

تجبی ایک لمحہ رکا، وقت جیسے تھا۔

پچھلے سے اچانک ایک مرسیڈیز گاڑی کا شور، اور اس کے کانوں میں ٹائروں کی چیخ سنائی دی۔ گاڑی بالکل اس کے پاس آ کر رکی۔ دونوں جوان برق رفتاری سے نکلے۔

ایک نے اناہیہ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، دوسرا اسے جھکے سے گاڑی میں کھینچ لے گیا۔ اس کی چیخیں، اس کی کانپتی آواز، اس کی مزاحمت... سب بے آواز رہ گئیں۔ سڑک ویسے ہی خاموش رہی، دھوپ ویسے ہی چمکتی رہی جیسے کچھ ہو اہی نہ ہو۔

گاڑی شہر سے باہر فارم ہاؤس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

وہ فارم ہاؤس—قدرتی حسن کا شہکار، گلاب کے پھولوں سے لدے درخت، سبز ہا ایسا جیسے کسی مصور نے برسوں دل سے رنگ بھرا ہو۔ پر اندر... ایک ستانا۔ ایک زہر آلود خاموشی۔
انا بیہ ہوش تھی۔

نڈھال، جیسے جان ہی نکل چکی ہو۔

دو افراد اسے اٹھا کر ایک کمرے میں لے گئے۔ نرم بستر، خوشبودار پردے، دیواروں پر کلاسیکل پینٹنگز، اور پھر... دروازہ بند۔

کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ انا بیہ کی آنکھ کھلی تو ایک پل کو کچھ سمجھ ہی نہ آیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھی، الجھتے بال، کانپتے ہاتھ، اور گھبرائی سانسوں کے ساتھ دروازے کی طرف لپکی۔

"کوئی ہے؟ پلیز، مجھے یہاں سے نکالو... میرا دم گھٹ رہا ہے... کوئی ہے؟"

اس کی آواز کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس اس کے اندر گونجی۔

وہ تھک ہار کر زمین پر ڈھے سی گئی۔۔۔

دروازہ کھلا۔

اور وہ آیا۔



وہی آنکھیں، وہی چہرہ، وہی انجانی خاموشی میں چھپا ہوا تھا، آج سامنے تھا۔

NOVEL-E-MEHAR

... نیلی شرٹ، سیاہ جینز، چمکتے سیاہ بال

آنکھوں میں سرد موسم کی گہرائی، اور لبوں پر ایسی سنجیدگی جیسے برسوں کی اداسی سمیٹ رکھی ہو۔

وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ انا بیہ دیوار سے جا گئی۔

وہ بچوں کے بل بیٹھا، اور چند لمحوں میں اسے دیکھتا رہا۔

پھر آہستہ سے اس کے چہرے سے پسینہ میں شرابور لٹ کوکان کے پیچھے کیا۔

"کیا حال بنا لیا ہے تم نے اپنا، لٹل گرل؟"

انا بیہ نے پیچھے ہونے کی کوشش کی، تو اس نے چہرہ اپنی طرف موڑ لیا۔

مجھ سے بھاگ رہی ہو؟ ہاں؟ مجھ سے؟"

"! میں تمہارا آج ہوں... اور میں ہی تمہارا کل

پھر وہ اٹھا، سونے پر پڑا سے ایک کا مدار سرخ دوپٹہ اٹھایا۔ دوپٹہ اس کے سر پر ایسے اوڑھا جیسے اسے مکمل ڈھک دینا چاہتا ہو۔

"! زبیر، مولوی صاحب کو بھیجو"

کچھ لمحوں بعد کمرے میں چند لوگ داخل ہوئے۔

انا بیہ، گم صم، ڈری بیٹھی رہی۔

... ایک شخص نے اس کے سر پر بندوق رکھی— وہی، جو اس کے برابر میں بیٹھا تھا

"! انا بیہ بنتِ حمزہ خاندانہ، آپ کا نکاح بلال بن وجاہت خاندانہ کے ساتھ، حق مہر بچپن کروڑ میں کیا جا رہا ہے۔ کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

لفظ، جیسے کسی دور خلا سے آرہے ہوں۔

صرف ایک نام... بلال وجاہت خاندانہ... اس کے کانوں میں گونجا۔

— بچپن کے دن، دادا کا محل، ساتھ کھیلا گیا ہر لمحہ

بلال، جو اس کا بچپن تھا۔



اس نے آنکھیں بند کیں۔ آنسو خاموشی سے بننے لگے۔
NOVEL-E-MEHAR

وہ کچھ کہے نہ سکی۔۔۔"

مولوی نے دوبارہ الفاظ دہرائے۔

اس بار بھی وہ بس سر ہلا سکی۔

نکاح مکمل ہوا تو۔۔۔

لوگ چلے گئے۔

— صرف وہ دونوں رہ گئے

ایک ٹوٹی ہوئی، اور ایک دعویٰ لیے کھڑا ہوا۔

صارم ہال کے کونے میں کھڑا بے چینی سے موبائل کو انگلیوں میں گھمار رہا تھا۔ نورین دوپٹے کے پلو سے ہاتھ خشک کرتی کچن سے باہر نکلی تو اس نے فوراً بات چھیری۔

"...ماما، آپ سے ایک بات کرنی تھی"

نورین نے ایک لمحہ رکھی، اس کی طرف دیکھا اور پھر بنا کچھ کہے، صوفے پر جا بیٹھی۔

صارم آہستہ قدموں سے قریب آیا۔ دل جیسے دھڑکنے کے بجائے لرزنے لگا ہو۔

پلیز اپ ایک بار اس سے ملیں وہ بہت اچھی ہے۔۔۔ "ماما... میں... میں حوری سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک لمحے کے لیے کمرے کی فضا میں سکوت چھا گیا۔ نورین کے چہرے کے زاویے بدلے، لیکن لب نہ ہلے۔ اُن کی خاموشی شور کی طرح صارم کے اندر گونجنے لگی۔

"وہ بھی راضی ہے... دونوں طرف سے دل میں کوئی شک یا الجھن نہیں ہے، بس آپ کی رضا چاہیے، ماما۔"

نورین اب بھی خاموش رہیں۔ لیکن اُن کی آنکھوں میں وہ چپ لکیروں کی طرح کھینچ گئی جو صارم سمجھ چکا تھا۔ انکار کی لکیر۔

"ماما، میں جانتا ہوں آپ کو ان لوگوں سے شکایت ہے، پر میں... میں اپنے دل کے فیصلے کو رد نہیں کر سکتا۔ حوری میرے لیے صرف ایک لڑکی نہیں، وہ... وہ میری مکمل زندگی ہے۔"

نورین نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اُٹھیں، اور دھیرے سے کمرے سے باہر نکل گئیں۔ کچھ کہے بغیر۔

شاہ میر شاہ اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھے تھے، صبح کی تسلیج ختم ہو چکی تھی، لیکن ہاتھ اب بھی دانوں پر تھے۔ صارم جلدی جلدی لان کے راستے ان تک پہنچا، آنکھوں میں عجیب الٹا تھی۔

"!نانا جان"

وہ اُن کے پاس بیٹھا۔

"کیا ہوا، شہزادے؟ اتنی صبح صبح؟"

صارم نے بے تابی سے اُن کا ہاتھ تھاما۔

"میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"تو کہہ دو نا... روک کون رہا ہے؟"

"میں... حوری سے شادی کرنا چاہتا ہوں، نانا جان۔"

شاہ میر نے چونک کر اُسے دیکھا، لیکن غصے یا حیرت کی جگہ، اُن کے چہرے پر گہری سوچ اُتری۔

"اور حوریا؟"

"وہ بھی راضی ہے۔ لیکن... ماما نہیں مان رہی۔ اُن کے دل میں ابھی بھی گزرے وقتوں کی ناراضگی ہے... پلیز نانا جان، آپ ہی مانائیں انہیں۔"

شاہ میر شاہ نے چند لمحے خاموشی سے اُس کی آنکھوں میں جھانکا، پھر ایک گہری سانس لے کر اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"بیٹا! پرانے زخم جب چھپڑے جاتے ہیں، تو تکلیف ہونا فطری ہے۔ تمہاری ماما کا دل بھی بہت کچھ سہ چکا ہے۔"

"لیکن نانا جان، ہم وہ زخم نہیں ہیں... ہم تو صرف نئی شروعات کرنا چاہتے ہیں۔"

شاہ میر شاہ کے لبوں پر ایک نرم سی مسکراہٹ آئی۔

"تو پھر کرنی پڑے گی نئی شروعات۔"

اُنہوں نے آنہنگی سے کہا،

"میں بات کرتا ہوں تمہاری ماما سے... تم فکر نہ کرو۔ بس دعا کرو، دلوں کے دروازے کھل جائیں۔"

صارم کے چہرے پر پہلی بار روشنی سی جھلکی۔ اُس نے شاہ میر شاہ کا ہاتھ چوم لیا، اور دل کے اندر وہ پہلی سی خوشی جاگی۔ جیسے برسوں بعد کوئی دعا قبول ہوئی ہو، یا زندگی پھر سے مسکرائی ہو۔

NOVEL-E-MEHAR

"...انابہ"

بال کی آواز گہرے پائیوں کی طرح مدہم، لیکن جذبوں سے لبریز ہوتی ہے۔

"پتا ہے؟ میں نے یہ دن برسوں سوچا ہے۔ اتنے برس... جتنے تم گن بھی نہ سکو۔ ہر سال، ہر ماہ، ہر دن... میں نے تمہیں بس چاہا ہے۔ مگر تم ہمیشہ مجھ سے بہت دور رہی ہو۔"

وہ آہستہ آہستہ بولتا رہا، جیسے اپنی ہی باتوں میں الجھا ہو۔

لوگ کہتے تھے کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو... پر مجھے کبھی یقین نہ آیا۔ جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ جس دن میں یہاں سے جا رہا تھا تم نے مجھ سے نظریں پرائیں تھیں، میری آنکھوں میں آنسو "دیکھ کر اپنے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ میں نے اُس لمحے تمہاری خاموش محبت کو محسوس کر لیا تھا۔"

وہ تھوڑا سا قریب ہو گیا۔ انابہ کے لرزتے ہاتھوں کو دیکھا، جنہیں اس نے اپنے دوپٹے میں چھپا رکھا تھا۔

"مجھ پر یقین نہیں ہے؟ یا خود پر؟"

بلال کی آواز نرم ہوئی۔

میں نے تمہیں چرایا نہیں، انا بیہ۔ میں نے تمہیں واپس لیا ہے... تم وہ ہو جو برسوں پہلے میرے نام کی ہو چکی تھی، بچپن میں، دادا کی دعاؤں میں، ہمارے آنگن کی ہنسی میں۔ تمہاری تو گڑیا "بھی میرے نام کی تھی، یاد ہے؟"

انا بیہ کی پلکیں لرزیں۔ یادیں جیسے کسی طوفان کی طرح دل میں ٹوٹ پڑیں۔ وہ منظر... دادا کا صحن... بلال کا ہاتھ پکڑ کر بھاگتی انا بیہ، جو روٹھ جاتی تھی تو بلال اس کی گڑیا لے کر منالیتا تھا۔

بلال نے دھیرے سے ہاتھ بڑھایا اور اس کے دوپٹے کے کنارے کو انگلیوں سے چھوا۔

میں چاہتا تو تمہیں دنیا کے سامنے سر جھکائے بغیر پاسکتا تھا، پر میں نے صبر کیا۔ برسوں تمہاری رضامندی کا انتظار کیا۔ پھر زندگی نے جب ہر در بند کر دیے... اور تم میری نظروں سے، میری "رسائی سے، میرے مقدر سے نکلنے لگیں... تب میں نے تمہیں تھام لیا، جیسے کوئی دعا جو آخری لمحے میں قبول ہو جائے۔

: وہ اس کے مزید قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ آواز مزید گمبھیر اور دھیری ہو گئی

تم کہو گی، یہ زبردستی ہے۔ پر یہ زبردستی نہیں، یہ وہ وعدہ ہے جو میں نے تمہارے معصوم ہاتھوں کو تھام کر بچپن میں کیا تھا۔ تمہیں زندگی کے ہر لمحے میں محفوظ رکھنے کا وعدہ۔"

اب تم میرے پاس ہو۔

ڈرنے کی کوئی بات نہیں، انا بیہ۔

میں تمہاری مرضی کے بغیر تمہارے خواب تک میں نہیں آؤں گا۔

"... پر ایک بات کہنا چاہتا ہوں

NOVEL-E-MEHAR

: وہ جھک کر اس کے قریب آیا، آواز سرگوشی میں بدل گئی

اگر کبھی تنہائی میں دل دھڑکے، اگر کبھی سردراتوں میں میرا نام لبوں پر آجائے... تو جان لینا، محبت زبردستی سے نہیں، جذبے سے چھوئی جاتی ہے۔"

"اور میں نے تمہیں چھوا نہیں، صرف چاہا ہے... اتنا چاہا ہے کہ رب نے تمہیں میرے نصیب میں لکھ دیا۔

انا بیہ کا دل جیسے ایک انجانی گرمی سے پھلنے لگا۔

— بلال نے اس کا چہرہ دیکھا

نم آنکھیں، کانپتے ہوئے، اور سانسوں میں قید ایک انجان سی تسلیم۔

: وہ اٹھا، اور دھیرے سے بولا

ابھی تمہیں وقت چاہیے، میں جانتا ہوں۔ میں تمہیں گھر چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔"

وہ پلٹا، اور دروازے کی طرف بڑھا۔

— اتنا بیہوش ہوئی تھی، اور دل نے پہلی بار... اس نام کو بغیر مزاحمت کے دہرایا

"... بلال"

کمرے میں ہلکی سنہری روشنی بکھری ہوئی تھی۔ کھڑکی سے آتی ہوا کے ساتھ پردے کسی نرمی سے بل رہے تھے، جیسے فضا میں کوئی خوشبو، کوئی خبر تیر رہی ہو۔

فری اپنے بیڈ پر بیٹھی کتاب پڑھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، مگر دل تھا کہ ایک عجیب بے چینی سے بھرا ہوا تھا۔ جب سمرین اندر آئیں، تو اس کے چہرے پر معمول سے زیادہ سنجیدگی تھی۔

"... فری"

انہوں نے اسے پکارا، اور وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"جی، ماما؟"

سمرین نے کچھ بل اُسے دیکھا، جیسے ماپ رہی ہوں کہ یہ معصوم سا چہرہ کتنی بڑی بات سننے کے لیے تیار ہے۔

"... آج افتخار بھائی اور شفیق بھائی آئے تھے" NOVEL-E-MEHAR

ان کے لہجے میں ایک سنجیدہ نرم گرم سا تاثر تھا، جیسے کوئی بامعنی بات کرنے جا رہی ہوں۔

"کیا ہولہ ما؟ سب خیریت تو ہے؟"

فری نے گھبرا کر پوچھا۔

"وہ... تمہارے لیے رشتہ لائے تھے۔"

ایک لمحہ۔ دل کی دھڑکن جیسے کسی انجانی گھڑی پر ٹھہر گئی ہو۔ آنکھوں میں اچانک ایک چمک سی جاگی، چہرہ جیسے بے اختیار روشن ہو گیا۔ اور پھر وہ کچھ کہے بغیر، دھیرے سے مسکرا دی۔ وہ مسکراہٹ جو سب کہہ جاتی ہے بغیر زبان کے۔

سمرین نے چونک کر اُسے دیکھا،

"فری؟ تم خوش ہو؟"

"جی ماما... بہت خوش ہوں۔"

اُس نے بے ساختہ جواب دیا۔

"کیا تم... ماہر کو پہلے سے پسند کرتی ہو؟"

یہ سوال جیسے دھتھے سُردوں میں اس کے اندر اتر گیا۔ فری نے نظریں جھکا لیں، اور چند لمحوں بعد سر ہلایا۔

"...جی ماما"

"کب سے؟"

سمرین کی آنکھوں میں حیرانی اور نرمی دونوں تھیں۔

فری نے ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا،

"...جب سے انہوں نے مجھے بہن کہنا چھوڑا تھا"

یہ جملہ گویا کمرے کی فضا میں پھولوں کی خوشبو کی طرح بکھر گیا۔ سمرین کو اُس لمحے اپنی بیٹی بہت بڑی لگی۔ جس نے محبت کو خاموشی سے جیا، عزت سے چھپایا، اور یقین سے سنبھالا۔ وہ اُنھیں، اُس کی پیشانی چومی، اور بغیر کچھ کہے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

اگلی صبح، چائے کے وقت، سمرین نے خود کو مکمل سنبھالا ہوا پایا۔ احمد شاہ لان میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے، سورج کی پہلی نرم روشنی ان کے سفید بالوں پر پڑ رہی تھی۔ وہ اُن کے سامنے جا بیٹھیں۔

NOVEL-E-MEHAR

"...احمد، وہ رشتے کی بات تھی نا"

احمد شاہ نے اخبار سے نظریں ہٹا کر اپنی شریک حیات اور پہلی محبت کو بڑی محبت سے دیکھا۔

"جی بیگم فرمائیں؟"

"فری نے ہاں کر دی ہے۔"

یہ سن کر ان کے چہرے پر وہ پر سکون مسکراہٹ آئی جو ہمیشہ کسی فیصلے کی تصدیق پر آتی تھی۔

"ہم نے ہمیشہ بیٹیوں کی مرضی کو مقدم رکھا ہے، سمرین۔ اللہ کا شکر ہے فری کی قسمت اچھی ہے... ماہر جیسے سمجھدار اور باحیالڑکے سے اچھا رشتہ اور کیا ہو گا۔"

بس دعا ہے ضامن اور نورم کی زندگی بھی سنور جائے۔۔۔ نورم بھی ضامن کو قبول کر لے۔۔۔

سمرین نے آہستہ سے کہا،

آئین بس میرے دونوں بچے خوش رہیں ہمیشہ

مہیر نے جو طریقے سے بات کہی، عزت سے، اجازت مانگی... وہی اُس کی تربیت کا ثبوت ہے۔ اور فری... وہ بچی نہیں رہی۔ وہ اب سمجھتی ہے کہ عزت کہاں محفوظ ہے، اور دل کہاں "مطمئن"۔

احمد شاہ نے سر ہلایا۔

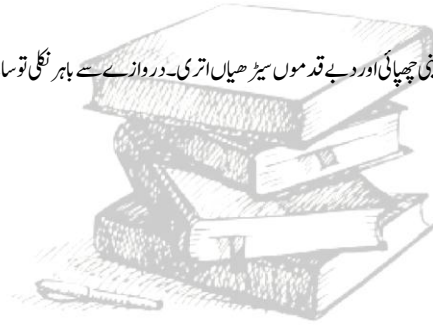
"پھر ٹھیک ہے۔ افتخار بھائی کو کہہ دیتا ہوں... یہ رشتہ ہمیں منظور ہے۔"

شاہ ویلا کی فضا میں اس صبح نئی روشنی اتر رہی تھی۔ کہیں دور، باغ کے کونوں میں کھلتے پھول جیسے گواہی دے رہے تھے۔ کہ آج کوئی دُعا، کوئی خواہش، کسی کی قسمت بننے جا رہی تھی۔

اناہیہ نے لرزتے ہاتھوں سے دوپٹہ درست کیا، آنکھوں میں بے چینی چھپائی اور دبے قدموں سیڑھیاں اتری۔ دروازے سے باہر نکلی تو سامنے بلال گاڑی کے ساتھ کھڑا تھا۔ سنجیدہ چہرہ، اور آنکھوں میں کچھ ایسا جو وہ پڑھ نہ سکی۔

بلال نے دروازہ کھولا، اناہیہ بغیر کچھ کہے بیٹھ گئی۔

گاڑی میں خاموشی چھا گئی۔



شہر سے کچھ دور، ایک خاموش سڑک پر بلال نے گاڑی روک دی۔

جانتی ہو؟ تم آج بھی ویسی ہی لگ رہی ہو، جیسی تم بچپن میں ہو کرتی تھیں۔۔۔ مانی لیٹل گرل۔۔۔"

بلال کے لہجے میں نئی آگئی۔

"میں سوچتا تھا، جب تم میری بیوی بنو گی، تو سب سے پہلے تمہیں امی سے ملواؤں گا۔ لیکن اب دیکھو... چھپ کے نکاح کیا ہے، جیسے کوئی جرم ہو۔"

اناہیہ نے نظریں جھکا لیں۔ وہ بولتا رہا

پتا ہے، میں نے تمہیں کیوں اپنا یا؟ اس لیے نہیں کہ تم خوبصورت ہو، یا اس لیے کہ بچپن سے میرا دل تم پر تھا... بلکہ اس لیے کہ اب مجھے تمہارے بغیر اپنی زندگی ادھوری لگتی ہے۔۔۔"

اس کی آواز بھاری ہونے لگی

"پر اب لگتا ہے، تمہیں صرف نکاح سے نہیں، مجھ سے بھی ڈر لگتا ہے۔ جیسے میں تمہاری زندگی میں کوئی زبردستی داخل ہوا شخص ہوں۔ جیسے تمہارے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں۔"

"مجھے وقت چاہیے... بلال... یہ سب بہت اچانک ہوا۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ یوں چھپ کے "اناہیہ کے لب تھر تھرا گئے۔ وہ بولی،

: بلال نے اس کی بات کاٹ دی، لیکن لہجہ بلند نہیں کیا، بس سنجیدہ اور کاٹ دار ہو گیا

"میں نے تمہیں عزت دی ہے اناہیہ... دنیاسے چھپ کے سہی، مگر عزت دی ہے۔ تم میری بیوی ہو، اور بیوی کو وقت ضرور دیا جاتا ہے، مگر بھولا یا نہیں جاتا۔"

: وہ تھوڑا جھک کر اس کے قریب ہوا، اور سخت لہجے میں بولا

"ایک بات سن لو، اگر یہ نکاح کسی کو بھی پتا چلا— تمہارے بھائی، تمہاری ماں، کسی کو بھی— تو تمہیں اپنے بھائی کی لاش بھی نصیب نہیں ہوگی۔"

اناہیہ کا رنگ زرد پڑ گیا۔ آنکھوں میں دہشت اتر آئی، دل کی دھڑکن جیسے رک گئی ہو۔

بلال سیدھا ہوا، گاڑی اسٹارٹ کی، اور کچھ دیر بعد اسے اس کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر اتار دیا۔

جاؤ، آرام سے گھر جاؤ۔ کسی کو خبر نہ ہو کہ تم کہاں تھی۔"

"اور ہاں... رونا ہے تو اپنے کمرے میں جا کے رو لینا۔ محبت کی راہ میں خوشیاں ملتی ہیں، پر قیمت بھی دینی پڑتی ہے۔"

اناہیہ لڑکھڑاتے قدموں سے گھر کی دیوار کے ساتھ چپک کر اندر داخل ہوئی۔ کسی کو خبر نہ ہو سکی۔

اپنے کمرے میں آتے ہی دروازہ بند کیا، اور جیسے ہی وہ پلٹی، آنسو رک نہ سکے۔

NOVEL-E-MEHAR

کیوں... کیوں کیا میں نے یہ نکاح...؟"

کیوں آیا وہ یوں...؟

کیوں دی دھمکی...؟

"کیا یہی محبت تھی؟

وہ بستر پر گر گئی، گال نیچے میں چھپا لیے، اور آنسو ایک ایک کر کے اس کے سارے خواب بہا لے گئے۔

رات ڈھل چکی تھی۔ کولا پور کی بلند و بالا عمارتوں کے بیچ ضامن کے اپارٹمنٹ کی بالکونی سے آسمان پر نکلی ستاروں بھری چھت نرم روشنی بکھیر رہی تھی۔ شہر خاموشی اوڑھے سو گیا تھا۔ اندر کمرے میں ہلکی ہلکی مدھم مدھم روشنی میں ضامن بیڈ پر نیم دراز تھا۔ ایک ہاتھ کی انگلیاں نرمی سے نورم کے بالوں میں الجھی تھیں جو اس کے سینے پر سر رکھے سو رہی تھی۔ اس کی سانسوں کی رفتار دھیمی، گہری اور پرسکون تھی۔ ضامن کے لبوں پر ایک مدھم سا تبسم تھا۔ اس کا دل سکون میں تھا— اس کی زندگی کی سب سے قیمتی شے اس کے بازوؤں میں تھی۔

اسی لمحے فون کی تیل بجی۔

ضامن نے دھیرے سے نورم کے گرد گرفت مضبوط کرتے ہوئے موبائل اٹھایا۔

اسکرین پر بابا جگمگا رہا تھا۔

"... السلام علیکم بابا" آواز بے لہجے میں نکلی،

احمد شاہ کی آواز میں ہمیشہ کی طرح ٹھہراؤ اور شفقت تھی۔ "وعلیکم السلام، بیٹا... جاگ رہے ہو؟"

"جی بابا، جاگ رہا ہوں... نورم سو گئی ہے۔"

ضامن نے نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز رکھتے ہوئے نرمی سے کہا، جیسے ہر لفظ اس کے لمس میں پلٹنا ہو۔

احمد شاہ کی آواز میں ایک دلی مسکراہٹ اتر آئی۔ "اللہ خوش رکھے تم دونوں کو،"

"بابا سب خیریت؟"

"خیریت ہی ہے، ایک بڑی خبر ہے۔"

"کیا؟"

"افتخار بھائی اور شفق بھائی شاہ ویلا آئے تھے... ماہر کے لیے... فری کارڈ شتیر لے کر۔"

NOVEL-E-MEHAR

... خاموشی کا لمحہ

"سچ بابا؟" پھر ضامن کے لبوں پر حیرت بھری مسکراہٹ آئی،

"ہاں بیٹا، اور سُن کر پورے شاہ ویلا میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ آجا جان، تمہاری ماما... سب کے چہروں پر جیسے مہینوں بعد کوئی رونق لوٹی ہو۔"

احمد شاہ کی آواز میں ایک گہری، بوڑھی، اور تھکی ہوئی خوشی چھپی تھی... وہ خوشی جو کیف کی موت کے بعد کہیں دفن ہو گئی تھی۔

اور بابا... پچاؤ کیسے ہیں۔۔۔

ضامن نے پریشانی سے پوچھا۔۔۔

وہ اب کافی بہتر ہے کبھی کبھی شام کی چائے ساتھ بھی پیتا ہے ہمارے۔۔۔

چلیں شکر ہے۔۔۔

...ضامن نے نظریں نورم کے معصوم چہرے پر گاڑ دیں

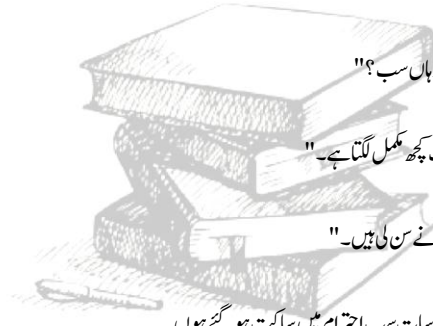
وہ جیسے دنیا کی سب سے قیمتی، سب سے نازک چیز ہو۔ اس کے ہونٹ ہلکے سے کھلے تھے، پلکیں بند... جیسے کوئی گلابی نرم سا پھول نیند کی بانہوں میں جھول رہا ہو۔ ضامن کا دل دھڑکا... ایک لمحے کے لیے وقت رُک گیا۔

...بابا! فری خوش ہے نا"

ہاں بیٹا اسکی مرضی سے ہی ہاں کی ہے۔۔۔

ضامن کے چہرے پر اطمینان سا آیا۔۔۔

اللہ کرے ہمیشہ خوش رہیں دونوں۔۔۔



"ان شاء اللہ، آئین، ضامن... اور تم؟ تم کیسے ہو؟ کیسا چل رہا ہے وہاں سب؟"

"سب ٹھیک ہے بابا... بس نورم کے ساتھ وقت گزرتا ہے، تو سب کچھ مکمل لگتا ہے۔"

"بس بیٹا، یہی دعائیں تھیں... تمہارے لیے، فری کے لیے، جو اللہ نے سن لی ہیں۔"

ایک لمحے کو دونوں طرف خاموشی چھا گئی۔ جیسے وقت، فضا اور احساسات سب احترام میں ساکت ہو گئے ہوں۔

NOVEL-E-MEHAR

"...بابا"

"جی بیٹا...؟"

"آپ بہت یاد آتے ہیں۔"

"اور تم ہمیں... اب جلدی واپس آ جانا، نورم کو بھی لے کر، سب منتظر ہیں۔"

"ان شاء اللہ، بہت جلد۔"

فون بند ہوا، تو ضامن نے موبائل کو سائڈ ٹیبل پر رکھا، اور پھر مکمل توجہ نورم کی طرف موڑ دی۔

وہ بے خبر سو رہی تھی۔ اس کی پیشانی پر اٹھنے والے بال ضامن نے دھیرے سے ہٹائے۔ انگلیاں اس کے ریشمی بالوں میں اتار دیں۔ اس کی پلکوں پر گلابی خوابوں کا لمس تھا۔ ہونٹوں پر نرمی کا بوسہ۔ وہ سب کچھ تھی... راحت، اطمینان، اور زندگی کی نرم دھڑکن۔

ضامن کی نگاہوں میں بے پناہ محبت کی وہ جھلک تھی جو لفظوں سے نہیں کہی جاتی... صرف لمس، خاموشی اور گہری سانسوں میں محسوس ہوتی ہے۔ وہ جیسے اسے نہیں، ایک دعا کو دیکھ رہا تھا جو مانگی گئی تھی، سنی گئی تھی... اور اب اس کی بانہوں میں سو رہی تھی۔

حور یا کو کیا ہو گیا؟

کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہے؟

شیریں نے چاول کی ڈش میں چیچ چلا تے ہوئے اچانک نظریں سامنے بیٹھی حرمین پر جمائیں۔

...وہ بے اختیار چونکی

— مصطفیٰ نے شیریں کو مخاطب کرتے کہا "

کچھ دن سے ٹھیک نہیں لگ رہی وہ مجھے۔۔۔

"کل بھی اس کی طبیعت خراب تھی، پوچھا تو کہتی ہے سرد رہے۔

شیریں کی آواز میں ماں کی تشویش تھی۔ وہ چپ بیٹھی ہوئی حرمین کو نہ صرف دیکھ رہی تھی، بلکہ اسکی بدلتی رنگت محسوس بھی کر رہی تھی۔

"حرمین تمہیں پتہ ہے کیا ہوا اسے؟"

NOVEL-E-MEHAR

اس بار شیریں کی طرف دیکھا۔

— حرمین نے پلمیں چھپکائیں، اور جھوٹ کو لپیٹنے کی کوشش کی

"... نہیں نہیں ماما مجھے نہیں پتا"

... حرمین نے بات پر پردہ ڈالنا چاہا "

"جو کہ نامن تھا وہ کبھی جھوٹ بول پاتی، یہ اس کی بھول ہی تھی۔

... ماحول میں بے چینی گھل گئی تھی

— شیریں کی تیز نگاہیں، حرمین کا بات کرتے جھجکنا، اور وہ خاموش بیٹھے چیچ چلا تے وجود کی لاپرواہی تھکن

ہر چیز بول رہی تھی، مگر لفظ نہیں بن رہی تھی۔

وہ اپنے ماں باپ کو چکمہ دے سکتی تھی؟"

"حرمین بتاؤ، کیا بات ہے؟"

مصطفیٰ کی یہ آواز جیسے وقت کو روک گئی۔

حرمین، جو اب تک ساکت بیٹھی تھی، ایک دم سہم گئی۔۔۔

بابا... اتنا تو پتہ نہیں ہے،"

لیکن ہم پارٹی میں گئے تھے،

...نورم آپ کی جو پھوپھو آئی ہوئی تھیں، ابھی بھی ہیں

ان کا بیٹا ہے صارم۔

"حور یا کو پسند کرتے ہیں۔"

سانا چھا گیا۔

ایک پل کو ہوانے بھی رکنے کا فیصلہ کر لیا۔



— حرمین نے دونوں ماں باپ کے چہرے کو غور سے دیکھا پھر بولی "NOVEL-E-MEHAR"

"... اور حور یا بھی

یہ لفظ گو یا بادلوں سے بجلی بن کر گرا۔

شیریں جیسے کرسی سے اچھلیں۔ ان کی آنکھوں میں کچھ پرانا جل اٹھا۔

بغیر کچھ کہے وہ غصے سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

مصطفیٰ کے چہرے پر ایسے سائے اترے جیسے ماضی میں ان آکر اہو۔

حرمین کو سمجھ نہ آئی کہ ان لوگوں نے ایساری ایکٹ کیوں کیا۔

ان کے چہروں پر وہ تحریریں تھیں جو بچوں کو پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

مصطفیٰ نے ایک گلاس پانی پیا، جیسے کوئی کڑوا گھونٹ حلق سے اتارا ہو۔

پھر حرمین کی طرف متوجہ ہوئے۔

پھر لڑکا کیا کہتا ہے؟

"شادی کرنا چاہتا ہے؟"

حرمین نے گہری سانس بھری۔

بابا وہ تو چاہتے ہیں شادی کرنا۔"

لیکن اس کی امی نہیں چاہتیں۔

اس نے کبھی بتایا بھی نہیں کہ وہ کیوں نہیں چاہتیں۔

... بس کہتا ہے کوئی پرانی بات ہے

کچھ جیسے رابعہ پھوپھو کے ساتھ نہیں بنتی ان لوگوں کی،

... تو اسی لیے حوریا

"اسی لیے پریشان رہتی ہے۔"

مصطفیٰ نے ایک اور گہرا سانس لیا۔

وہ سانس نہیں، برسوں پرانا دکھ تھا— جو سینے میں قید تھا، اب لفظ بننے لگا تھا۔

نورم کی سانسیں مدھم تھیں، وہ گہری نیند میں تھی۔

... ضامن کی انگلیاں اس کے بالوں میں الجھی ہوئی تھیں— آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے

جیسے وہ کسی گیت کے ساز ہو،

اور وہ ساز صرف ضامن کی انگلیوں سے چھو کر جی رہا ہو۔



NOVEL-E-MEHAR

بارش کی ہلکی ہلکی بوندیں کھڑکی کے پٹ سے ٹکر رہی تھیں۔

کمرے کے اندر مدھم پیلا سا لمپ جل رہا تھا، اور اس کی روشنی میں نورم کا چہرہ کسی کہانی کی شہزادی کی مانند لگ رہا تھا۔ نرم، معصوم، اور مکمل۔

کمرے کی روشنی مدھم ہو چکی تھی۔

لمپ کی روشنی صرف نورم کے چہرے کو چھو رہی تھی۔

سفید تیلیوں کے پتے،

وہ گلابی سانسوں والی لڑکی

ضامن کی آنکھوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔

...ضامن کی نظروں کا محور

— اُسی ایک لمبے میں ٹھہر گیا

جب اُس کی پلکوں کی جھلک تھرکی تھی،

اور وہ سانسوں کے نرم سے تال میں

اس کی بانہوں میں سمٹی جا رہی تھی۔

— اُسے اچانک وہی رات یاد آگئی

ایک ماہ پہلے کی وہ یادگار رات،

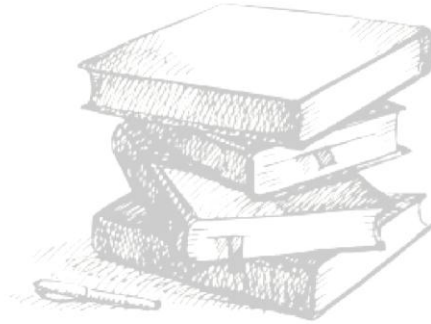
جب وہ دونوں بارش میں بھگتے ہوئے

اپنی زندگی کے درپردستک دے آئے تھے۔

کمرے کی کھڑکی سے باہر بارش کی نرم جھم کی صدا،

اُس کے دل کی دھڑکن سے ہم آہنگ ہو چکی تھی۔

اسے وہ لمحہ یاد آیا جب



NOVEL-E-MEHAR

— گھر لوٹنے وقت نورم گیلری میں بھیگ گئی تھی

وہ منظر جب اُس نے بھیگتی ہوئی نورم کو

بازوؤں میں اٹھایا تھا،

اور وہ بھی اُس کے گلے میں بازو ڈال کر

اُس کی دنیا بن گئی تھی۔

— صبح اپنے نرم قدموں پر اتر آئی تھی

پردے کے اُس پار سورج کی پہلی کرن کھڑکی سے چھن کر

کمرے کی دیوار پر لرز رہی تھی۔

... کمرے میں مہک تھی

بارش کی نمی، اس کے گیلے بالوں کی خوشبو،

... اور اُس لمس کی جو صرف راتوں میں اترتا ہے

دلوں کی گہرائی میں۔

نورم کی پلکیں ہلکی سی لرزیں،

— نرم سی کروٹ لی

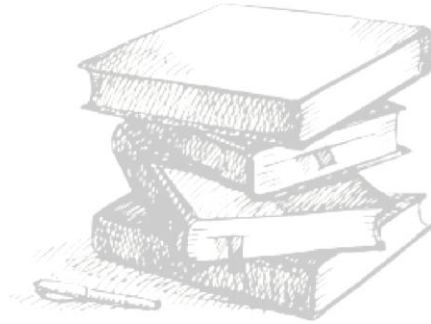
تو آہستہ سے بازو کی گرفت میں آئی،

وہ بازو جو اُسے رات بھر اپنی آغوش میں رکھے ہوئے تھا۔

ضامن کی آنکھیں ابھی بند تھیں،

... مگر لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ

جیسے اُس نے سب کچھ محسوس کیا ہو،



NOVEL-E-MEHAR

ہر وہ لمحہ جو الفاظ سے نہیں،

خاموشی سے بولا گیا۔

— نورم نے دھیرے سے نظریں اٹھائیں

کچھ لمبے یوں ہی اس چہرے کو تکتی رہی،

جس پر سکون تھا،

— جس پر ایک ماں تھا

شوہر کا ماں۔

پھر آہستگی سے اس کا ہاتھ چھڑا کر اٹھی،

اور ہاتھ روم میں چلی گئی۔

چند ہی لمحوں بعد

— وہ باہر نکلی

سفید لباس، گیلے بال،

چہرہ بنا سنگھار کے بھی،

کسی خواب جیسا۔

ضامن کی آنکھیں کھلیں،

— تو پہلی نظر اس پر ہی پڑی

جیسے صبح اُسی کی صورت لے کر آئی ہو۔

"... نورم"

اس نے آہستہ سے پکارا۔



NOVEL-E-MEHAR

نورم نے پلٹ کر دیکھا

تو ضامن کی نگاہیں،

ایسی تھیں جیسے رات ابھی ختم نہ ہوئی ہو۔

"اٹھ جائیں، آپ کو آفس نہیں جانا؟"

نورم نے نگاہیں چرائیں،

لیکن آواز کی کچپکاہٹ،

اس کی صبح کی شرم کا اعلان تھی۔

"کہا؟ آپ تم نے مجھے"

ضامن بیڈ پر بیٹھ چکا تھا،

مسکراہٹ لبوں پر نہیں،

آنکھوں میں جاگی ہوئی تھی۔

— نورم کی پلکیں لرزیں

چہرے پر رنگ کھڑ گئے۔

پھر کہو... ایک ہی رات میں"

"تم سے، آپ کا سفر... کیا خوب ہے۔"

— نورم کی مسکراہٹ لبوں پر آتے آتے ترک گئی

"... عزت راس نہیں نا تمہیں"

— ضامن ہنسا

آگے بڑھا، اُس کے پاس آیا،



NOVEL-E-MEHAR

اور اُسے کمر سے تھام کر کہا۔۔

...اب تو پوری کے پورے میری ہو"

تو عزت بھی پوری ہونی چاہیے،

"محبت بھی۔

— نورم نے اپنے ہاتھ اسکے سینے پر رکھ کے اسے پیچھے کرنا چاہا جو کہ کام نہ آیا

"...نگل کر رہے ہیں آپ"

"!ہوں ناشوہر... اب حق بنتا ہے"

— نورم اسے پیچھے کرتی دروازے کی طرف بڑھی تو ضامن نے اُس کی کلائی تھام لی

...ایسے مت جاؤ"

ابھی تو یہ صبح میری ہے،

"صرف میری۔



NOVEL-E-MEHAR

— نورم نے پیچھے مڑ کر دیکھا

خاموشی سے وہ نگائیں،

جن میں رات کی روشنی ابھی باقی تھی۔

اور وہ مسکراہٹ،

— جس میں وعدہ تھا

ہمیشہ کے ساتھ کا۔

یاد آتے ہی ضامن کے لبوں پر

— اک نرم سی، بھرپور مسکراہٹ بکھر گئی

وہ مسکراہٹ جو صرف عاشقوں کے چہروں پر

یادوں کی بارش کے بعد کھلتی ہے۔

— وہ دھیرے سے جھکا

اور نورم کا ماتھا چوم لیا،

اتنی نرمی سے، جیسے وقت تھم گیا ہو۔

پھر اُس کی کمر میں ہاتھ ڈالا،

— اور خود کو اُس کے قریب کر لیا

قرب وہ جو صرف ایک شوہر کا حق ہوتا ہے،

نرمی وہ جو صرف محبتوں کی زبان جانتی ہے۔

"تم جانتی ہو؟"

اُس نے دل میں کہا،

"... یہی لمحہ میرا مقدر تھا"

"... اور تم میرا بخت"

کمرے میں گہری خاموشی تھی،

صرف سانسوں کی نمی،

اور آنکھوں کی نمی باقی تھی۔

ضامن نے نرمی سے اپنے جسم کا آدھا وزن

نورم پر منتقل کیا،

کچھ اس انداز میں،



NOVEL-E-MEHAR

جیسے خود کو اُس کی قربت میں ڈھال رہا ہو۔

— کمرے کا ماحول ٹھہرا ٹھہرا سا تھا

نہ وہ بولی، نہ وہ،

بس دلوں نے ایک دوسرے کو چھوا۔

کبھی کبھی لمس، لفظوں سے زیادہ بولتا ہے۔

ضامن نے اُس کے گرد مکمل برابر کیا،

اور جھک کر اُس کے بالوں میں چہرہ چھپا لیا۔

نورم کے بالوں کی مدھم مدھم

— اُس کے سانسوں میں اتری

وہ مہک جو صرف نورم کے بالوں میں بسی ہوئی تھی۔۔۔

... اُس نے پلکیں بند کیں

... اور نیند کے نرم پانیوں میں ڈوبتا چلا گیا

نورم، خاموشی سے اُس کے سینے میں سمٹی،

ایسے جیسے کسی خول میں سما جانا ہو،

کسی بند مٹھی میں چھپی ہوئی محبت کی گرمی میں،

اپنے آپ کو گم کر دینا ہو۔

تم میری قل کائنات ہو۔۔۔"

— ضامن کے دل نے آخری بار دھوک کر کہا

کمرہ خاموش رہا،



NOVEL-E-MEHAR

مگر رات بولتی رہی،

سانسوں کی زبان میں،

محبت کی گرم حدت میں۔

— پہلے پہل، جب وہ چپکے سے آتا تھا

ہر رات، جب ساری دنیا نیند کی آغوش میں ہوتی،

... تو وہ کھڑکی کی راہ اس کے کمرے میں داخل ہوتا

انا یہ کا دل کانپ جاتا۔

... وہ تکیے میں منہ چھپا کر، دروازے کی طرف دوڑ جاتی

دل کی دھڑکنیں جیسے چنچ چنچ کر چلی کھاتی تھیں

... "وہ آگیا ہے" کہ

وہ جس سے ڈر لگتا تھا،

... اور دل کے کسی نرم گوشے میں

جس کی آمد کی خواہش بھی تھی۔

— اندھیرے میں اس کی موجودگی روشنی سے زیادہ محسوس ہوتی تھی

گہرے بال، آنکھوں میں وہ تھمی ہوئی شدت

جو کسی بھی لمحے دل کی دیواریں گرا سکتی تھی۔

لیکن وہ کبھی تیز نہ بولا،

کبھی چھو بھی تو یوں جیسے پھول کا لمس ہو،



NOVEL-E-MEHAR

لبوں پر کوئی ہنسی نہ ہوتی،
 پر نگاہیں وہ سب کہہ جاتی تھیں جو لبوں سے کہا نہیں جاتا۔
 انا یہ کمرے میں دیر سے جاتی،
 کتابوں میں نظریں گم کر کے وقت گزارنے کی کوشش کرتی،
 ... لیکن دل کا کان

ہر معمولی آہٹ پہ چونک جاتا۔

... پھر رفتہ رفتہ

خوف کی جگہ تجسس نے لے لی،

تجسس محبت میں بدلا،

محبت ... انتظار میں۔

... کمرے کی کھڑکی



اب وہ رات کے کھانے کے بعد ہی کھول دیتی۔
 NOVEL-E-MEHAR

... پہلے دھیرے سے، پھر بے فکری سے

جیسے کھڑکی نہیں، دل کھول رہی ہو۔

بلال آتا۔۔۔

دھیرے سے چیل اتارتا،

فرش پر قدم رکھتے،

انا یہ کے پاس آ بیٹھتا۔

اور وہ ... اب نہ بھاگتی، نہ چلاتی،

بس آنکھیں جھکا کر، سانس روکے بیٹھی رہتی۔

"ڈرتی ہو اب بھی؟"

ایک رات اس نے پوچھا تھا۔

اناہیہ نے ہلکے سے نفی میں سر ہلایا،

پر جواب دینے کی ہمت نہ کی۔

بلال نے اس کی ٹھوڑی تھامی،

: آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا

...ڈرو گی تو نہیں"

— تو خود کو میری محبت کی طرح محسوس کرو گی

"شدید، سچی، اور مکمل۔

رفتہ رفتہ، لمس آشنا ہونے لگا۔

وہ جب اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا،

...تو اناہیہ کی پلکیں جھک جاتیں

دل کے اندر کوئی شعلہ سادھیرے سے جلتا،

لیکن بھڑکتا نہیں، صرف حرارت دیتا۔

وہ جب اس کی کلائی کو انگلیوں سے چھوتتا،

تو اناہیہ کی سانس بے ربط ہو جاتیں۔

کبھی اس کے کان کے قریب آکر خاموشی سے کچھ نہیں کہتا،

— تو اناہیہ کا وجود بولنے لگتا



NOVEL-E-MEHAR

خاموشیوں میں۔

...بچتے، مہینے گزرنے لگے

اور اب تو وہ بلال کی آمد سے پہلے خود کو سنوارتی،

بالوں میں ہلکی خوشبو لگاتی،

کبھی کبھی ہو نمٹوں پہ ہلکی سی لپ اسٹک۔

اگر کبھی بلال کال کر کے کہتا

— "آج نہیں آسکوں گا"

تو وہ خالی خالی نظروں سے

کھڑکی کے پار رات کا منظر دیکھتی رہتی،

جیسے چاندنی بھی آج اُدھوری ہو۔

اسکی زندگی اب بلال کے گرد گھومتی تھی۔

جس کے بغیر نیندا اُدھوری لگتی۔

جس کے بغیر وہ اپنے بستر میں لیٹ تو جاتی،

لیکن نیند کمرے میں نہیں آتی۔

ایک رات جب وہ آیا،

تو انا بیہ نے خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے

— اپنی تھیلی اس کی طرف بڑھادی

بلال نے آہستہ سے وہ ہاتھ تھما،

پھر دونوں ہاتھوں میں بھر کر بوسہ دیا،



NOVEL-E-MEHAR

پھر وہ ہاتھ دل پر رکھ لیا۔

"... تمہارا لمس"

وہ دھیرے سے بولا،

"میری سانسوں سے زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔"

انا بیہ نے پہلی بار پلکیں اٹھا کر،

بے انتہا خاموشی میں،

شدید چاہت سے اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔

وہ کچھ نہ بولی،

لیکن اُس ایک نظر نے

مہینوں کی خاموشی بول دی تھی۔

یہ رشتہ،

چپکے سے کھڑکی سے شروع ہوا،



NOVEL-E-MEHAR

اور اب اس کے دل کے سب دروازے کھول چکا تھا۔

دن ڈھل چکا تھا، سورج کی نارنجی روشنی دیواروں پر سنہری دھوپ بن کے رنگ رہی تھی۔ درختوں کے سائے لمبے ہو چکے تھے، اور نورین کے گھر کے صحن میں گلاب کی کلیاں نیم وا تھیں... جیسے وقت نے تھوڑی دیر کے لیے سانس روک لی ہو۔

نورین اپنے پورشن کے برآمدے میں کھڑی تھی۔ سفید دوپٹے کے پلو سے ہاتھ رگڑتی، بے چینی سے کچھ سوچ رہی تھی، جب دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

نہ کوئی زور تھا، نہ آواز... بس ایک پرانا لمس جیسے صدیوں بعد دروازے پر لوٹا ہوا۔

"کون؟"

اس نے اٹھے ہوئے لہجے میں پوچھا، مگر دل کی دھڑکن پہلے ہی جان چکی تھی— یہ کون ہو سکتا ہے۔

دروازہ کھلا... اور سامنے مصطفیٰ کھڑا تھا۔

... سفید کرتا، ہلکی شیو، سنجیدہ مگر ٹھہری ہوئی آنکھیں

— جیسے برسوں پرانی ٹھکن لیے لوٹا ہو

جیسے وقت نے اُسے آج کے لمحے کے لیے سنبھال کر رکھا ہو۔

نورین کی پلکیں ایک لمحے کو ساکت ہو گئیں۔

... وہ نہ بولی، نہ ہلی، بس دروازے سے ذرا ہٹ گئی

جیسے دل کی ضد ہار مان چکی ہو۔

مصطفیٰ آہستہ آہستہ اندر آیا۔

برآمدے کے ستون کے قریب آکر ٹھہر گیا۔

نظر نورین پر تھی — وہی چہرہ، وہی آنکھیں

جو سالوں پہلے اس کی دنیا ہوا کرتی تھیں۔

کچھ لمحے خاموشی میں گزر گئے۔

ہوا کے جھونکے درختوں کو ہلا رہے تھے،

پر دونوں کے بیچ... صرف ایک بات کا بوجھ تھا۔

مصطفیٰ نے پہلی بار نرم مگر بھرا ہوا لہجہ اپنایا۔

نورین... جتنا وقت ہم نے کھویا،"

... جتنی ضد ہم نے نبھائی

اُس کا حساب مانگوں گا نہیں،

لیکن جو سزا ہم نے اپنے دلوں کو دی،



NOVEL-E-MEHAR

"اس کی بازگشت آج تک ہمارے بچوں میں سنائی دیتی ہے۔

نورین کی نظریں جھک گئیں،

دل کے اندر ایک پرانی کسک ہو لے سے جاگی۔

وہ کچھ کہنے کو لب کھولتی مگر زبان گنگ تھی۔

مصطفیٰ چند قدم قریب آیا۔

میں جانتا ہوں... ہم دونوں ٹوٹ چکے ہیں۔"

— ہم نے ایک دوسرے سے بدلہ نہیں لیا۔

ہم نے صرف وقت کو زخمی کیا۔

"... لیکن نورین

— وہ رکا، گہری سانس لی

جو کچھ ہمارے بیچ ہوا، اُس کی سزا ہمارے بچے کیوں بگھٹتیں؟"



NOVEL-E-MEHAR

... ہمارے دلوں کو جو محبت نہ مل سکی

کم از کم اُن کے حصے کی محبت تو مکمل ہونے دو۔

کیا تم چاہتی ہو... میری بیٹی حوریا،

تمہارا بیٹا صارم، وہی خالی پن چھیلیں

"جو ہم نے برسوں جھیلا؟"

نورین کی پلکیں لرزیں،

— اُس نے مصطفیٰ کی طرف دیکھا

نظریں بھیگی تھیں، مگر آواز مضبوط تھی۔

...میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ آپ ایک دن یوں کھڑے ہو گے "

"... اتنی سچائی سے

مصطفیٰ نے ہلکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا،

سچائی کو وقت لگتا ہے، "

لیکن جب وہ آتا ہے،

"تو سب سے پہلے دل کے دروازے کھٹکھٹاتا ہے۔

خاموشی کا وقفہ پھر طویل ہوا،

مگر اس بار درو کی جگہ نرمی نے لے لی تھی۔

نورین آہستہ سے بولی،

"... کیا واقعی تم چاہتے ہو "

کہ ہم اپنے بچوں کے راستے کھول دیں؟

"بغیر انا، بغیر ضد کے؟

مصطفیٰ نے سر ہلایا،

ہاں نورین... محبت اگر ہمیں نہ ملی، "

... تو کم از کم ہمارے بچوں کو تو ملے

ہم تو راکھ ہو گئے،

"... پر شاید ان کی چنگاری جلتی رہے

نورین نے پھلی بار اس کی آنکھوں میں دیکھ کر،

دل سے کہا،



NOVEL-E-MEHAR

تو پھر دیر کس بات کی ہے، مصطفیٰ؟"

ہم خود کو نہیں جوڑ سکتے،

مگر ان کے ٹوٹنے سے پہلے

"پل تو بن سکتے ہیں نا۔"

مصطفیٰ کی آنکھوں میں سکون اتر آیا۔

اور اس منظر میں،

سالوں کی تختیاں بگھل کر

... ایک نرم، شفاف خاموشی میں ڈھل گئیں

— یہ صرف ملاقات نہ تھی

یہ دو ٹوٹے دلوں کی وہ آخری کوشش تھی

جو کسی اور کی زندگی کو مکمل کرنے کے لیے کی گئی تھی۔



NOVEL-E-MEHAR

انا یہ آج خلاف معمول کچھ بے چین تھی۔

کھڑکی کھلی تھی، چاندنی کمرے میں اتری ہوئی تھی،

مگر دل کے اندر کچھ اور ہی پلچل تھی۔

بلال آیا، دھیرے سے داخل ہوا،

ہمیشہ کی طرح چپ چاپ،

جیسے ہوا میں تحلیل ہونے والی خوبو۔

وہ بیڈ کے کنارے بیٹھا،

انا پیر اس کے سامنے،

لبوں پر چپ،

مگر آنکھوں میں ہلکی نمی، تھوڑی تھکن، تھوڑا اضطراب۔

بلال نے ہاتھ بڑھایا،

اس کی انگلیوں کو تھام کر بولا،

"... کیا ہوا آج؟ تمہاری آنکھوں میں سکون نہیں"

انا پیر نے خاموشی توڑی،

: آواز مدہم، پردل کی گہرائیوں سے نکلی

بلال۔۔۔

یہ رشتہ کب تک اس طرح چھپا کر رکھنا ہوگا؟

روز رات کو تم آتے ہو،



NOVEL-E-MEHAR

میں تمہاری آمد سے پہلے سب کچھ سیٹ لیتی ہوں،

دروازہ بند، کھڑکی کھلی،

"... پردل بند ہوتا جا رہا ہے"

— بلال سن رہا تھا

اس کی نظروں میں محبت کے ساتھ حیرت بھی تھی۔

"... ماما کو تنگ ہونے لگا ہے شاید"

انا پیر کی آواز بھینکنے لگی،

وہ مجھ سے پوچھتی ہیں"

کہ میں کھانے کے فوراً بعد کمرے میں کیوں آجاتی ہوں؟

کیوں کسی کو کمرے میں آنے نہیں دیتی؟

میں ان کے سامنے کچھ بول نہیں پاتی

پر وہ سب محسوس کر رہی ہیں،

..ان کی آنکھوں میں سوال ہوتے ہیں

"مجھے لگتا ہے ماما کو سب پتا چل جائے گا۔"

بالا نے آہستہ سے اس کا چہرہ تھما،

انگلیوں سے اس کے آنسو پونچھے،

:اور نرم لہجے میں کہا

"تو کیا تم چاہتی ہو"

میں ماما کے سامنے آ جاؤں؟

"سب کچھ بتا دوں؟"

اناہیہ کی پلکیں لرزیں،

چھپ چھپ کر محبت کرنے سے دل گٹھنے لگا ہے،

یہ رشتہ جو ہمارے درمیان ہے،

کب تک چاندنی راتوں اور بند کھڑکیوں کا قیدی رہے گا؟

کب وہ دن آئے گا

جب تم میرے ساتھ میرے گھر کے صحن میں،

— دن کے اجالے میں آکر کہو گے



NOVEL-E-MEHAR

کہ تم انا پیہ سے محبت کرتے ہو،

"اسے اپنا نا چاہتے ہو؟"

بلال نے گہرا سانس لیا،

پھر اس کا ہاتھ اپنے دل پر رکھا،

"... بس چند دن اور"

اس نے دھیرے سے کہا،

— وارد بھائی واپس آجائیں

جیسے ہی واپس آئیں گے،

میں اور بھائی دونوں ماما کے پاس جائیں گے۔

پھر یہ رشتہ صرف راتوں کا نہیں ہوگا،

دن کے اجالے میں،

سب کے سامنے،

— میں کہوں گا

"یہ انا پیہ میری ہے، میری زندگی۔"

انا پیہ کی آنکھوں میں چمک آگئی،

پر لب ابھی بھی خاموش تھے۔

بلال نے اسے اپنے قریب کھینچا،

اس کی پیشانی کو لبوں سے چمکا،

— پھر اس کی پلکوں پر



NOVEL-E-MEHAR

میں تمہاری آنکھوں کے ہر آنسو کا گواہ ہوں،"

اور وعدہ کرتا ہوں،

"یہ آنکھیں اب صرف ہنسیں گی۔"

— وہ دونوں خاموش ہو گئے

لیکن دل کی دھڑکنیں بلند ہو چکی تھیں۔

کمرے کی فضا میں

خاموشی بھی کسی رازدار کی طرح گونج رہی تھی۔

اناہیہ نے اپنا سر اس کے سینے سے لگا لیا،

"... پھر میں انتظار کروں گی"

اس دن کا،

جب تم دروازے سے آؤ گے،

"... کھڑکی سے نہیں

بال نے اس کے بالوں میں چہرہ چھپا لیا،

— اس کی مہک کو سانسوں میں اتارتا رہا

یہ رات بھی،

اس کے انتظار کا ایک اور چراغ بن گئی۔

لیکن اب اناہیہ کے دل میں امید تھی،

... کہ یہ رشتہ جلد ہی روشنی میں آجائے گا

اور وہ چھپی چھپی سی خوشی



NOVEL-E-MEHAR

آخر کار سب کے سامنے آجائے گی۔

فضا میں رات کی ٹھنڈک گھلی ہوئی تھی۔ پشاور کی پرانی کوٹھی کی دیواروں پر چاندنی خاموشی سے بکھری ہوئی تھی۔ درختوں کی شاخیں ہلکی ہوا کے ساتھ سرگوشیاں کر رہی تھیں جیسے برسوں بعد گھر لوٹنے والے قدموں کو خوش آمدید کہنے میں لگن ہوں۔

اندر، دروازے کے قریب کھڑی سوڑیا بیگم کے چہرے پر وہی پرانی ممتا مہک رہی تھی، جس کی آنکھوں سے وارڈ برسوں پہلے نکل کر پردہس جا بسا تھا۔ آج وہ لوٹا تھا۔ ایک مکمل مرد، مگر ماں کی نظر میں اب بھی وہی بچہ، جو اسکول کی وردی میں دوڑتا ہوا آتا اور ماں کی گود میں منہ چھپالیتا تھا۔

سوڑیا نے لرزتی آواز میں اسے پکارا اور بے اختیار ہانپوں میں لے لیا۔ "میرا وارڈ"

وارڈ کے لبوں پر بے اختیار تبسم پھیل گیا، مگر آنکھوں کے کنارے بھیگ چکے تھے۔ "امی"

وہ دونوں کچھ دیر یونہی ایک دوسرے کے وجود میں چھپے رہے۔

... چلو... فریش ہو جاؤ، میں تمہارے لیے کھانا لگواتی ہوں... تمہاری پسند کا سب کچھ بنایا ہے "پھر سوڑیا نے نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں،

وارڈ مسکرا کر سیزھیاں چلا گیا۔

اسی لمحے اندرونی راہداری سے بلال کمرے سے نکلا۔ دونوں بھائی آسنے سامنے آگئے۔ کچھ لمحے صرف خاموشی میں ہی گزرے،

پھر بلال نے وہی چمکتی آنکھیں لیے، گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

NOVEL-E-MEHAR

"بھائی...؟"

"... تو واقعی مرد بن گیا ہے بلال شادی کے بعد سے" وارڈ نے بلال کو سینے سے لگا لیا۔ "میرے شیر"

"آپ کے بغیر کیسی شادی ابھی تو نکاح کیا ہے اپنی موجودگی میں ہی ہوگی۔"

وہ دونوں کافی دیر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔۔۔

پھر وارڈ نے بلال کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا،

"چل، اب پھر سے سب جڑیں گے۔"

وارڈ اندر چلا گیا۔

اور بلال کی جیب میں رکھا موبائل جھلکنے لگا۔

مائی لیٹل گرل۔۔۔۔۔ کو لینگ۔۔۔۔۔

بلال کے لبوں پر وہ مسکراہٹ ابھری جو صرف ایک چہرے، ایک آواز، اور ایک تعلق کے لیے مخصوص تھی۔

وہ اپنے کمرے میں گیا، دروازہ بند کیا، اور کال اٹھالی۔

دوسری طرف انا بی بی بے چین تھی،

بلال! تم کل بھی نہیں آئے... اور بتایا بھی نہیں۔ میری کال تک نہیں اٹھائی... تم کو اندازہ بھی ہے میں کتنا پریشان ہوئی۔۔۔۔۔"

بلال چپ چاپ اس کی آواز سنتا رہا

جیسے اس کے لفظ اس کے دل پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں۔

: پھر وہ دھیرے سے بولا

"... میرے دل کی دھڑکن... میری چھوٹی سی جان"

میں آج پشاور واپس آ چکا ہوں۔



NOVEL-E-MEHAR

وارد بھائی کو آنا تھا آج، اس لیے تم سے دور رہا۔

لیکن اب... میں تم سے دور نہیں رہوں گا۔

... اب جب آؤں گا... تو دروازے سے آؤں گا

امی کے ساتھ، بھائی کے ساتھ۔

"پھر سب کے سامنے، تمہارا ہاتھ تھاموں گا۔

دوسری طرف خاموشی چھا گئی،

پھر انا بی بی کی آواز لرزتی ہوئی نکلی،

"پ... پکا؟"

بلاں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

...سچ کہہ رہا ہوں"

میں تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنا بناؤں گا،

سب کے سامنے۔

...اب تمہیں کسی کھڑکی، کسی پردے، کسی ڈر کی ضرورت نہیں

"...میری محبت تمہیں سب کے سامنے روشن کرے گی

انا بیہ کے گالوں پر شرم کے سرخ گلاب کھلنے لگے۔

کمرے میں چاندنی، خوشبو، اور خواب بکھر گئے۔

اس کی آواز دھیمی اور کانپتی ہوئی تھی۔ "تو کب...؟"

جلد ہی... وارد بھائی کے ساتھ امی آئیں گی،"

...اور پھر

تمہیں مانگیں گے،

"تمہارے قدموں پر اپنی دنیا رکھیں گے۔"

وہ بس اتنا ہی کہہ سکی، "!!...بلاں"

کیونکہ آنکھوں سے بہتے جذبے لفظوں کو بہا لے گئے تھے۔

بلاں کی آواز میں شرارت بھی تھی اور محبت کی گہرائی بھی، "...میری چھوٹی سی بیوی"

اب کھڑکی کھول کر مت سونا،"

...دروازہ کھلا رکھنا

میری آمد اب خواب نہیں،



NOVEL-E-MEHAR

"حقیقت ہونے جارہی ہے۔"

وقت... کبھی کبھار اتنا بے رحم ہو جاتا ہے کہ اپنا چہرہ آئینے میں پہچاننا بھی دو بھر لگتا ہے۔

...شاہ—وہ لڑکی جو کبھی کھلکھلاتی تھی، جو آنکھوں میں خواب سجاتی تھی، جو ہر محفل کا مرکز ہو کر تھی

آج وہ تنہا، سناٹے سے لپٹی، اندھیرے کمرے کے ایک کونے میں گھٹے سمیٹے بیٹھی تھی۔

کمراب اس کا قید خانہ بن چکا تھا... اور وہ خود ایک بے آواز قیدی۔

کمرے میں ہلکی ہلکی مدھم مدھم روشنی جل رہی تھی،

کھانے کی ٹرے ایک طرف پڑی تھی—ادھ کھائی، ٹھنڈی اور بے ذائقہ۔

شاہ، آئینے کے سامنے بیٹھ کر خود کو گھورتی تھی... گھنٹوں۔

کبھی اپنے بالوں کو کھینچتی، کبھی چہرے پر ہاتھ پھیرتی۔

پھر وہی ایک مدھم سی ہنسی... جو آنکھوں کے آنسو چھپانے کی آخری کوشش ہوتی۔



NOVEL-E-MEHAR

کبھی اچانک ہنستی، کبھی زور زور سے روتی،

... کبھی دروازے پر جا کر کھڑی ہو جاتی

... جیسے کسی کے آنے کی آس ہو

پھر دروازہ بند کر کے خود کو اندر قید کر لیتی۔

نورین ہر روز اس کی یہ حالت دیکھتی تھی،

ظاہر میں کچھ نہ کہتی،

لیکن دل کے اندر ایک ماں ہر روز تڑپ کر مر جاتی تھی۔

"!میرے بچے... میرے خواب... کیسے دکھرتے جا رہے ہیں"

وہ روزانہ رہی اندر رو لیتی تھی،

مگر زبان پر انا کا پہرہ تھا،

وہی انا جس نے اسے برسوں اپنوں سے کاٹ کر رکھ دیا۔

آج جب فون بجا، تو اس کے کان جیسے یکدم چونک گئے۔

— کانام چکا "سوڑیا بھالی" اسکرین پر

تو دل میں عجیب سا احساس پیدا ہوا۔

فون کان سے لگایا۔

"السلام علیکم، نورین... میں سوڑیا بول رہی ہوں۔"

نورین کی آواز جیسے کہیں گم ہو گئی۔

یہ وہ عورت تھی جس سے برسوں سے صرف رسمی رشتے باقی تھے۔

...دونوں کے بیچ خالی پن کی ایک خندق تھی

جسے کسی کے الفاظ کبھی پاٹ نہ سکتے تھے۔

NOVEL-E-MEHAR

نورین کی آواز مدہم تھی، مگر لرزتی ہوئی نہیں... جیسے ایک ماں اپنی ٹنگست چھپا رہی ہو۔ "جی... وعلیکم السلام... آپ کیسی ہیں؟"

سوڑیا کی آواز میں سکون اور اپنائیت تھی،

...اللہ کا شکر ہے، نورین... اصل میں، ہم تمہارے لیے رشتے کی بات کرنا چاہتے ہیں"

— وارد اور بلال کے رشتے

ثناء اور انا بیہ کے لیے۔

"... یہ وہی رشتے ہیں جو دادا جان نے برسوں پہلے طے کیے تھے

لمحے بھر کو نورین کو لگا جیسے کسی نے اس کے سینے میں سوئی چھو دی ہو۔

— آنکھوں کے آگے سب کچھ دھندلا گیا

ثناء کا خالی چہرہ، انابیہ کی بچی آنکھیں،

اور خود اس کا ٹوٹا ہوا غرور۔

ہماری دوری نے بہت کچھ چھین لیا۔ لیکن اب ہم چاہتے ہیں کہ بچوں کو وہ پیار، وہ تحفظ دیا جائے جس کے وہ حقدار ہیں۔ وارد بھی واپس آچکا "سورتیا کی آواز دھیمی تھی، " ... میں جانتی ہوں "

" ہے۔ ... اور بلال ... وہ انابیہ کے بغیر ادھورا ہے۔

نورین کی آنکھوں سے آنسو لڑھک کر چہرے پر بہہ نکلے۔

اس کی نظر سامنے دروازے پر رک گئی، جہاں ثناء کئی دنوں سے باہر نہیں نکلی تھی۔

— اس کا دل چاہا کہ جا کر اسے زور سے گلے لگالے

اسے بتائے کہ وہ ماں ہے، اور اسے اب صرف ماں بنانا ہے۔

نورین کی آواز رندھی ہوئی تھی، " ... بھابھی "

" ... اگر آپ خود چل کر رشتہ لے کر آئی ہیں "

تو یہ میرے بچوں کے لیے نصیب کی روشنی ہے۔

" میں ... شکر ادا کرتی ہوں۔

دوسری طرف سورتیا کی آواز میں خوشی تھی،

اللہ تمہیں سلامت رکھے نورین، "

... میں جانتی ہوں تمہیں دکھ ہوا، بہت کچھ جھیلا

" لیکن رشتہ وہی ہوتے ہیں جو وقت کے بعد بھی بڑ جائیں۔

فون بند ہوا۔

نورین نے چادر کو آنکھوں تک کھینچا،

— اور آسمان کی طرف نگاہ کی



NOVEL-E-MEHAR

جہاں شام کے سائے کچھ گہرے ہو چکے تھے۔

کولا پور کی اس رات میں عجیب سی خاموشی تھی۔

بارش تھم چکی تھی، مگر اس کی نمی اب بھی فضا میں گھلی ہوئی تھی۔

کھڑکی سے باہر شہر کی روشنیاں مدھم چمک رہی تھیں جیسے تھک کر خود بھی سونے کو مائل ہوں۔

اپارٹمنٹ کا لونگ روم نیم تارک تھا، صرف کچن کے اوپر جلتی ایک ہلکی روشنی پورے کمرے میں مدھم سا ہالہ بکھیر رہی تھی۔

نورم گہرے نیلے رنگ کے نائٹ سوٹ میں صوفے پر بیٹھی تھی، گود میں ہلکی سی چادر، ہاتھ میں سلور کی پیالی جس میں چائے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ دانہ توڑ رہی تھی، آنکھیں ٹی وی اسکرین پر جمی تھیں جہاں کوئی پرانی محبت بھری فلم چل رہی تھی۔



سامنے میز پر ضامن کا لپ ٹاپ بند پڑا تھا۔

کام مکمل کر کے وہ ابھی ابھی اپنے اسٹڈی روم سے نکلا تھا۔

سفید ٹی شرٹ اور سیاہ نائٹ پاجامے میں وہ کچھ تھکا، کچھ الجھا، اور کچھ بہت زیادہ مطمئن لگ رہا تھا۔

— اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی، جو اس نے میز پر رکھتے ہوئے، ایک پل نورم کو دیکھا

NOVEL-E-MEHAR

وہ لمحہ جیسے ساکت ہو گیا۔

"بس... یہی ایک منظر تھا جو میرے دن بھر کی تھکن کو ختم کر سکتا تھا۔"

اس نے دھیرے سے کہا اور آہستہ آہستہ نورم کے ساتھ آ بیٹھا۔

اس کے گرد اپنے بازو پھیلاتے ہوئے، اسے نرمی سے خود میں سمونے لگا۔

نورم مسکرائی، اور بنا کچھ کہے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

آنکھیں اب بھی ٹی وی پر تھیں، مگر دل کی دھڑکن ضامن کی قربت سے بدل چکی تھی۔

"باہر چلیں؟"

ضامن کی آواز اس کے دل میں جیسے خنک ہوا کی طرح اتری۔

نورم نے چونک کر چہرہ اٹھایا،

"ابھی؟ دو بج رہے ہیں۔"

ضامن نے اس کی طرف جھک کر گہری نظروں سے دیکھا،

"ہاں جی... یہ وقت صرف ہمارا ہے۔ کوئی شور نہیں، کوئی نظر نہیں۔ صرف تم، میں، اور یہ شہر جو بس ہماری باتیں سنے گا۔"

نورم نے مسکرا کر چادر لپیٹی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

ضامن نے گاڑی کی چابی اٹھائی، اور دونوں خاموشی سے اپارٹمنٹ سے نکلے۔

کولا پیور کی رات... خاموش، زگی، اور بھیگی بھیگی۔

سڑکیں سنسان تھیں، درخت ہلکی ہوا میں سرسراتے تھے، اور دور سے کچھ نیون سائز جھلملاتے تھے۔

"میوزک لگاؤں؟"

ضامن نے کار میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

نورم نے کھڑکی سے باہر جھانکا،

"نہیں، رات کی آواز سننی ہے۔"

NOVEL-E-MEHAR

اور واقعی، وہ دونوں سڑکوں پر بنا کوئی بات کیے، بس ایک دوسرے کی موجودگی میں گم، شہر کو محسوس کرتے رہے۔

کچھ لمحوں بعد ضامن نے ایک چھوٹے، آرٹسٹک کیفے کے سامنے گاڑی روکی۔

وہ دونوں اترے، اور اندر جا کر کافی کا آرڈر دیا۔

کیفے کے اندر وائلن کی مدھم مدھن چل رہی تھی، اور کھڑکی کے پار شہر جیسے نیند میں ہو۔

"پہلی بار ایسا لگ رہا ہے کہ ہم نے وقت کو روک لیا ہے،"

نورم نے کافی کا کپ تھامتے ہوئے کہا۔

ضامن نے آہستگی سے اس کی انگلیوں پر اپنی انگلیاں رکھ دیں،

"میں نے تو تمہیں تھام رکھا ہے... وقت خود ہی رک گیا ہے۔"

رات کے ساڑھے تین بجے، وہ واپس گاڑی میں بیٹھے،

کو لا پور کی ان سڑکوں پر، جہاں ان لمحوں کی کوئی گواہی نہ تھی— صرف وہ تھے، اور ان کی خاموش محبت۔

جب اپارٹمنٹ لوٹے، دروازہ بند ہوا، اور ان کے بیچ وقت جیسے رُک سا گیا۔

نورم چادر اتارتے ہوئے آہستہ سے مسکرائی،

"اب سوئیں؟"

ضامن اس کے قریب آیا،

"...رات ابھی ختم کہاں ہوئی ہے"

اس نے اس کا ہاتھ تھاما، اور آہستگی سے اپنی طرف کھینچ لیا۔

نورم کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

ضامن کی نگاہیں، اس کے لب، اس کا لمس... سب دھیرے دھیرے نورم کی سانسوں میں اترنے لگے۔

کمرے کی روشنی مدہم ہوئی،

ہوا میں صرف چنبیلی کی مہک اور ان کے لمس کی شدت باقی رہ گئی۔

"تم میری ہو، نورم... اور ہر رات میری محبت تم پر ایسے ہی اترے گی۔"

اس نے سر گوثی کی۔

اور نورم نے آنکھیں بند کر لیں۔

باہر رات کی آخری ہوا چل رہی تھی... اندر ایک نئی محبت جاگ رہی تھی۔

اور پھر، وہ دونوں... خاموشی سے، ایک دوسرے کی بانہوں میں، سو گئے۔



NOVEL-E-MEHAR

کولا پور کی دوپہر ہلکی ہو اسے بھری ہوئی تھی۔

آسمان پر ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے، اور اپارٹمنٹ کی بالکونی میں سفید پردے نرمی سے لہرا رہے تھے۔

نورم آج خاص طور پر خوش دکھ رہی تھی۔

اس نے ہلکے سبز رنگ کی کاٹن کی شلوار قمیص پہنی ہوئی تھی، چہرے پر تازگی تھی، اور وہ نگناتے ہوئے کھانے کی میز سجا رہی تھی۔

سفید میز پوش پر لگائی پھول بنے ہوئے تھے، اور درمیان میں رکھا کرشل کا گلہ ان تازہ پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔

ضامن کچھ فاصلے پر صوفے پر بیٹھا تھا، ایک ہاتھ میں فون تھا اور دوسرے سے پیشانی سہلارہا تھا جیسے کسی گہری سوچ میں ہو۔

— فون کی کھٹی بجی

اسکرین پر نام جگمگا رہا تھا۔ — "احمد شاہ"

ضامن نے جلدی سے فون اٹھایا،

"!السلام علیکم، باباجان"

:احمد شاہ کی آواز ہمیشہ کی طرح پرسکون، لیکن آج ذرا سی امید بھری سنائی دی

"بیٹا... تم دونوں کو آنا ہو گا۔ فری کی شادی قریب آ رہی ہے۔ عید بھی قریب ہے... تو سب ساتھ ہی ہو جائے گا۔ پورا گھر تم دونوں کو یاد کر رہا ہے، بیٹا۔"

ضامن کی آنکھوں میں لمحہ بھر کو تپ سی آگئی۔

اتنے مہینے ہو گئے تھے واپس گئے ہوئے۔

اور اب، وہ آواز جو ہر مشکل وقت میں اس کے لیے ساتھی بنی... وہ بلاری تھی۔

"جی بابا، ان شاء اللہ، بہت جلد آئیں گے۔"

ضامن نے نرمی سے جواب دیا،

چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی جو یاد کے لمس سے بھیگ گئی تھی۔

دوسری طرف احمد شاہ نے خوشی سے دُعا میں دی،



"اللہ تم دونوں کو سلامت رکھے... میری شہزادی کو کہنا، بہت یاد آتی ہے۔"

یہ سنتے ہی، ضامن کی نگاہیں نورم پر جا پھریں، جو سامنے کھڑی میز پر نپے تلے انداز میں پلیٹیں رکھ رہی تھی۔

— سورج کی روشنی اس کے گال پر پڑ رہی تھی، اور ضامن کے دل نے ایک بار پھر اس پر فخر کیا

"کتنی مکمل لگتی ہو تم، میرے دل کی دنیا میں۔"

"... نورم، بابا کی کال ہے"

وہ دھیرے سے بولا۔

نورم نے ہاتھ روک کر پلٹ کر اسے دیکھا،

"تایا جی کو میرا سلام کہنا، بہت یاد آتے ہیں وہ۔"

ضامن نے فون کان سے ہٹائے بغیر جواب دیا،

"بابا، نورم کہہ رہی ہے: السلام علیکم۔"

فون کی دوسری طرف سے فوراً جواب آیا،



"و علیکم السلام... میری شہزادی کو کہو، عید ہمارے ساتھ منائے۔ یہ گھر اس کے بغیر ادا ہو رہا ہے۔"

ضامن نے محبت سے کہا،

"سن لیا؟ تمہیں شہزادی کہا۔"

نورم مسکرائی، ہلکی سی شرمائی، اور میز پر چاولوں کا ڈونگا رکھتے رکھتے یکایک اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

اچانک وہ جھٹکے سے ہاتھ منہ پر رکھ کر بیچھے مڑی،

"ضامن۔۔۔"

اس کی آواز کی ہوئی، تھر تھر کانپتی ہوئی تھی۔

ضامن کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔

فون ایک طرف رکھا اور فوراً اس کے پیچھے لپکا۔

نورم، بچن کی طرف بھاگی تھی۔

وہ بے شکل سنہلے ہوئے سنگ مرمر کی کاؤنٹر کے قریب پہنچی، اور جھک کر الٹی کر دی۔

ضامن نے جلدی سے پانی کا گلاس بھرا اور اس کی پیٹھ سہلاتا رہا،

"نورم... نورم کیا ہوا؟"

نورم کا جسم کپکپا رہا تھا۔

ضامن نے اس کے گرد بازو پھیلانے اور نرمی سے اسے سہارا دیا،

"میں ہوں یہاں... تم بس رلیکس کرو۔"

احمد شاہ کی آوازا ب بھی فون سے آرہی تھی،

"ضامن؟ پٹا، سب خیریت تو ہے؟"

ضامن نے جلدی سے فون اٹھایا،



NOVEL-E-MEHAR آواز میں ایک بے بسی سی تھی جو شاذ و نادر ہی سنائی دیتی،

"بابا، ابھی بات کرتا ہوں... نورم کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی ہے۔"

احمد شاہ پریشان ہو گئے،

"بیٹا ڈاکٹر کو دکھاؤ فوراً... میں دعا کرتا ہوں، سب خیر ہو۔"

ادھر ضامن نے نورم کو صوفے پر بٹھایا،

اس کے بال ماتھے پر بکھر گئے تھے اور آنکھوں میں نمی تھی۔

"کب سے طبیعت خراب ہے؟ تم نے بتایا کیوں نہیں؟"

نورم نے سر ہلایا،

"ابھی اچانک... میں خود ڈر گئی۔"

ضامن نے اس کا ہاتھ تھاما،

اگر تمہاری سانس بھی تیز ہو، تو میرا دل کانپ جاتا ہے، نورم۔

نورم نے نظریں چھکالیں،

ضامن نے نرمی سے اس کی تھوڑی پکڑ کر چہرہ اوپر کیا۔

ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔۔۔

نورم نے صرف اثبات میں سر ہلایا۔

اور ضامن... وہ جو خود کو مضبوط ظاہر کرتا تھا،

اس بل اس کی آنکھوں میں ایک ان دیکھے خوف کی نمی تھی۔

کچھ لمبے... جب صرف سانسوں کا رشتہ بولتا ہے۔

رات کی خشکی ہو یا ہسپتال کی سرد روشنی، ماحول میں ایک گہری خاموشی تھی۔ نورم، ہلکی سی نقابت اور سرا سہنگی میں ضامن کے کندھے سے لگی بیٹھی تھی، جبکہ ضامن کی انگلیاں بے قراری سے اس کے ہاتھ میں الجھی ہوئی تھیں۔ ان کی نظریں ہر آہٹ پر دروازے کی طرف اٹھ جاتیں۔

چند لمبے بعد دروازہ کھلا۔ سفید کوٹ میں ملبوس ایک درمیانی عمر کی ڈاکٹر نرمی سے اندر داخل ہوئی، چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

مسٹر شاہ۔۔۔

ضامن فوراً اٹھ کھڑا ہوا، آنکھوں میں پریشانی اور دل میں بے چینی۔

"Yes, Doctor? Is everything alright?"

ڈاکٹر نے ایک نگاہ نورم پر ڈالی جو خاموشی سے بیٹھی تھی، پھر مسکراتے ہوئے ضامن کی طرف دیکھا۔

"Congratulations... You're going to be a father."

چند لمحوں کو خاموشی چھا گئی۔

جیسے وقت تھم گیا ہو، ضامن کی پکلیں جھپکنا بھول گئیں۔ نورم نے آنکھیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر خود بخود آنکھوں سے ایک چمکتی نمی بہنے لگی۔

"But... I must add, she's a bit weak. She needs complete bed rest — no physical strain at all. No stairs, no lifting anything. And especially... no emotional stress. I hope you understand."

ضامن کی نظریں نورم کے چہرے پر جم گئیں، جیسے وہ آج پہلی بار اسے دیکھ رہا ہو۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آہستہ آہستہ اتری، آنکھوں میں ایک عجیب سا نور اتر آیا۔

"I won't even let her lift herself, Doctor. Trust me."

وہی کاراستہ ضامن نے گویا سانس روک کے طے کیا۔ گاڑی کا ہر موڑ، ہر سنگل، جیسے اس کے صبر کا امتحان تھا۔ نورم خاموشی سے بیٹھی تھی، نظریں ضامن پر تھیں اور دل دھڑکن سے تیز چل رہا تھا۔

جیسے ہی وہ اپارٹمنٹ پہنچے، ضامن نے اسے گاڑی سے اترنے بھی نہ دیا۔

"!...رکو"

گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ آہستگی سے جھکا اور نورم کو بانہوں میں اٹھالیا۔ نورم حیرت سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

اس نے شرمیلی سی سرگوشی کی۔ "ضامن!... کیا کر رہے ہیں؟"

وہ دھیرے سے مسکرایا، جیسے کوئی چھوٹا سا بچہ کھلونا پانے کے بعد خوش ہو۔ "بس... اپنی دنیا کو زمین پر چلنے نہیں دینا چاہتا"

بیڈروم تک پہنچتے ہی اس نے نرم گداز بستری پر نورم کو اتار کر کھیل اوزھادیا، جیسے وہ گڑیا ہو جو ذرا سی بھی ہلے تو ٹوٹ جائے۔

شام کے سائے دھیرے دھیرے کولمبیا کی کھڑکیوں سے جھانکنے لگے تھے۔ اپارٹمنٹ کے نرم پردوں پر سورج کی آخری کرنیں کچھ سنہری، کچھ نارنجی سی چھاپ چھوڑ رہی تھیں۔ ضامن کے ہاتھ میں فون تھا اور دل میں اک خاص دھڑکن۔

نورم پاس ہی بیٹھے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر، لیکن نظریں مسلسل ضامن پر۔

"گھر کال کر کے بتاتے ہیں... سب خوش ہو گئے... اور افسوس بھی کہ ہم اس بار عید پر نہیں آسکیں گے۔"

نورم نے آہستہ سے سر ہلایا، جیسے اجازت دے رہی ہو۔

فون کال اونچی اسکرین پر ویڈیو کال میں بدل گئی۔ دوسری طرف گھر کا صحن تھا، لان میں بچی سفید چادر پر سب بیٹھے تھے۔

احمد شاہ، رابعہ، رضا شاہ، شاہ میر شاہ، فری، سب کے چہرے مسکراہٹ سے روشن تھے۔ عید سے دو دن پہلے کا دن تھا، عید کی تیاریوں کی خوشبو ماحول میں رچی بسی تھی۔

"!السلام علیکم"

ضامن کی آواز نے سب کو متوجہ کر لیا۔

احمد شاہ کی آواز گونجی۔ "وعلیکم السلام، میرے شیر"

سمریں نے بے تابی سے پوچھا۔ "بیٹا کہاں ہو؟ کب نکل رہے ہو؟"

ضامن نے مسکرا کر نورم کی طرف دیکھا، جواب آہستہ سے دوپٹہ سر پر لے رہی تھی۔

"بابا... ماما... ایک بات کرنی ہے... اور ایک خوشخبری بھی دینی ہے۔"

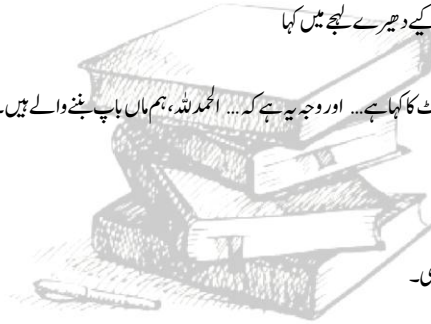
رابعہ کے چہرے پر حیرت اور خوشی ایک ساتھ ابھری۔ "خوشخبری؟"

ضامن نے آہستہ سے نورم کا ہاتھ تھاما، اور نظریں سب کی طرف کیے دھیرے لہجے میں کہا

"ہم دونوں یہاں ٹھیک ہیں... لیکن ڈاکٹر نے نورم کو مکمل ہیڈ ریٹ کا کہا ہے... اور وجہ یہ ہے کہ... الحمد للہ، ہم ماں باپ بننے والے ہیں۔"

چند لمحوں کو سب خاموش ہو گئے... جیسے وقت تھم گیا ہو۔

پھر ایک دم شور اٹھا، دعائیں، مبارکبادیں، اور خوشی کی بے ساختہ ہنسی۔



NOVEL-E-MEHAR

"!ماشاء اللہ! مبارک ہو، بیٹا"

"!اللہ سلامت رکھے"

"!میرے پوتے کی خوشبو تو ابھی سے آگئی ہے"

رابعہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "ماں بننے والی ہو، نورم اب کوئی لاپرواہی نہیں کرو گی"

مت شرمناؤ، تم آج میری دنیا کی سب سے خوبصورت حقیقت: "نورم شرم سے نظریں جھکا گئی۔ اس کا چہرہ لال ہو رہا تھا، اور ضامن اُس کی انگلیوں کو نرمی سے تھامے بیٹھا تھا، جیسے کہنا چاہتا ہو۔"

رابعہ کے چہرے پر سکون پھیل گیا، رضاشاہ نے پہلی بار بغیر کچھ کہے نورم کو دعائیہ نگاہ سے دیکھا، احمد شاہ کی آنکھوں میں چمک آگئی۔

"لیکن بیٹا، عید پہ آ رہے ہونا؟"

سمریں کی آواز میں امید تھی۔

ضامن نے تھوڑا سا افسوس سے سر جھکا یا۔

ای... ڈاکٹر نے منع کیا ہے... فلائٹ، سفر، تھکن... سب سختی سے روکا ہے۔ اس لیے... اس بار ہم عید آپ سب سے دور منائیں گے۔ لیکن وعدہ رہا، اگلی عید ہم تین ہوں گے... ان شاء اللہ۔"

سب کی آنکھوں میں نمی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

کال کے بعد رات کو، نورم ضامن کے ساتھ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ اس نے نکیے میں منہ چھپا لیا۔

"سب کے سامنے کہنا ضروری تھا کیا؟"

"ضروری تھا... میری خوشی کو صرف میرے دل میں کیوں رکھتا؟ جو میری دنیا ہے، وہ جان لے کہ وہ اب دو زندگیاں ہے... میری بیوی، اور میرے بچے کی ماں۔"

نورم نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ضامن کی آنکھوں میں وہی نرمی، وہی بے لوث محبت تھی... جسے دیکھ کر آج رابعہ، رضا شاہ، احمد شاہ، اور سب کا دل مطمئن ہو چکا تھا۔



"آپ... خوش ہیں، ضامن؟"

اس کی آواز آہستہ تھی، لیکن لرزتی ہوئی۔

ضامن نے آہستہ سے اسے سینے سے لگا لیا۔

"خوش؟ نورم، اگر خوشی کو تصویر دی جاسکتی... تو وہ تم ہوتی... اور اب، تمہاری گود میں آنے والا وہ چھوٹا سا وجود... وہ میری جنت ہے، میری زندگی ہے۔"

رات کی تنہائی میں، چاندنی نرم ہو چکی تھی... اور اس روشنی میں ایک نیا خواب، ایک نئی صبح، ایک نئی زندگی سانس لینے لگی تھی—محبت سے لبریز، دعاؤں سے گونڈھی، اور رب کے کرم سے جگمگاتی۔

نورم کو نیند سے آنکھ کھلی تو ضامن ایک چھوٹی ٹرے لیے اندر آ رہا تھا۔ اس پر دودھ، بادام، اور پھل رکھے تھے۔

وہ شرارت سے بولا۔ "صبح بخیر، اماں جی۔"

نورم نے ہنستے ہوئے نکیہ اس کی طرف پھینکا۔

"میں اماں لگتی ہوں اچکو؟"

"نہیں... اماں نہیں... میرے بچے کی ماں لگتی ہو۔"

نورم کی آنکھوں میں شرم اور خوشی نے پلپل چھادی۔ وہ نظریں چراگئی، اور ضامن اس لمحے کی چپ میں اس کی شرم کو پی رہا تھا جیسے وہ خوشبو ہو، یاد ہر کن۔
دن گزرتے گئے۔۔۔

کبھی وہ چھوٹے سے مسئلے پر ونا شروع کر دیتی، کبھی کچن میں کھڑے ہو کر اچانک اعلان کرتی

"!مجھے ترش چیز کھانی ہے... ابھی کے ابھی"

ضامن اس کے ہر نخرے پر جان دیتا۔

"ٹھہرو، ابھی لاتا ہوں۔ دنیا کے سارے ترش ذائقے چن کر لاؤں گا... بس میری بیوی مسکرا دے۔"

"!آپ میرے ساتھ زبردستی محبت کرتے ہو" ایک دن جب نورم نے حنکھی سے کہا،

ضامن نے اس کے قریب آ کر ہاتھ اس کے چہرے کے دونوں طرف رکھے اور آہستگی سے کہا

"نہیں، زبردستی نہیں... عبادت ہے۔ تم میری دُعا ہو نورم، اور دُعاؤں سے محبت زبردستی نہیں کی جاتی... دل سے نکلتی ہے۔"

رات کو جب وہ سونے لگے، ضامن نے نورم کو اپنی باہوں میں سمیٹا اور اس کے بالوں میں منہ چھپا لیا۔

"پتہ ہے، تم صرف ایک بیوی نہیں ہو اب... تم ماں بننے والی ہو... میری دنیا کو جنم دینے والی ہو۔ تم اب صرف محبت نہیں، میری جنت ہو۔"

نورم نے اس کے سینے پر سر رکھا، اور آہستہ سے کہا

"اور آپ... آپ میری پناہ ہو ضامن۔"

باہر آسمان پر چاند دھیرے دھیرے ڈھل رہا تھا... اور اندر ایک نئی زندگی پروان چڑھ رہی تھی، جس کا ہر لمحہ محبت سے لپٹا ہوا تھا... خوابوں کی طرح، نرم، خوبصورت، اور بے حد قیمتی۔

شاہ ویلا کی شام ہمیشہ کی طرح پر رونق تھی۔ ڈرائنگ روم کی بڑی کھڑکیوں سے دھوپ کی نرم کرنیں فرش پر بکھر رہی تھیں۔ قالین پر رنگ برنگے گاؤتیکے رکھے گئے تھے اور دیوار کے ساتھ لگے بڑے صوفوں پر بزرگ بیٹھے تھے—احمد شاہ، افتخار شاہ، شفق، رضا، شاہ میر شاہ، موسیٰ علوی، مصطفیٰ، شیریں، سمریں، رابعہ اور سورنیا—سب آج کسی خاص فیصلے کے لیے بیٹھے تھے۔

قالین پر کزنز، سب پھیلے ہوئے تھے، ہنسی مذاق، مدھم سرگوشیاں، اور کبھی کبھار قہقہوں سے کمرے کا ماحول پر نور ہو رہا تھا۔

نورم ایک گاؤتیکے پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر ماں بننے کی روشنی تھی، اور آنکھوں میں محبت کا ایک خاص رنگ—وہ رنگ جو صرف اس عورت کے حصے میں آتا ہے جسے اپنے شوہر کی آنکھوں میں خود سے بڑھ کر اپنی قدر دکھائی دے۔

اس کا جسم تھوڑا بھاری ہو گیا تھا، پرچہ پر ایک نکھار تھا۔ مانتا کے رنگ، محبت کی روشنی، اور ازدواجی یقین — سب کچھ اس کی موجودگی کو خاص بنا رہا تھا۔
ضامن اس کے برابر بیٹھا تھا، ایک ہاتھ سے اس کی کمر کو سہارا دیتا، دوسرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کی انگلیاں تھامے ہوئے۔ اس کی نظروں کا محور صرف نورم تھی۔

"Are you okay?"

اس نے آہستہ سے جھک کر پوچھا۔

نورم نے ہلکی سی مسکراہٹ سے اثبات میں سر ہلایا، جیسے کہہ رہی ہو — جب آپ ساتھ ہو، سب کچھ ٹھیک ہوتا ہے۔

احمد شاہ نے سامنے میز پر رکھا کھجور اور بادام سے بھرا پیالہ اٹھایا، اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

"تو پھر طے کر لیتے ہیں... شادی کی تاریخ۔"

میں اذلان اور ماہر کی شادی ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ افتخار نے مصطفیٰ اور احمد کی طرف دیکھتے بولا۔۔۔

میں بھی دونوں بیٹیوں کی شادی ساتھ کرنا چاہتا ہوں اگر نورین کو اعتراض نہ ہو تو۔۔۔ مصطفیٰ نے کہا۔۔۔

مجھے کیوں اعتراض ہو گا۔۔۔ میں تو خود تینوں بچوں کی ساتھ کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ سو ریانا نے بھی اپنے دل کی بات رکھی۔۔۔ میں بھی واردا اور بلال کی ساتھ ہی شادی کرنا چاہتی ہوں۔۔۔

بس پھر طے ہو اسب بچوں کا ایک ہی دن نکاح ہو گا۔۔۔ شاہ میر شاہ نے فیصلہ سنایا۔۔۔

میری ایک شرت ہے پھر۔۔۔

NOVEL-E-MEHAR

ضامن نے اعلان کیا۔۔۔

سب نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔۔۔

جب سب کا نکاح ہو گا تو مجھے بھی دوبارہ نکاح کرنا ہے۔۔۔ پہلے تو آتی ٹینس میں ہوا تھا۔۔۔

ہاں کیوں نہیں سب کا ساتھ ہو گا۔۔۔ تمسارا بھی۔۔۔ احمد شاہ نے ضامن کا کندھا تھپکتے ہو کہا۔۔۔

: سو ریانا بیگم نے جھک کر رابعہ سے پوچھا

"نورم کی طبیعت کیسی ہے اب؟ سفر تو ٹھیک گزرانا؟"

اس سے پہلے کہ رابعہ جواب دیتیں، ضامن نے خود نرمی سے سب کو مخاطب کیا۔

جی ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق لایا ہوں۔۔۔

سب بزرگوں کے چہرے پر ایک طمنایت سی اتری۔

نورم نے نظریں جھکا لیں۔

گھر کی بیچک میں، جہاں ابھی کچھ ہی لمحے پہلے بڑے بزرگوں کے درمیان مستقبل کے نیک بندھن طے پائے تھے، اب نوجوانوں کی ہنسی، شرارتیں اور بے ساختہ قہقہے گونج رہے تھے۔

بڑی بیچک کے ساتھ جڑی کھلی راہداری میں، جہاں روشندان سے دھوپ کی کرنیں فرش پر خوبصورت ڈیزائن بناتی پڑ رہی تھیں، وہاں گہرے نیلے قالین پر الگ الگ رنگوں کی گدیوں پر سب نوجوان بے ترتیبی سے بیٹھے تھے۔ کوئی نیم دراز، کوئی تکیہ گود میں لیے، تو کوئی قہقہوں میں ڈوبا، جیسے برسوں کی دوستی ہو۔

اپ کو تو ہر بات پر مزاق سوچتا ہے، دیکھو "ماہر، ہمیشہ کی طرح خاموش اور مسکراتا، قالین پر پیر پھیلائے بیٹھا تھا۔ اُس کے برابر فری بیٹھی تھی، ہنستے ہنستے اُس کے بازو پر ہلکے تھپڑ مار رہی تھی۔

"! تو کیا رنگ پکڑ لیا تم نے شادی کی تاریخ سننے ہی

"تمہارا چہرہ دیکھ کر تودل کر رہا ہے نکاح آج ہی ہو جائے۔" ماہر نے فری کی طرف جھک کر دھیرے سے سرگوشی کی،

فری نے شرم سے آنکھیں جھکائیں، اور تکیہ اُس کے منہ پر مارا۔

پاس ہی ازلان اور حرملین بیٹھے تھے۔ حرملین، ہمیشہ کی طرح دھیمی سی، مسکراہٹ لبوں پر سمیٹے، اپنی بہن کی باتوں پر خاموشی سے ہنس رہی تھی۔ ازلان اُس کے کچھ زیادہ ہی قریب بیٹھا تھا، نظریں بار بار چوری چوری اُس کے چہرے پر جا ٹھہرتیں۔

"حرملین، تم کچھ بولتی کیوں نہیں؟ شادی کی تاریخ سن کر سب چہک رہے ہیں، تم تو جیسے بت بن گئی ہو۔"

"سب کے سامنے کچھ بولوں؟ آپ سنبھال لو مناسب۔" حرملین نے آنکھیں پھیلائیں،

"کہہ دینا، باقی سب میں سنبھال لوں گا، ساری زندگی۔" ہاں! بس تم! ازلان نے ہنستے ہوئے گہری نظروں سے اُسے دیکھا،

"ماں بننے والی بیویوں کے ساتھ کیسے پیش آتے ہیں، سیکھو، ضامن بھائی سے؟" دوسری طرف، حوریا، جو ہمیشہ کی طرح شوخ اور چنچل تھی، صارم کو چھڑا رہی تھی،

"! خدا کا واسطہ ہے، ابھی تو منگنی بھی نہیں ہوئی، تم نے ماں تک پہنچا دیا" صارم نے کانوں کو ہاتھ لگایا،

"! اچھا جی؟ تو تمہیں شرم آ رہی ہے؟ مجھے تو پتا ہے، آپ چھپ چھپ کے میرے پر وفائل فوٹوز دیکھتے ہو"

صارم کا چہرہ لال ہوا۔۔۔ یہاں انا حساب تھا۔۔۔ حوریا فلٹ کرتی اور صارم بلش۔۔۔۔

شاہ اور وارا ایک کونے میں بیٹھے چپکے چپکے کچھ باتوں میں لگے تھے۔ ورید کا مزاج سنجیدہ تھا، مگر ثناء کے سامنے وہ کسی کالج بوائے جیسا معصوم لگ رہا تھا۔

تم چاہتی ہو کہ سب کی شادی ساتھ ہو؟ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟"

ہیں۔۔۔ شاہ نے دو لفظی جواب دیا۔۔۔ وہ اب سنبھلتی جا رہی تھی لیکن زخم گہرا ہو تو وقت تو لگتا ہی ہے۔۔۔

دیکھو، میری بیوی کتنی " بلال اور انابیہ کی جوڑی سب سے زیادہ چلبلی تھی۔ انابیہ باتوں میں سب کو دباتی جا رہی تھی، جب کہ بلال مسلسل اُس کی پیٹھ پیچھے آنکھیں نیچا رہتا تھا، جیسے کہنا چاہتا ہو "بولتی ہے"

"اب بس، تمہارے یہ اشارے میرے سامنے نہیں چلیں گے، ابھی سے ہاتھ لنگن کو آرسی دکھا دوں گی" انابیہ نے آخر سے پکڑ ہی لیا،

سب کی باتوں، شرارتوں، ہنسی، تہمتوں کے بیچ، ایک الگ دنیا بنی ہوئی تھی۔ خاموشی سے، قالین کے ایک کنارے پر، ضامن اور نورم اپنی ہی دنیا میں تھے۔

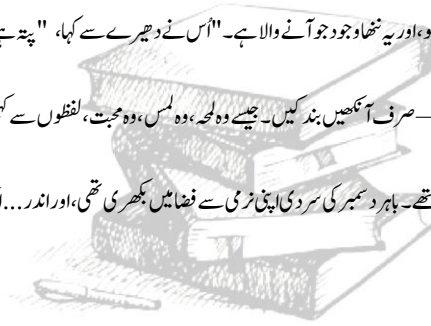
نورم کا چہرہ، ماتا کی چمک سے نکھرا ہوا، گلابی گلاب جیسا لگ رہا تھا۔ چھٹا مہینہ چل رہا تھا، اور اُس کی شخصیت میں جیسے ایک الگ سی نرمی، ایک خاص کشش پیدا ہو گئی تھی۔ وہ خاموش بیٹھی سب کی باتیں سن رہی تھی، مگر اُس کا ہاتھ ضامن کے ہاتھ میں تھا، مضبوطی سے تھما ہوا۔

ضامن کی نگاہیں بار بار اُس پر جاٹھرتی تھیں۔ وہ کبھی اُس کی پلکوں کی چمک پر مسکراتا، کبھی اُس کے چہرے کی نرمی میں گم ہو جاتا۔

"یہ سارا شور تمہارے سامنے بے معنی لگتا ہے... جیسے اب بس تم ہو، اور یہ نچھاو جو آئے والا ہے۔" اُس نے دیر سے کہا، "پتہ ہے،"

نورم نے نرمی سے سر اُس کے کندھے سے ٹکا دیا، اور کچھ نہیں کہا۔ صرف آنکھیں بند کیں۔ جیسے وہ لمحہ، وہ لمس، وہ محبت، لفظوں سے کہیں زیادہ تھا۔

کمرے کے ایک طرف شفاف پردے دیر سے دیر سے ہل رہے تھے۔ باہر دسمبر کی سردی اپنی نرمی سے فضا میں بکھری تھی، اور اندر... ایک مکمل، خوش باش خاندان اپنی محبتوں کے رنگ سمیٹ رہا تھا۔



نکاح کی تاریخیں طے پا چکی تھیں۔

NOVEL-E-MEHAR

رشتے باندھنے والے سب وعدے ہو چکے تھے۔

اب فقط دن گنتے باقی تھے... خوشی کے، اپنائیت کے، اور اُن لمحات کے... جہاں ہر دل ایک نیا آغاز کرے گا۔

رات گہری ہو چکی تھی، لیکن شاہ ویلا اس گھڑی، چاند سے زیادہ روشن لگ رہا تھا۔

کہنے کو یہ نکاح کی رات تھی، مگر حقیقت میں یہ خوابوں کا مہور، خواہشوں کی تعبیر، اور محبتوں کا چمکتا ہوا جشن تھا۔ فضا میں ایک الگ سی جادو گری تھی۔ جیسے ہر ہوا کا جھونکا، ہر روشنی کی کرن، ہر پھول کی خوشبو صرف اور صرف اس لمحے کو سنوارنے کے لیے بھیجی گئی ہو۔

شاہ ویلا کو دلہن بنا یا گیا تھا۔ مگر یہ کوئی عام دلہن نہ تھی، بلکہ ایسی شہزادی جیسی جو خود اپنی سلطنت میں آسمان کے ستارے بطور جھومر پہنے، زمین کے پھولوں کو دوپٹے میں سمیٹے، اور چاندنی کو اپنی مسکراہٹ میں چھپالے۔

پورے لان کو سفید ریشمی کپڑے کی چھت سے ڈھانپ کر، اندر جیسے ایک طلسمی محل بنایا گیا تھا۔ ہر طرف سفید، گلابی اور سنہری رنگوں کی ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ پھولوں کی مالائیں ہوا میں جھوم رہی تھیں اور زمین پر پڑے گلاب کے پتیوں نے چلنے والوں کے قدموں کو نرمی بخشی تھی۔

لان کے بیچ میں، ایک ساتھ برابر قامت کے دو عظیم، مگر انتہائی نفیس اسٹیج بنائے گئے تھے۔ نہ کوئی بڑا، نہ چھوٹا—دونوں اپنی جگہ مکمل، اپنی خوبصورتی میں بے مثال۔

دونوں اسٹیجوں کی پشت پر گولائی میں پردوں کا جال بچھایا گیا تھا—سفید جالی دار پردوں کے پیچھے ہلکی ہلکی سنہری روشنیوں کی باریک لڑیاں لٹک رہی تھیں، جیسے تاروں کی بوند باندی ہو۔ پردوں میں موتیوں کے ہاروں کی جھلکیاں تھیں، جو قریب جا کر نگاہ کو قید کر لیتی تھیں۔

پہلا اسٹیج—دائیں ہاتھ پر—وہ جگہ جہاں خوشی کی ہنسی، شرارت بھرے تہرے، اور محبت بھری نظریں اکٹھی ہو رہی تھیں۔ اسٹیج پر تین جوڑے دار صوفے ترتیب سے رکھے گئے تھے۔ بیچ میں، گلابی محلی کپڑے سے ڈھکے صوفے پر صام اور حوریا کے بیٹھنے کی جگہ مخصوص تھی۔ ان کے اطراف، دونوں جانب، نہایت نفیس انداز میں انابییہ دلال اور ثناء دوار کے لیے ہلکے سنہری اور نیلے امتزاج کے صوفے تھے۔ ہر جوڑی دار صوفے کے پیچھے پھولوں کے ہاروں سے بنے ناموں کے پہلے حروف چمک رہے تھے۔

دوسرا اسٹیج—بائیں طرف—اس کا حسن ایک اور سطح پر تھا۔ یہاں بھی تین جوڑے دار صوفے ترتیب سے رکھے گئے تھے۔ بیچ کا صوفہ—نہایت شاندار، پروقار اور نرمی سے چمکتا ہوا—لکھا تھا۔ "Z & N" ضامن اور نورم کے لیے تھا۔ صوفے پر گہرے خاکی رنگ کی ہلکی سنہری کشیدہ کاری تھی، اور اس کے پیچھے ایک چمکتا ہوا گلابی دل بنا تھا، جس کے اندر روشنیوں سے

اسی اسٹیج کے دائیں طرف ماہر اور فری کے لیے شاندار صوفہ رکھا گیا تھا۔ صوفے پر سفید اور سنہری رنگ کا امتزاج تھا، اور ان کے گرد موتیوں کے پھولوں کی لڑیاں تھیں جو نرم روشنی میں جھوم رہی تھیں۔

بائیں جانب از لان اور حرملین کے لیے نیلے اور گلابی پھولوں سے سجھونڈا تھا، جس کے چاروں طرف سے ہلکی سنہری بلیں لپٹی تھیں۔

ہر صوفے کے آگے سفید رنگ کے چھوٹے گلدستے رکھے تھے، جن میں صرف تازہ گلاب اور چمبیلی کے پھول تھے—نہایت خوشبودار، اور سادہ مگر پراثر۔ صوفوں کے پیچھے باریک سفید پردے تھے، جن پر فیری لائنس

NOVEL-E-MEHAR

کی لٹکیاں تھیں، وہ لٹکیاں جو سانس لیتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں—جیسے دھڑکنوں میں شریک ہوں۔

سامنے کی طرف، دونوں اسٹیجز کے بیچ میں مہمانوں کے لیے ترتیب دیے گئے گول میز، اپنی اپنی جگہ ایک شاہکار معلوم ہوتے تھے۔ ہر میز سفید ریشمی کپڑے سے ڈھکی ہوئی، درمیان میں موتیوں اور گلاب کے پھولوں سے بنا گلدستہ، جس کے پتیوں بیچ ایک چھوٹا سا فانوس رکھا تھا۔ کرسیوں پر بندھے سنہری ربن ان کو تقریب کا حصہ بناتے تھے، اور ہلکی موسیقی کی دھن، ان تمام مناظر کو روحانی سا بنا دیتی تھی۔

پورا ماحول گواہ تھا کہ یہاں کچھ بہت مقدس ہونے جا رہا ہے۔ کوئی رشتہ، جو صرف زمینی نہیں، بلکہ آسمانی بھی ہے۔ کوئی وعدہ، جو الفاظ سے نہیں، نگاہوں سے ہو گا۔ اور کوئی عشق، جو صرف دلوں میں نہیں، روحوں میں جا بے گا۔

اس لئے، جب رات کی گہرائی آسمان پر سناٹا بچھا رہی تھی، شاہ و یلا جگمگا رہی تھی—روشنیوں سے، خوشبوؤں سے، دعاؤں سے، اور سب سے بڑھ کر... محبت سے۔

شاہ و یلا کے سب سے عالی شان، وسیع اور جدید سچے ہوئے کمرے میں اس وقت خوشبوؤں، شونیوں، اور شیرینی کا ایسا سا باندھا گیا تھا کہ ہر کوننا مسکرا رہا تھا۔

یہ کمرہ ضامن کا تھا— جس کے اندر آج نہ صرف وہ خود، بلکہ اس کے چاروں قریبی ساتھی، اس کی زندگی کی سب سے خوبصورت شب کے لیے دو لہا بننے جا رہے تھے۔ فضا میں مہنگے دھن کے سچے ایک خالص، جوان، اور رنگین جوش موجزن تھا۔ soft jazz کی مہک، قہقہوں کی بازگشت، اور perfume

کو ہنستے ہوئے سلیقے سے ایک طرف curls مہرون رنگ کی نفیس شیر وانی پہنے ازلان ابھی اپنے کالر کو آئینے میں ٹھیک کر رہی رہا تھا کہ ماہر نے جھک کر اس کے ماتھے پر رکھے ہوئے باریک کر دیا۔

ماہر خود سلیور رنگ کی شیر وانی میں بے حد پرکشش لگ رہا تھا۔ وہ مکمل انداز سے تیار تھا، مگر ازلان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کے شیر وانی کے ٹن کو دوبارہ ترتیب دیا، جیسے بھائی بھائی کو ڈلہا بنانے کے آخری لمحات میں بار بار ٹھیک کرتے ہیں۔

کو کھول رہا تھا۔ ضامن نے اسے خود branded perfume ایک طرف صادم کھڑا کریم رنگ کی شیر وانی میں، جو کہ سفید زری کے کام سے مزین تھی، ضامن کے دیے ہوئے "یہ تو لگا، یہ خوشبو اسے یاد رہے گی۔" تھمایا تھا،

"خوشبو اسے یاد رہے گی یا میں؟" صادم مسکرا کر بولا،

ضامن نے آہستگی سے کہا اور کھڑکی کے پار دیکھا، جہاں نکاح کی روشنیاں آسمان تک جا رہی تھیں۔ "تم خوشبو بن جاؤ اس کے لیے، تو تم بھی یاد رہو گے۔"

ضامن، خود سیاہ رنگ کی شاہی شیر وانی میں ملبوس تھا۔ اس کی آنکھوں میں شوخی کم، مگر گہرائی زیادہ تھی۔ جہاں باقی سب کزنز خوشی اور جوش میں مست تھے، ضامن خاموشی سے صوفے پر بیٹھا، اپنے لف لنکس ٹھیک کر رہا تھا، مگر اس کی نظر بار بار اسی میز پر چلی جاتی جہاں نورم کی جیوری رکھی گئی تھی۔ اس کے اندر جیسے ایک بے چینی، ایک پریشانی ہولے سے جنبش کر رہی تھی۔

اس نے دل میں سوچا۔ "... نورم ٹھیک تو ہے نا؟ دو دن سے طبیعت ڈھیلی ہے اس کی"

اسی اثنا میں وارد اور بلال، جو کہ بالترتیب آف وائٹ اور گہرے زیتونی رنگ کی شیر وانی میں تیار ہو رہے تھے، ایک دوسرے کی کولرز کو ٹھیک کر رہے تھے۔ وارد نے بلال کے شانے پر ہاتھ "ایسے لگ رہا ہے توفل فلمی دو لہا ہے" رکھا،

اپ بھی کچھ کم نہیں لگ رہے بھائی۔۔۔ "بلال ہنسا،

یار، حور یانے کہا تھا بال سلیقے سے کرنا۔۔۔" کمرے کے ایک کونے میں ازلان ہنستے ہوئے ماہر کو کچھ سمجھا رہا تھا، اور دوسرے کونے میں صادم اپنے بالوں میں ہاتھ بھیرتے ہوئے بول رہا تھا، "اب کتنے سلیقے سے کرو؟"

"تو حور یا کے دل میں سلیقے سے گھس جا، بال خود بخود سیدھے لگیں گے۔" ماہر نے قہقہہ لگایا،

اور اس تمام قہقہوں، تیاروں اور شوخیوں کے بیچ، ضامن کی آنکھوں میں بس نورم کا چہرہ گھوم رہا تھا— ہلکا سا ہنسا، مگر ہنستے ہوئے لب، وہ نازک سی کلائی،

ایک گہرا سانس لے کر وہ کھڑا ہوا، آئینے کے سامنے گیا، اور اپنے کالر کو ایک بار مزید ٹھیک کیا۔ اس کی نظریں خود پر نہیں تھیں— بلکہ اس بل پر تھیں جو آنے والا تھا۔ نکاح کا وہ لمحہ جس نے قسمت کے بندر وازے کھولنے تھے۔

...کمرے میں چاروں طرف روشنی تھی، جگمگاتے چہرے تھے، قہقہے تھے، خواب تھے

— مگر ضامن کی آنکھوں میں صرف ایک دعا تھی

کہ آج کی رات... اُس کے نصیب میں صرف روشنی ہو، اندھیرا نہیں۔

اور نورم... اس نکاح میں اسے دل سے قبول کر لے۔

فری کے کمرے میں اس وقت روشنی کا ایک الگ ہی منظر بکھرا ہوا تھا۔ گرم، ہلکی سنہری لائٹس کی چھاؤں میں ہر طرف پھولوں کی خوشبو، قہقہوں کی نرم گونج، اور ڈرینگ ٹیبل پر بکھرے جیولری سیٹوں، لپ اسٹکس، ہنگھیوں اور پرفیومز کا وہ منظر تھا جو صرف شہزادیوں کے کمروں میں دکھائی دیتا ہے۔

کمرے کے بیچوں بیچ کھڑی فری، آسمانی فیروزہ رنگ کے نفیس لینگے میں ایسی لگ رہی تھی جیسے کسی قطعے کی رانی ہو— جس کا ہر زیور، ہر زری، ہر گوڑہ اسی کی آنکھوں کے رنگ سے جڑا ہو۔ دوپٹے کی باریک گوڑہ کناری جب اس کے شانوں سے سلپ ہو کر دو بارہ واپس رکھی جاتی، تو ایک نئی چمک اس کے چہرے پر آ جاتی۔

فری کے پاس کھڑی انابیہ، نارنجی رنگ کے بھاری شارارے میں ہلکی شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ کبھی اپنی جھمکے تھاتی، کبھی اپنے دوپٹے کی سینگ درست کرتی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجب بے قراری تھی— محبت کی وہ پہلی دستک جس کی صدا دل تک جا رہی ہو۔

کونے میں کھڑی ثناء، گولڈن رنگ کے شاندار لینگے میں کچھ بولے بغیر بھی خاص لگ رہی تھی۔ وہ اپنی کمانی پر چوڑیاں پہننے ہوئے خالی نظروں سے آئینے کو دیکھ رہی تھی، جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو— مگر لفظوں کو اجازت نہ ہو۔

حوریا، جو کئی رنگوں کے امتزاج والے روایتی شارارے میں بیٹھے ہوئے فری کے ساتھ دوپٹے کی پنزیٹ کر رہی تھی، ہر کسی کے چہرے پر مسکراہٹ لارہی تھی۔ اُس کی شوخی میں وہ معصومیت تھی جسے دیکھ کر حرمین بار بار ہنستی۔

حرمین، اپنے مخصوص سرخ رنگ کے خوبصورت لینگے میں دلکش لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ہلکی جھجک، اور آنکھوں میں وہ چمک تھی جو پہلی محبت کی خاموشی میں ہوتی ہے۔ بالوں کی پف اسٹائلنگ اور باریک مہندی سے سب سے ہاتھ اس کے وجود کو مکمل کر رہے تھے۔

اور پھر— کمرے کے ایک کونے میں نیم اندھیرے میں، نورم بیٹھی تھی۔

طبیعت پہلے ہی خراب ہے، نورم... پاؤں الجھ گیا تو؟ میں نے تمہارے لیے "— وہ آج ضامن سے لڑ بھگڑ کر، ضد کر کے، اب گناہ پہننے پر آمادہ ہوئی تھی۔ مگر ضامن نے نرمی سے منع کر دیا تھا "لانگ میکسی بنوائی ہے، وہی پہن لو نا۔

نورم نے بہت ضد کی، مگر آخر کار مان گئی۔

وہ مہرون رنگ کے لانگ گاؤن میں بیٹھی تھی، جس کی ٹیٹ اسلیوز، اور نیچے کی طرف جاتی سلور ورک کی تیل نے اسے خواب کی صورت بنا دیا تھا۔ اس کی آنکھیں ہلکی کاجل سے سہمی ہوئی تھیں، اور ہونٹوں پر ایک دہلی مسکراہٹ تھی— جو صرف ضامن کو دیکھ کر آتی تھی۔

اسی لمحے کمرے کے دروازے پر نرمی سے دستک ہوئی۔

دروازہ ہولے سے کھلا، اور اندر وہی آیا... ضامن۔

سیاہ شیر وانی میں ملبوس، پر شکوہ، خاموش مگر فکر مند آنکھوں والا ضامن۔

دو دروازے سے آتے ہی تیزی سے اس کے قریب پہنچا۔ "یہ کیا، ایسے کیسے بیٹھی ہو نورم؟ کمر میں درد ہو جائے گا"

نورم، کمرے کی قالین پر ٹیبل کے پاس بیٹھی تھی، جہاں کچھ میک اپ اور مہندی کی ٹوکریاں رکھی تھیں۔ ضامن کی نظر جیسے ہی اس کے چہرے سے ہٹ کر میز کی طرف گئی، اُس نے فوراً محسوس کیا کہ نورم نے کچھ جلدی سے اپنے دوپٹے کے نیچے چھپانے کی کوشش کی۔

اُس نے بھنوں چڑھا کر، فکر سے پوچھا۔ "یہ کیا تھا؟"

"...! کچھ نہیں تو" نورم نے بے نیازی سے نظریں پراتے ہوئے کہا،

"کچھ نہیں تھا، تو تم نے چھپایا کیوں؟" ضامن نے دو قدم اور آگے بڑھ کر، نرمی مگر ناراضگی سے کہا،

"... بس... تھوڑی سی اہلی تھی" نورم نے بچپن والے انداز میں، معصومیت سے نظریں جھکا لیں،

"اہل سی؟"

نورم... ڈاکٹر نے منع کیا ہے، میں نے بھی منع کیا تھا۔ گلا خراب ہے، دو دن بخار میں رہی ہو۔ کمزوری الگ سے ہے، اب یہ مزید خراب کرواؤ گی "ضامن نے جیسے ہوا میں رک کر سانس لی،

"سب؟"

"... دل چاہ رہا تھا بس... تھوڑی سی تھی" نورم نے بچوں جیسا منہ بنایا، جیسے ابھی رو دے گی،

"اب خدمت کرو۔ ایک بار مکمل ٹھیک ہو جاؤ، پھر پوری بوتل دوں گا۔ مگر ابھی نہیں... پلیز۔" ضامن نے اس کے چہرے کو ہاتھوں سے تھام لیا، نرم لہجے میں کہا،

نورم خاموش ہو گئی۔ اُس کے چہرے پر وہی شرمائی شرمائی سی ہنسی واپس آئی، جو ضامن کو ہمیشہ بے بس کر دیتی تھی۔

"بچو، نیچے آ جاؤ، لڑکوں کو اسٹیج پر جانا ہے۔" اسی لمحے کمرے کے باہر سے رابعہ کی آواز آئی،

"ماشاء اللہ، سب شہزادیاں لگ رہی ہیں۔ نورم بیٹا، تیار ہو گئی ہو؟" رابعہ دروازے سے اندر آئیں، سب کو دیکھ کر مسکرا کر بولیں،

"چچی، آپ سب کو لے جائیں... میں ابھی آتا ہوں نورم کو لے کر۔" ضامن نے مسکرا کر رابعہ کی طرف دیکھا،

اور باقی لڑکیوں کو لے کر نیچے چلی گئیں۔ "ٹھیک ہے بیٹا۔" رابعہ نے آہستہ سے سر ہلایا،

کمرے میں اب صرف نورم اور ضامن رہ گئے تھے۔

:ناموشی نے ایک لمحے کے لیے سب کچھ تھما دیا۔ روشنی نرم ہو گئی، ہوا ساکن ہو گئی، اور ضامن نے آہستگی سے اُس کے قریب ہو کر کہا

"آج کی رات... تم صرف میری ہو۔ کسی بخار، کسی کمزوری، کسی درد کو اجازت نہیں ہے، ہم دونوں کے بیچ آنے کی... ٹھیک ہے؟"

نورم نے آنکھیں جھکا کر سر ہلایا۔ ضامن نے اس کے ہاتھ کو نرمی سے تھاما، جیسے وقت روک لیا ہو۔

ایک لمحہ، ایک لمس، ایک دعا... کہ سب کچھ خوبصورت رہے، ہمیشہ کے لیے۔

لان کی روشنیوں میں چمکتے اسٹیج کے سامنے جیسے وقت رک سا گیا تھا۔ ساری نظریں دلہنوں کی اُس ٹولی پر جمی تھیں جو دروازے سے اندر داخل ہو رہی تھی، سنہلے قدموں سے، شرمیلی مسکراہٹوں کے ساتھ، ہلکے ہلکے غراروں کی چھکار لیے۔

عناویہ نارنجی رنگ کے شرارے میں جگمگاتی ہوئی، اپنی سادگی میں بے پناہ خوبصورت لگ رہی تھی، جب سورنیا نے اسے تھام کر آہستہ آہستہ اسٹیج کی طرف بڑھایا۔

ثناء سنہری لینگے میں روشنیوں سے کھلتی بہل بہل سنہلٹی ہوئی، جب نورین نے اس کا ہاتھ تھاما، تو ایک بہل کو سب کی نظریں بس اُسی پر رک گئیں۔

فری فیروزی لباس میں جیسے پانی کی روانی ہو، سرین کے ساتھ مسکراتی ہوئی بڑھ رہی تھی۔

حوریا کی رنگوں کے نفیس کام والے شرارے میں، بچوں جیسی معصوم، شریں کی انگلی تھامے جیسے ڈرڈر کر قدم رکھ رہی ہو۔

اور حرمین... لال لینگے میں سچی، آنکھوں میں ہلکی سی نمی، مگر چہرے پر ایک ایسی خاموش روشنی، جیسے دل کے اندر کوئی نرم سی روشنی جل رہی ہو۔ شفاق کے ہمراہ وہ بھی دھیرے دھیرے اسٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اسی اثنا میں نورم بھی آئی، ضامن کے بازو سے تھامی ہوئی، اس کا سرا جھکا ہوا، مگر آنکھوں میں اک الگ سا اعتماد۔ ضامن نہایت نرمی سے اُسے سہارا دیتا ہوا لے آیا، ہر قدم پر اُسے سنبھالتا، جیسے وہ کسی عام موقع کی شریک نہ ہو، بلکہ ضامن کی دنیا کا سب سے خاص مرکز ہو۔

جب دلہنیں اسٹیج کے قریب پہنچیں، تو ماحول کی سائیں بھی جیسے تھم گئیں۔

پہلا قدم صارم نے بڑھایا، اپنے سونے کے قریب آ کر اس نے نرمی سے حوریا کے سامنے ہاتھ پھیلا دیا۔ حوریا ایک لمحے کو چونکی، پھر ہلکے سے مسکرا کر اُس کا ہاتھ تھام گئی، اور صارم نے اُسے آہستگی سے اسٹیج پر چڑھایا۔

وارد کی نظریں محبت سے لبریز ہوئیں، جب اُس نے ثناء کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ثناء ہچکچائی، نظریں جھکا کر تھوڑی دیر کھڑی رہی، پھر وارد کی آنکھوں میں وہ بھر و ساد کچھ کا ہاتھ تھام لیا۔ اسٹیج پر چڑھتے ہوئے وارد کی مسکراہٹ میں جیسے مکمل تسکین چھپی ہو۔

بالا نے خاموشی سے انا بیہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اُس کی نظریں شرمیلی تھیں، مگر قدم پُر اعتماد۔ انا بیہ کی سانس جیسے ایک لمحے کو رکھی، پھر اس نے ہاتھ تھما اور بغیر کچھ کہے اسٹیج پر آگئی، بالا کے ساتھ۔

دوسری طرف والے اسٹیج پر ازلان نے اپنا ہاتھ حرمیلن کی طرف بڑھایا۔ حرمیلن نے لمحہ بھر کو نظر اٹھا کر مصطفیٰ کی طرف دیکھا، جیسے نگاہوں سے اجازت چاہ رہی ہو۔ مصطفیٰ نے ایک پُر فخر باپ کی طرح آہستگی سے آنکھوں کے اشارے سے اجازت دی۔ حرمیلن نے دھیرے سے ازلان کا ہاتھ تھما، اور اسٹیج پر چڑھ گئی، اُس کے دل کی دھڑکن جیسے اب سکون پا گئی ہو۔

ماہرنے فیروز ی لباس میں چمکتی فری کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ فری نے نظریں جھکائے، مسکراتے ہوئے اُس کا ہاتھ تھما، اور نرم قدموں سے وہ اسٹیج کی زینے چڑھ گئی، ہر قدم پر ماہر کی آنکھوں میں فخر چمک رہا تھا۔

... اور پھر

... جہنم کے تپ، سب کی نگاہیں جیسے بس ایک سمت مڑ گئیں

ضامن نے جھک کر نہایت نرمی سے نورم کو اپنی بانہوں میں اٹھالیا۔

نورم نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں، ایک مدہم سی ہنسی اُس کے لبوں پر آگئی۔

وہ آہستگی سے بولی۔ "... ضامن... سب دیکھ رہے ہیں"

ضامن کی آواز میں ایک ایسا ٹھہراؤ تھا، جیسے کسی مقدس وعدے کی بازگشت ہو۔ "... دیکھئے دو... میری دنیا کو میری دنیا کا مرکز دکھئے تو سہی"

اسٹیج کی سیزر ہیاں جیسے ضامن کی بانہوں سے ہلکی لگیں۔ وہ آہستہ آہستہ نورم کو اٹھائے، محبت، احترام اور فخر کے رنگوں میں رنگا ہوا، اسٹیج پر چڑھا۔ حاضرین کے درمیان جیسے سرگوشیاں کھڑ گئیں، قہقہے، شور، دکش آوازیں... مگر ضامن کے لیے اُس لمحے بس نورم تھی، اور نورم کے لیے... ضامن۔

اسٹیج پر سب جوڑے اپنی اپنی جگہ آچکے تھے۔ رنگ برنگے شراروں، پہنگوں اور شیر وانیوں کی بہار میں جیسے ایک خواب حقیقت بن گیا تھا۔ پورا لان جگمگا رہا تھا، مگر اس جگمگاہٹ میں جو روشنی ان چہروں سے پھوٹ رہی تھی، وہ اور ہی بات تھی۔

صارم نے ایک لمحے کو حوریا کی طرف دیکھا۔

حوریا کی نظریں شرم سے جھکی ہوئیں تھیں، مگر پلکوں کے نیچے سے جھانکتی آنکھوں میں وہ شفاف سا تاثر تھا، جو بس دل کے کونے میں رکھا جاسکتا ہے۔

صارم نے آہستگی سے کہا،

"... اتنا حسن دیکھا کہ مجھ معصوم بچے کی جان لوگی کیا"

معلوم؟ وہ بھی تم؟؟؟" حوریا نے ایک نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں اٹھائیں،

وارد نے ثناء کی طرف جھک کر سرگوشی کی،

"... تمہارے سونے کے رنگ کے بیچ جو تھوڑا سا لال چمک رہا ہے نا، وہ شاید میری محبت ہے"

"... تم اتنے شاعر تو پہلے نہیں تھے" ثناء ہنس دی، پلکیں چھپکا کر بولی،

"... تم نے بنا دیا"

بلال نے انا بیہ کی تصویر کھینچوانے سے پہلے آہستہ سے اس کے کان کے قریب کہا،

"... یہ پہلے ہمیشہ یاد رکھنا، ہم دونوں کے درمیان نہ کبھی فاصلہ تھا، نہ ہوگا"

"... بس دعا کرو... کہ وقت بھی ہم پہ مہربان رہے" انا بیہ نے گالوں پر آتے بالوں کو پیچھے کیا، نظریں چراتے ہوئے بولی،

ازلان، جو ہمیشہ شوخ مزاج رہا تھا، اس وقت مکمل سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"... پتا ہے، تمہیں دیکھ کر دل میں کچھ ہوتا ہے، جو لفظوں میں نہیں آتا" حرمین کی طرف دیکھ کر بولا،

"تو نہ کہو... دل میں رہنے دو... وہاں لفظوں سے زیادہ دیر تک رہتا ہے۔" حرمین نے آہستگی سے کہا،

ماہر اور فری کے درمیان خاموشی کا وقفہ تھا، جیسے دونوں کچھ کہنا چاہتے ہوں لیکن لفظوں سے پرے ہوں۔

"تمہیں یوں سجاد کچھ کر دل بھر آیا ہے، اتنی خوبصورت لگ رہی ہو کہ لفظ کم پڑ جائیں۔" ماہر نے فری کا ہاتھ تھاما اور کہا،

"... یہ رنگ اپ کی آنکھوں سے سنورے ہیں، ورنہ میں تو بس فری ہوں" فری نے نظریں جھکائیں، پھر دھیرے سے بولی،

... اور آخر میں

نورم، جو اب بھی ضامن کے ساتھ بیٹھی تھی، اس کے قریب، مگر نظریں نیچی۔

ضامن نے ہاتھ بڑھا کر اس کی انگلیاں تھام لیں، پھر دھیرے سے کہا،

"... پتا ہے، تمہیں اس لمحے میں دیکھ کر دل بے قابو ہو رہا ہے... تمہیں یوں، صرف میرے لیے سچے ہوئے، صرف میرے پاس"

"جب اب ایسے دیکھتے ہو تو دل کرتا ہے وقت یہیں ٹھہر جائے۔" نورم نے اُس کی طرف دیکھا، ہلکی سی ہنسی اُس کے لبوں پر ابھری،

"وقت تو نہیں ٹھہرے گا، مگر میں... ہمیشہ یہیں رہوں گا، تمہارے قریب۔" ضامن نے اس کی مانگ میں چھپا سا جھومر ٹھیک کیا،

لان میں روشنیوں کا جال بنا جا چکا تھا۔ اسٹیج پر چھ خوبصورت صوفے ایک آدھ فٹ کے فاصلے سے سجے تھے، ہر ایک پر ایک نیا جوڑا، جیسے چھ ڈنیاں ایک ہی ستارے تلے بیٹھ گئیں ہوں۔

مرکز میں، پھولوں سے آراستہ نکاح کا قالین بچا تھا، جس کے کنارے پر ایک صندل کی میز، اور اُس کے پیچھے سفید لباس میں ملبوس، سفید داڑھی والے مولوی صاحب تشریف فرما تھے۔ اُن کے ساتھ دو گواہ، ایک جانب موسیٰ علوی اور دوسری طرف شاہ میر شاہ بیٹھے تھے۔

: مولوی صاحب نے اپنا چشمہ درست کیا، رجسٹر کھولا، اور پہلے جوڑے کی طرف دیکھتے ہوئے مائیک تھما

ضامن اور نورم

: مولوی صاحب نے باقاعدہ اعلان کیا

نورم شاہ رضا شاہ، آپ کو نکاح میں دیا جا رہا ہے ضامن شاہ ولد احمد شاہ کے ساتھ، مبلغ مہر ایک لاکھ روپے نقد۔

"کیا آپ کو ضامن شاہ نکاح میں قبول ہیں؟"

: پورا لان خاموش... ضامن نے بے اختیار نورم کی طرف دیکھا، جس نے نظریں جھکا رکھی تھیں۔ نورم نے اپنے ہاتھ کی چوڑیوں کو دبا دیا، سانس لی اور دھیرے سے کہا

"جی ہاں۔"

"جی... قبول ہے۔"

"دوسری بار۔"

نورم کے ہاتھ کانپے... آواز تھوڑی مدہم ہوئی،

"جی... قبول ہے۔"

"تیسری بار۔"

قبول ہے۔

مولوی صاحب نے رجسٹر پر نشان لگایا، اور ضامن سے مخاطب ہوئے۔

"ضامن شاہ ولد احمد شاہ، کیا آپ کو نورم شاہ بنت رضا شاہ نکاح میں قبول ہیں؟"

: ضامن کی آنکھوں میں روشنی جاگ اٹھی۔ اس نے پورے یقین، پورے مان کے ساتھ کہا

"جی، قبول ہے۔"

"قبول ہے۔"

"قبول ہے۔"

دعائیں پڑھائی گئیں، اور مولوی صاحب نے رجسٹر پر دستخط کروائے—اب وہ ایک دوسرے کے ہوئے دل سے ایک دوسرے کی رضا سے۔
نورم نے نظریں اٹھائیں، تو ضامن نے اُس کے ہاتھ کو اپنی گرم انگلیوں میں لیا—اور بس وہ لمس، جیسے دل کی ساری خاموشیاں بول اٹھیں۔
اسی ترتیب سے اب مولوی صاحب نے دوسرے جوڑے کے نکاح کا اعلان کیا۔

ماہر اور فری



فری شاہبنتِ احمد شاہ، آپ کو نکاح میں دیا جا رہا ہے ماہر علوی ولد افتخار علوی کے ساتھ، مہر دو تولہ سونا۔

"کیا آپ کو ماہر علوی نکاح میں قبول ہیں؟"

:فری کی سانسیں اکھڑیں، مگر وہ جھکی نظریں لیے بولی

"جی... قبول ہے۔"

NOVEL-E-MEHAR

ماہر نے بھی سر جھکایا، آواز میں محبت، لہجے میں شکر

ل "قبول ہے۔ قبول ہے۔ قبول ہے۔" >

حور بیگ بنتِ مصطفیٰ بیگ، آپ کو نکاح میں دیا جا رہا ہے صارم خانزادہ ولد حمزہ خانزادہ کے ساتھ، مہر ایک تولہ سونا اور قرآن۔

"کیا آپ کو صارم خانزادہ نکاح میں قبول ہیں؟"

کہا۔ "قبول ہے" حور نے ایک نظر صارم کو دیکھا، پھر شرمائی... اور تین بار

صارم اس لمحے میں پہلی بار دل کی سچائی زبان پر لایا،

"جی، میں قبول کرتا ہوں۔"

حرمین بیگ بنتِ مصطفیٰ بیگ، آپ کو نکاح میں دیا جا رہا ہے ازلان علوی ولد افتخار علوی کے ساتھ، مہر پانچ تولہ چاندی۔

"کیا آپ کو ازلان نکاح میں قبول ہیں؟"

حرمین کی نظریں فوراً مصطفیٰ پر گئیں۔

: مصطفیٰ نے آنکھوں سے اشارہ دیا، جیسے دعائی ہو—تب وہ بولی

قبول ہے، قبول ہے، قبول ہے۔

: ازلان نے ہلکا سا جھک کر دل سے کہا

"قبول ہے، ہمیشہ کے لیے۔" >

ثناء خانزادہ بنت حمزہ خانزادہ، آپ کو نکاح میں دیا جا رہا ہے وارد خانزادہ ولد وجاہت خانزادہ کے ساتھ، مہر ایک لاکھ پچیس ہزار۔

"کیا آپ کو وارد خانزادہ نکاح میں قبول ہیں؟"

: ثنائی آواز سنائی دی

"جی، قبول ہے۔"

: وارد نے بھی نظریں جھکائے، دعائیہ لہجے میں کہا

"جی، قبول ہے۔" >

NOVEL-E-MEHAR

انابہ خانزادہ بنت حمزہ خانزادہ، آپ کو نکاح میں دیا جا رہا ہے بلال خانزادہ ولد وجاہت خانزادہ کے ساتھ، مہر دو تولاہ سونا۔

"کیا آپ کو بلال خانزادہ نکاح میں قبول ہیں؟"

: انابہ کا دل دھڑکا، ہونٹ کانپے، لیکن آواز نکلی

"قبول ہے۔"

بلال کی نگاہ میں فقط ایک بات لکھی تھی—وفا۔

"قبول ہے۔"

مولوی صاحب نے ہاتھ اٹھائے، چہ نکاحوں کی اجتماعی دعا کی—فضا میں تلاوت کی گونج، اور ہر طرف "آمین" کی آوازیں۔

پھر پھولوں کی بارش ہوئی — حقیقی، گلاب کی پتھریوں کی — اور چہرہ محبتوں کے رشتے، اللہ کے نام پر بندھ گئے۔
نکاح مکمل ہوئے تمام جوڑوں کے تو تصویریں بننے لگیں۔

فلڈیشن کی روشنیوں میں ہر چہرہ جگمگا رہا تھا، ہر رشتہ جیسے آج ایک اور بندھن میں بندھ گیا تھا۔
اور اس لمحے، کسی کو کچھ یاد نہ رہا — ماضی کی تلخیاں، نہ آئندہ کی فکریں۔

بس ایک خواب جیسا منظر تھا، اور اُن جوڑوں کے دل، جو دھڑکنے کے لیے ایک دوسرے کا نام لے چکے تھے۔

کمرے کی ہوا جیسے ٹھہر چکی تھی۔ گھڑی کی سوئیاں سست ہو گئی تھیں۔

... نہ کوئی لفظ... نہ کوئی سوال

بس دو سانسیں،

جو ایک دوسرے میں الجھ رہی تھیں۔

ماہرنے دھیرے سے فری کی پٹنی ہوئی چوڑیوں والی کلائی کو اپنی انگلیوں کے حلقے میں لیا۔



NOVEL-E-MEHAR

... پھر آہستگی سے اُسے اپنی طرف کھینچا

— نہ کوئی اذن، نہ کوئی زور

بس اتنی شدت تھی کہ فری خود بخود اس کے قریب ہوتی چلی گئی۔

وہ دونوں اب اتنے قریب تھے کہ دھڑکنیں ایک دوسرے کے بدن سے گونج رہی تھیں۔

فری کی پلکیں نیچی تھیں،

— لیکن اس کے جسم کی ٹپکپکاہٹ بتا رہی تھی کہ وہ ہر لمحہ محسوس کر رہی ہے

ماہر کی گرم سانسیں، اس کے ہاتھوں کا لمس،

... اور وہ خاموشی

جس میں ایک کہانی قید تھی۔

— ماہرنے اس کے گال پر اپنی انگلی کی پور سے ہلکا سا دائرہ کھینچا

... نہایت نرمی سے

جیسے وہ یقین کرنا چاہتا ہو کہ یہ لمس خواب نہیں۔

... فری کی سانس بے ترتیب ہوئی

اس نے آہستہ سے آنکھیں بند کیں۔

ماہرنے اپنی انگلیاں اُس کی گردن کے پیچھے لجا کر آہستگی سے اُسے قریب کیا۔

فری کا سر خود بہ خود اس کے کندھے پر آٹکا۔

لمحے بھر کی خاموشی میں،

ماہرنے صرف ایک بوسہ دیا— اس کی گردن کے اُس نرم مقام پر جہاں سانس لرزتی ہے۔

فری کے لبوں سے ایک دھیمی سسکی نکلی،

— اور وہ سسکی

NOVEL-E-MEHAR

ماہر کے وجود میں بجلی کی طرح دوڑ گئی۔

اب وہ صرف ایک دوسرے کو محسوس کر رہے تھے۔

... نہ سوال، نہ وضاحت، نہ شرم

بس لمس۔

ماہرنے اپنے ہاتھ اس کی پشت پر رکھے،

نرمی سے سہلاتے ہوئے،

— اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا

ایسے جیسے برسوں کی خلش کو پناہ مل گئی ہو۔

... فری نے اپنے چہرے کو اس کے سینے میں چھپالیا

اس کی گرم سانسیں ماہر کے دل پر پڑ رہی تھیں۔

ماہر نے اپنے لب اس کی مانگ کے قریب رکھ دیے،

اور وہ بوسہ،

کسی ماں، کسی وعدے، اور کسی دعا جیسا تھا۔

تکیے، چادر، اور وہ سکون،

اب صرف ایک لمس سے لبریز تھا۔

ماہر نے فری کا دوپٹہ آہستہ سے اس کے بالوں سے سرکا کر پیچھے کیا،

— اور اس کی گردن پر ایک اور بوسہ چھوڑا

طویل، گہرا، جذبوں سے لبریز۔

فری نے اس کے کرتا تھاما،

— اور اپنی پیشانی اس کے دل پر رکھ دی

دھڑکن کی لے میں اپنا وجود بھلا دیا۔

اب وہ صرف سانسیں تھیں،

لبوں کے لمس تھے،

— اور دو بدن

جو خاموشی میں، بغیر کسی لفظ کے،

ایک دوسرے کے وجود میں تحلیل ہو رہے تھے۔



NOVEL-E-MEHAR

— محبت بول نہیں رہی تھی

محبت صرف محسوس ہو رہی تھی۔

— اور پہلی رات

صرف رات نہیں تھی،

وہ دور وحوں کی مکمل تسکین تھی۔

کمرہ گلابی روشنیوں سے دھندلے دھندلے جگمگا رہا تھا۔

پانگ کے سر ہانے لگی فیری ٹیل، جیسے کسی کہانی کی تمہید ہوں۔

پھولوں کی خوشبو،

خاموش دیواریں،

— اور پردوں میں سرسراتی ہوا

سب کچھ ایک خواب جیسا لگ رہا تھا۔

حرملین اپنے دوپٹے کو انگلیوں میں الجھائے، نظریں جھکائے ہیڈ کے کنارے بیٹھی تھی۔

اس کا لہنگا، گلاب کی پنکھڑیوں جیسا، بستر پر پھیلا ہوا تھا۔

آنکھوں میں سرمئی نیند،

لبوں پر لرزش،

اور چہرے پر وہ جیا،

جو محبت کے پہلے لمس سے پہلے ہوتی ہے۔

ازلان نے کمرے میں قدم رکھا،



NOVEL-E-MEHAR

اور دروازہ بند کرتے ہی وہ لمحہ ساکت ہو گیا۔

— کمرے میں صرف دو سانوں کی آواز تھی

ازلان کی اور حرملین کی۔

ازلان نے بغیر کچھ کہے اپنی گھڑی اتاری،

— آہستہ سے کوٹ کی جیب سے ایک چھوٹا سا مٹھی ڈبہ نکالا

تھی۔ "محبت کی پہلی نشانی" وہ

پھر وہ اس کے سامنے آ بیٹھا— زمین پر،

اور ایک گھٹنا ٹیک کر،

اس کے سامنے جھک گیا۔

یہ میری محبت کی پہلی سانس ہے تمہارے لیے،"

"... تم میری زندگی کی وہ روشنی ہو جسے آنکھوں میں نہیں، دل میں رکھا جاتا ہے

حرملین کی پلکیں بھاری ہوئیں۔

NOVEL-E-MEHAR

— ازلان نے دھیرے سے اس کا ہاتھ تھاما

جیسے تتلی کو چھو رہا ہو۔

... پھر آہستہ سے وہ سونے کی تتلی سی انگوٹھی، اس کی انگلی میں پہنائی

: اور اس کی آنکھوں میں جھانک کر سرگوشی کی

اب یہ ہاتھ صرف میرا ہے،"

"... ہمیشہ کے لیے

حرملین کی آنکھوں میں نمی سی چسکی۔

ازلان نے اس کی ٹھوڑی کوزمی سے چھوا،

— اور اس کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب لایا

بہت قریب۔

... میں تمہیں الفاظ سے نہیں، لمس سے چاہتا ہوں "

... تمہاری خاموشی میں سانس لینا چاہتا ہوں

"کیا اجازت ہے...؟"

حرمین کی پکلیں لرزیں،

اور ایک آہستہ سی ہاں اس کی سانسوں میں تحلیل ہو گئی۔

ازلان نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیا،

— اور ایک بوسہ

اس کی پیشانی پر،

لمبا، گہرا،



NOVEL-E-MEHAR

جیسے وہ اپنی پوری روح اس میں منتقل کر رہا ہو۔

پھر وہ آہستہ سے اس کے قریب ہوا،

لب لبوں سے ملے،

لیکن کسی شور کے بغیر۔

ان کا پہلا لمس ایک عبادت تھا،

— جس میں کوئی خواہش نہیں

صرف محبت تھی۔

ازلان نے اس کی چوڑیوں بھری کلائی پر لب رکھے،

— پھر اس کے دوپٹے کو آہستہ سے اس کے کندھوں سے سر کا یا

زئی، جیسے ہو کسی شاخ کو چوم لے۔

حرملین کی سانسیں بے ترتیب ہوئیں،

— لیکن اس نے خود کو روکنے کی کوشش نہ کی

کیونکہ ازلان کا لمس،

محفوظ تھا، معتبر تھا، مکمل تھا۔

کمرے کی روشنی دھیرے دھیرے مدھم ہو رہی تھی،

— اور ان کے درمیان صرف ایک ہی چیز باقی تھی

شدت لمس،

اور خاموش عشق۔



NOVEL-E-MEHAR

ازلان نے حرملین کو بانہوں میں سمیٹا،

اس کی پیٹھ پر انگلیوں سے نام لکھا،

اس کے بالوں میں چہرہ چھپا لیا،

:اور سرگوشی کی

... تمہارے اندر کہیں رہنا ہے مجھے "

بس وہیں،

"... جہاں تم صرف میرے لیے سانس لیتی ہو

اور پھر وہ رات،

محبت کا مکمل ترجمہ بن گئی۔

نہ کوئی لفظ،

— نہ کوئی شور

... بس لمس، جذبے، اور وہ شدت

جو ازلان کے اندر چھپی ہوئی محبت کی اصل تھی۔

کمرے میں ابھی بھی ہوا رک رک کے چل رہی تھی،

— جیسے اس نے بھی ان دور و حوں کا دھال دیکھ لیا ہو

اور اب اسے سانس لینے کی ہمت نہ ہو رہی ہو۔

ازلان،

حرملین کو بانہوں میں لیے لیتا تھا۔

ایک ہاتھ اس کی پشت پر رکھا تھا،

— دوسرا اس کے بالوں میں الجھا ہوا

نرمی سے،

چپ چاپ،

ہر اس لمحے کو محسوس کرتا ہوا

جو ابھی کچھ دیر پہلے ان دونوں کے بیچ سانس بن کر گزرا تھا۔

حرملین، اس کے سینے پر چہرہ رکھے،

... بالکل ساکت تھی

لیکن اس کی سانسوں کی تیز رفتاری،



NOVEL-E-MEHAR

...ابھی بھی بتا رہی تھی کہ اندر کچھ ٹونا نہیں

بلکہ جڑا ہے۔

ازلان کا لمس اس کی روح کی درزوں کو بھر چکا تھا۔

— ازلان نے اس کی پیشانی کو چوما

لمبا، تمہا ہوا بوسہ،

جیسے وہ اپنے وجود کی مہر لگا رہا ہو۔

تم جانتی ہو؟"

...تمہاری موجودگی

میرے لیے راحت ہے۔

میں اسی سے جاگا ہوں،

"اسی سے جیا ہوں۔



حرملین نے اس کی قبض کی ٹکٹیں منانے کی ناکام کوشش کی،

NOVEL-E-MEHAR

ازلان مسکرایا،

اور اس کی انگلیوں کو تھام کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

"...ان ہاتھوں میں میری زندگی ہے"

تمہارے لمس میں وہ سکون ہے

"جو میں نے برسوں کی دعا کے بعد مانگا تھا۔

— حرملین کی پلکیں بھیگ گئیں

نہ دردی نمی تھی،

... نہ خوف کی

بلکہ وہ آنسو تھے جو مکمل ہونے پر بہتے ہیں،

جب محبت جسم سے گزر کر روح میں رچ جائے۔

ازلان نے اپنا چہرہ اس کے اتنا قریب کیا کہ ان کے سانسوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہ رہا۔

تم اب مجھ میں ہو،"

... اور میں تم میں

... اب زبان کی ضرورت نہیں رہی

"... اب صرف لمس کافی ہے

پھر وہ اس کے گال پر لب رکھتے ہوئے،

— آہستہ آہستہ اس کی گردن پر جھکا

زنی سے،

محبت سے،

شدت سے۔

— اس کے ہاتھ حرمین کی کمر کو چھو رہے تھے

جیسے وہ ہر احساس کو یاد کرنا چاہتا ہو۔

پھر وہ اس کے وجود پر جھک گیا،

اور ایک اور وصال کی تمہید بننے لگی۔

— کمرے میں اب بھی خاموشی تھی

لیکن وہ خاموشی اب خاموشی نہ تھی۔



NOVEL-E-MEHAR

وہ سانسوں کی تیز ہوتی ہوئی آوازوں،
 اور دھڑکنوں کی مدھم سی موسیقی سے گونج رہی تھی۔
 — ازلان نے اس کی کلائی پر لب رکھے
 چوڑیوں کی مدھم کھٹک اس لمس کی تصدیق بن گئی۔
 ... تم میری حرملین ہو "
 ... وہ خواب جو میں نے جاگتی آنکھوں سے دیکھا
 اور آج،



NOVEL-E-MEHAR

— تمہیں چھو کر مجھے یقین آیا
 "میری محبت سچ تھی
 — حرملین نے اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں
 : اور صرف اتنا کہا
 ... مجھے اپ میں چھپ جانا ہے "
 "... ہمیشہ کے لیے
 ازلان نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا،
 — اور ایک گہرا، محبت سے بھرا بوسہ دیا
 طویل، ساکت،
 ... اور مکمل
 یہ وہ وصال تھا،
 جو لفظوں کا محتاج نہیں،

صرف جذبات کا،

... صرف لمس کا

— کرہ مہکتی خوشبوؤں سے بھرا ہوا تھا

ثناء، سنہرے لہنگے میں،

گلابی آنچل سے چہرہ ڈھکے،

بیڈ پر نظریں بھکائے بیٹھی تھی۔

کمرے کی مدھم روشنیوں میں،

— اس کا عکس سونے کی طرح چمک رہا تھا

شرم سے نہیں،

کسی ادھورے خواب کے مکمل ہونے کی چمک تھی۔



NOVEL-E-MEHAR

— دروازہ آہستہ سے کھلا

وارد اندر آیا۔

چند لمبے وہ دروازے پر ہی رکا رہا،

جیسے کسی بے حد قیمتی منظر کو سانس روک کر دیکھ رہا ہو۔

پھر دھیرے دھیرے قدم بڑھائے۔

— قدموں کی چاپ سے ثناء کا دل اور بھی تیز دھڑکنے لگا

جیسے ہر قدم، ایک وعدہ ہو۔

وارد آہستہ سے قریب آکر رک گیا،

— اور بیٹھتے ہی اسے ایک نظر دیکھ کر مسکرایا

وہ مسکراہٹ جو صرف اسی کے لیے تھی،

جیسے برسوں کی پیاس کو سیراب کرنے والی پہلی بوند۔

"... ثناء"

اس کی آواز میں ایسی نرمی تھی کہ جیسے رات خود اس لہجے میں سمٹ گئی ہو۔

— ثناء نے نظریں اٹھائیں

... ایک لمبے کے لیے صرف ایک پل

لیکن وہ پل، وارد کے دل پر عمر بھر کی مہربن گیا۔

"... تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو"

وارد نے کہا،

اور آہستہ سے اس کا آئینہ بنایا۔

... وہ چہرہ

جس پر شرم کے سرخ پھول کھلے تھے،

وارد کو بے چین کر گیا۔

— اس نے آہستہ سے اس کی ہتھیلی تھامی

... تھر تھراتی، نازک، سفید ہتھیلی

اور اس پر لب رکھ دیے۔

ثناء نے نظریں پرائیں،

لیکن ہاتھ واپس نہ لیا۔



NOVEL-E-MEHAR

... تمہیں بچپن سے پانے کی خواہش تھی "

"... اور اب میرے سامنے ہو، یقین نہیں آ رہا

وارد نے کہا،

اور اپنی پیشانی اس کی ہتھیلی سے لگا دی۔

— ایک خاموشی تھی

لیکن وہ خاموشی شور کرتی تھی،

محبت کا، لمس کا،

وصال کے قریب آتے لمحوں کا۔

وارد نے اس کی کلائی پر بوسہ دیا،

پھر آہستہ سے اسے قریب کیا۔

میں تمہیں لفظوں میں نہیں، "

"اپنے لمس سے جاننا چاہتا ہوں۔

ثناء کی پلمیں لرزیں،

دل دھڑکا،

اور پھر وہ وارد کے قریب ہو گئی۔

— وارد نے نرمی سے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا

بے حد احتیاط سے،

جیسے کوئی قیمتی تحفہ ہو۔

اس کے ماتھے پر بوسہ دیا،



NOVEL-E-MEHAR

پھر پکلوں پر،

— اور آہستہ سے اس کے ہونٹوں پر جھک گیا

زخمی سے، پیار سے،

کسی دعا کی طرح۔

ثناء نے آنکھیں بند کر لیں،

— اور خود کو وارد کے حصار میں دے دیا

بغیر کسی مزاحمت کے،

بغیر کسی ہچکچاہٹ کے۔

... وہ پہلا لمس

جیسے کوئی دعا قبول ہو گئی ہو،

جیسے کوئی محبت مکمل ہو گئی ہو۔



— وارد نے آہستہ سے اسے بازوؤں میں بھر لیا
NOVEL-E-MEHAR

جیسے وہ صرف جسم نہیں،

اس کی روح کو چھو رہا ہو۔

— پھر وقت تھم گیا

لمس بولنے لگے،

سانسیں لہجنے لگیں،

اور دو وجود ایک دوسرے میں تحلیل ہونے لگے۔

یہ پہلی رات تھی،

جس کا ہر لمحہ،

محبت کا ایک خاموش ترانہ تھا۔

— کمرہ خوابوں کی طرح سجا تھا

سفید اور نیلے گلاب، موم بتیوں کی مدھم روشنی،

اور ہلکی خوشبو، جیسے فضا میں محبت تحلیل ہو رہی ہو۔

— انا بیہ ہڈ پر بیٹھی تھی

بال کھلے، پلکیں جھکی،

چہرے پر وہ شرم کی چمک تھی،

جسے صرف سچا عشق ہی جگا سکتا ہے۔

... وہ لمحہ



NOVEL-E-MEHAR

جس کی اس نے برسوں دعائیں کی تھیں،

آج اس کے سامنے ٹھہرا تھا۔

— دروازہ آہستگی سے کھلا

بلال اندر آیا۔

کمرے کی روشنی میں اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں،

جیسے وہ انا بیہ کو دیکھ کر اپنے دل کی دعا پوری ہوتے محسوس کر رہا ہو۔

چند لمحے وہ یونہی ٹھہرا رہا،

— پھر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے قریب آیا

خاموش، نرمی سے،

جیسے اس کے دل کے ہر دھڑکنے لفظ کو سن رہا ہو۔

"...انا بیہ"

...اس کی آواز

مدھم، مہربان،

جیسے رات خود اس کی زبان سے بول رہی ہو۔

انا بیہ نے نظریں اٹھائیں،

اور وہ نظر، بلال کی سانسیں چرائی۔

"کیا میں... تمہارے قریب آسکتا ہوں؟"

بلال نے دھیرے سے پوچھا۔

انا بیہ کی پلکیں اور جھک گئیں،



NOVEL-E-MEHAR

لیکن اس کی خاموشی، اس کی ہاں تھی۔

— بلال نے آہستہ سے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کی انگلیاں تھامیں

وہ انگلیاں جو کانپ رہی تھیں،

لیکن بلال کے لمس میں وہ تھر تھراہٹ کسی اور جہان کا اعتماد بن گئی۔

"...یہ ہاتھ... برسوں سے صرف تمہارے لیے خالی رکھا تھا، انا بیہ"

وہ سرگوشی کرتا ہوا اس کی پیشانی سے اپنے لب لگا گیا۔

...وہ لمحہ

جیسے وقت رک گیا ہو،

جیسے دل دھڑکنا بھول گئے ہوں،
 جیسے دنیا صرف اس لمحے میں سمٹ آئی ہو۔
 — بلال نے آہستہ سے اس کا آنچل سر کایا
 اس کی آنکھوں میں آنسو جھلکنے لگے۔

... محبت کے

... شکر کے

اس رب کے، جس نے محبت کو حلال کر کے عمل کر دیا تھا۔

"رو کیوں رہی ہو؟"

بلال نے اس کے آنسو چھوئے۔

"... خوشی کے آنسو ہیں"

وہ بخشک بولی۔



NOVEL-E-MEHAR، بلال نے ہنستے ہوئے اس کے گال پر لب رکھ دیے،

"تو پھر ان آنسوؤں کو مجھے پینے دو... تاکہ تمہیں کبھی رونا نہ پڑے۔"

— وہ اسے آہستہ آہستہ اپنے قریب لایا

لمس نرمی سے، سانسوں کے سنگ،

... خاموشی سے

جیسے کوئی بہت دیر کا خواب ہو جو سچ ہو گیا ہو۔

— انا بیہ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں

اور بلال کے لمس میں خود کو مکمل محسوس کیا۔

... لمے ٹھہر گئے تھے

دیواروں پر محبت کی گواہی لکھی جا رہی تھی۔

سایوں میں دل کی دھڑکن گونج رہی تھی،

اور نگاہوں میں وصل کی چمک۔

بلال نے آہستہ سے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا،

اور اسے سینے سے لگا لیا۔

... اب یہ زندگی... تمہارے ساتھ ہے، انابیہ!"

"مس، سانس، دھڑکن... سب تمہارے نام۔"

— انابیہ نے پہلی بار خود کو مکمل پایا

ایک ایسے حصار میں جہاں صرف محبت تھی،

جہاں لفظوں کی ضرورت نہ تھی،

جہاں لمس بولتا تھا،

جہاں بلال کی بانہوں میں وہ خود کو محفوظ پاتی تھی۔

... پھر بلال نے نرمی سے اس کے ہونٹوں پر اپنے لب رکھ دیے

... محبت کا پہلا بوسہ

بے حد نرم، بے حد سچا،

جیسے دعا بوں پر اتر آئی ہو۔

... اور اس رات

لمے لمس بن گئے،



NOVEL-E-MEHAR

لمس محبت بن گئے،

... اور محبت

عبادت۔

— کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی لمحے بھی جیسے خاموش ہو گئے

ہلکی نیلی روشنی، کمروں کے کناروں پر سجے گلاب،

اور ہیڈ کے چاروں طرف ہلکی سجاوٹ جیسے آسمان کی گود میں زمین نے چھپ کر دل کی بات کی ہو۔

— صارم اندر آیا تو قدموں کی چاپ پر حوریا کے ہونٹوں پر ایک شوخی مسکراہٹ ابھری

وہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی، دوپٹے کو درست کرتے ہوئے۔

"اتنا غور سے کیوں دیکھ رہے ہو، جناب؟ میں بھاگ تو نہیں رہی۔"

اس نے پلوں کے نیچے سے جھانکتے ہوئے شرارتی لہجے میں کہا۔



NOVEL-E-MEHAR

صارم کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی،

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُس کے قریب آیا،

اور آئینے میں نظر آتے اُس کے عکس کو دیر تک دیکھتا رہا۔

"تمہیں دیکھنا... خود کو مکمل محسوس کرنا ہے، حوریا۔"

اس نے نرم آواز میں کہا۔

حوریا نے نظریں پرائیں، پھر زور سے ہنسی روکنے کی کوشش میں نیچے دیکھنے لگی۔

"میں نے سنا تھا لڑکیاں شرماتی ہیں پہلی رات، لیکن یہاں تو منظر ہی الٹا ہے۔"

وہ اس کی طرف مڑتے ہوئے بولی، "تمہیں پتا ہے،"

جب بھی تم خاموشی سے مجھے دیکھتے تھے،"

"تو دل چاہتا تھا... تمہیں چڑا دوں۔"

"اور اب؟"

"اب... دل چاہتا ہے تمہارے خاموش ہونے کی وجہ جان لوں۔"

صارم نے اس کی بات پر ہلکا سا قہقہہ لگایا،

— پھر آہستگی سے اس کا ہاتھ تھما

یہ ہاتھ اب ہمیشہ کے لیے میرے پاس ہے۔"

"کبھی لڑائی ہو، کبھی ضد... لیکن چھوڑنا نہیں۔"

حوریا کی شوخی پلکوں کی چھپک میں نرمی میں بدل گئی،

چہرے پر شرارت کے ساتھ ساتھ ایک ان کی تمنا بھی چمکنے لگی۔

"اگر میں بہت بولوں تو؟"



"تو سننے کے لیے میرے پاس ساری عمر ہے۔" NOVEL-E-MEHAR

— صارم نے آہستہ سے اس کی کلائی کو اپنے لبوں سے چھوا

ایک ایسا لمس، جو نہ صرف جسم بلکہ روح کو بھی چھو جائے۔

"تمہیں دیکھ کر لگتا ہے جیسے کوئی خواب ہو،"

وہ سرگوشی میں بولا۔

"تو پھر... خواب پورا کر لو،"

حوریا نے شرارتی انداز میں سر جھکا دیا،

اور صارم کی دھڑکن جیسے بے قابو ہو گئی۔

وہ اسے آہستگی سے اپنے قریب لایا،

چہرے پر انگلیوں سے چھوا،

"تمہاری ہنسی... میری پناہ ہے، حوریہ۔"

...وہ لہے

— نہ کوئی لفظ، نہ سوال

...صرف دوول، دوسا نہیں

اور وہ قربت جس میں سب کچھ بچ لگتا ہے۔

صارم نے اپنے لب اس کی پیشانی پر رکھے،

— پھر گال، اور پھر آہستہ سے اس کے لبوں کو چوم لیا

بغیر جلدی کیے،

بغیر کوئی دعویٰ کیے،

صرف محبت کے گواہ بن کر۔

حوریہ نے اپنی پلکیں جھکا کیں،

لیکن لبوں پر وہ شوخ مسکراہٹ اب بھی باقی تھی۔

اب تو لگتا ہے،"

میں صرف تمہاری بیوی نہیں،

"تمہاری ضد، تمہارا راز، تمہاری زندگی بن گئی ہوں۔

صارم نے نرمی سے اس کا دوپٹہ کندھوں سے سرکایا،

— پھر اسے آغوش میں لے لیا



NOVEL-E-MEHAR

لمح سرد نهئس تھے،

دلوں کی تپش سے کرے کی فضا تک گرم ہو چکی تھی۔

ان کے بچ کی ہر خاموشی،

اک نیا احساس تھی۔

اک قربت، جو لفظوں کی محتاج نہ تھی۔

— حور یانے سراس کے سینے پر رکھا

... اب کوئی خواب نہیں دیکھوں گی "

"کیونکہ جاگتی آنکھوں سے تمہیں دیکھنا ہی کافی ہے۔

... اور اس رات

ان کا وجود،

ان کا لمس،

— ان کی قربت

اک گہری، مکمل، حلال محبت کی تعبیر بن گئی۔

کرے کی کھڑکی آدھی کھلی تھی۔

— رات کی ٹھنڈی ہوا بے پاؤں اندر داخل ہو رہی تھی

ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بھی آج کے لمحے کی گواہ بننا چاہتی ہو۔

— نورم صوفے پر بیٹھی تھی

چہرے پر الجھن، آنکھوں میں نمی،



NOVEL-E-MEHAR

اور ضامن کمرے کے ایک کونے میں کھڑا

پانی کا گلاس لیے کچھ دیر سے صرف اُسے دیکھ رہا تھا۔

...مجھے سمجھ نہیں آتا ضامن"

پہلے گرمی لگ رہی تھی، اب سردی ہو رہی ہے۔

"! یہ کھڑکی آپ نے کھولی بھی کیوں ہے؟ بند کرو

اُس کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

ضامن فوراً بڑھا،

— کھڑکی بند کی، پھر چپ چاپ اُس کے قریب آ بیٹھا

بغیر جواب دیے۔

"... پھر اب گھٹن ہو رہی ہے"

نورم نے ہونٹوں پر دانت جما کر کہا،

"میں پاگل ہو رہی ہوں، نا؟"

ضامن نے اس کا ہاتھ تھما،

نرمی سے اپنی انگلیاں اُس کی انگلیوں کے درمیان پھنسانیں۔

تم بس... ماں بن رہی ہو، نورم۔"

اور ماں بننے والی عورت... پاگل نہیں،

"دنیا کی سب سے خوبصورت، سب سے مکمل عورت ہوتی ہے۔

نورم نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

آنکھوں میں نمی اب مسکراہٹ سے ہارنے لگی تھی۔



NOVEL-E-MEHAR

لیکن تمہیں تو میں ایک پل خوش، ایک پل اداس لگتی ہوں۔"

"... کبھی ناراض، کبھی روتی، کبھی ہنستی

ضامن نے اُس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا،

— پھر آہستہ سے اس کی پیشانی کو چوما

تو پھر میں بھی بدل جاؤں؟"

... ایک پل شوہر، ایک پل نرس، کبھی دوست

کبھی صرف وہ شخص، جو تمہیں دیکھے اور دعا کرے

"کہ تم سلامت رہو، سکون میں رہو۔

— نورم نے نظریں چرائیں

شرمندگی اور محبت کے عجیب امتزاج سے۔

"آپ بہت اچھے ہو... شاید کچھ زیادہ ہی اچھے ہو میرے لیے۔"



NOVEL-E-MEHAR

ضامن نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا،

نہیں... تمہارے قابل ہونے کی کوشش کر رہا ہوں، نورم۔"

— وہ لمحہ، جب تم نے میرے دل کو چٹنا تھا

بس تب سے چاہتا ہوں کہ

"ہر سانس تمہارے لیے راحت ہو۔

نورم نے نرمی سے اپنا سر اس کے سینے پر رکھا۔

یہ بچہ... صرف میرا نہیں،"

ہم دونوں کا ہے، ضامن۔

لیکن کبھی کبھی ایسا لگتا ہے

"جیسے تم اُس سے بھی زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہو۔

... کیونکہ تم اُس کا پہلا گھر ہو، نورم"

اور میں چاہتا ہوں کہ ہمارا بچہ

محبت میں، امن میں،

"اور تمہارے دل کی دھڑکن میں پرورش پائے۔

— کمرے میں خاموشی چھا گئی

ایسی خاموشی جو بولتی ہے۔

ضامن نے آہستگی سے نورم کا چہرہ اپنے قریب کیا،

— اور اُس کے لبوں پر اپنی محبت کی مہر ثبت کی

ہلکا سا بوسہ،

جیسے شکر ادا کر رہا ہو کہ وہ اُس کی ہے،

NOVEL-E-MEHAR

زندگی کے سب لمحے، سب سانسیں، اُس کے نام کی ہیں۔

نورم نے آنکھیں بند کیں۔

اُس کے چہرے پر وہ سکون تھا

جو صرف ایک مرد کی مکمل محبت سے ملتا ہے۔

... مجھے آپ کی آغوش میں نیند آتی ہے، ضامن"

... اور یہ نیند

— ضامن نے اُسے بانہوں میں سمیٹ لیا



آہستگی سے، نرمی سے،

ایسے جیسے کسی پھول کو شبنم میں سمیٹا جائے۔

... اور وہ لمحہ

دو دلوں کے چھجکی پوری کائنات بن گیا۔

سورج کی نرم، سنہری کرنیں اسپتال کے وسیع شیٹوں سے چھن کر اندر آ رہی تھیں۔

صبح کی ہوا میں ہلکی سی خشکی تھی، لیکن دلوں میں ایک ان جانے اطمینان کی گرمی۔

...! پانچ سال

پانچ سال بیت چکے تھے ان دنوں کو جب ہر دل کو راحت ملی تھی، ہر آنکھ کو اپنے ہمسفر کی روشنی ملی،

مگر آج... آج ایک نیا باب کھلنے جا رہا تھا— زندگی کا، محبت کا، اور خوشیوں کا۔

اسپتال کے ویٹنگ لاونج میں وہ سب موجود تھے۔



NOVEL-E-MEHAR

... مگر سب سے نمایاں منظر

ضامن کا تھا— اُس کے ساتھ ایک چھوٹا سا، خوبصورت بچہ کھڑا تھا۔

بشکل پانچ سال کا... جیسے چمکتا ہوا چاند زمین پر آ گیا ہو۔

— اس کی آنکھیں گہری نیلی، بال بھورے جیسے خالص شہد

گالوں پر ہلکی سی لالی، ماتھے پر الجھی لٹ،

اور اُس کی ایک چھوٹی سی انگلی ضامن کی انگلی میں گندھی ہوئی۔

ضامن نیچے جھک کر اُس کے ماتھے پر بوسہ دیتا،

اور وہ بچہ، جیسے ساری دنیا کی معصومیت کا ترجمان ہو،

ایک ہی سوال بار بار پوچھ رہا تھا

"بابا... پھوپھو بے بی گرل لائیں گئیں؟"

"پھوپھو کوچوٹ لگی؟"

"پھوپھو کے پاس کب جائیں گئیں؟"

ضامن کی آنکھوں میں ہنسی اور نئی آنکھا آگئی۔

"نہیں میرے شہزادے، پھوپھو ٹھیک ہیں... تھوڑا سا اور انتظار۔"

وہ نرم لہجے میں کہتا، اور اُسے اپنی گود میں اٹھا لیتا۔

نورم پاس کھڑی تھی— وہ اب بالکل بدلی ہوئی تھی،

ایک مکمل عورت، ایک مکمل ماں، اسکا گدرا گدرا جسم ایک اور نئی آنے والی نئی سی جان کی اطلاع دے رہا تھا۔

سفید ڈوپٹے میں لینا سرا، چہرے پر تھکن کے باوجود سکون۔

نیچے جھک کر اُس نے بیٹے کے گال چومے۔

میرے رائین... تمہیں پتہ ہے،"

"... پھوپھو چھوٹی سی شہزادی لارہیں ہیں

نورم کی آواز میں خوشی لرز رہی تھی۔

"پھر میں کیا ہوا اسکا؟"

رائین کی نیلی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

— ضامن نے مسکرا کر اُس کے چھوٹے ہاتھ کو چوما

"تم بڑے بھائی ہو گئے ہو، رائین شاہ۔"

نہیں وہ میری پرسنس ہے۔۔۔۔۔



NOVEL-E-MEHAR

— سامنے والے صوفے پر ازلان اور حرملین بیٹھے تھے

ازلان کی گود میں چھوٹا سا بیٹا اور حرملین کے ہاتھ میں ننھی سی گڑیا۔

"دونوں میرے جیسے لگتے ہیں۔"

ازلان نے مزاحیہ سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں، دونوں حرملین کی کاپی ہیں۔"

نورم نے ہنستے ہوئے کہا، اور حرملین شرم سے آنکھیں پراگئی۔

ماہر بے چینی سے نہل رہا تھا،

— لیکن اُس کی آنکھوں میں اب گھبراہٹ سے زیادہ... شکر تھا

وہ وقت جب اُس نے پہلی بار فری کا ہاتھ تھاما تھا،

جب اُس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُسے کبھی تہانہ چھوڑے گا،

وہ سب لمحے آج ایک نئے عکس میں لوٹ آئے تھے۔



— افتخار، شنفق اور سرین، احمد... سب کے چہروں پر سکون تھا
NOVEL-E-MEHAR

گویا برسوں بعد یہ خاندان، بکھرنے کے بعد، ایک مکمل تصویر بن گیا تھا۔

اچانک... دروازہ کھلا۔

ایک نرس، مسکراتے چہرے کے ساتھ باہر آئی۔

"مبارک ہو... بیٹی ہوئی ہے۔"

نرس کی آواز پر سب نے سکھ کا سانس لیا۔

ایک تناسا ہلتا جو لتا وجود ماہر کی بانہوں میں آیا۔۔۔

راہین نے سراٹھا کر ضامن کو دیکھا،

... پھر ماں کو

: اور شرارت سے بولا

"کیا میری پرنس بھی نیلی آنکھوں والی ہے؟"

نورم ہنس پڑی،

اور ضامن نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا،

ہاں بلکل۔۔۔"

راہین کے چہرے پر فخر سا آ گیا۔

"تو اس کا نام کیا رکھیں گے؟"

حرمیلین نے پوچھا،

سب نے ماہر کی طرف دیکھا،

اور اُس کی آنکھوں میں ایک خفیف سا سوال تھا۔



ماہر نے محبت پاش نگاہوں سے اس روئی کے مانند نرم و ملائم وجود کو دیکھتے ہوئے کہا۔
NOVEL-E-MEHAR

فری کوزمین نام پسند ہے۔

— ہے 'زمین' تو اوج سے یہ

"زمی کی مورت، سکون کی خوشبو۔

نورم کی پلکیں بھیگ گئیں،

: راہین نے خوشی سے تالیاں بجائیں

"! راہین اور زمین"

و ڈینگ ایریا میں مسکراہٹیں تھیں،

شکر تھا، عاتقی، اور مکمل ہونے کا احساس۔

یہ صرف ایک بچی کی پیدائش نہ تھی،

یہ اُس محبت کا ثمر تھا

جس نے صبر، قربانی اور وقت کے پتھروں سے اپنا راستہ کاٹا تھا۔

— یہ رائین اور زمین کا جہاں تھا

جہاں محبت، نسلوں کی صورت پر وان چڑھ رہی تھی۔

"مہک... تم پھر سے پانی میں پاؤں ڈال کر بیٹھی ہو؟"

صارم کی آواز میں ہلکی سی جھلک تھی، جیسے وہ غصہ تو کرنا چاہتا ہو، مگر بیٹی کی معصومیت اُس کے ارادے کو ہر بار توڑ دیتی ہو۔

چھوٹے سے باغیچے کے بیچوں بیچ لگے چھوٹے سے فوارے کے کنارے، حوریا کی گود میں بیٹھی چار سالہ مہک اپنی ننھی ٹانگیں پانی میں ڈالے تھتھے لگا رہی تھی۔ اُس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں پانی کے چھینٹے اُڑ رہے تھے، اور اُن چھینٹوں میں ماں کی مسکراہٹ چمک رہی تھی۔

"! صارم... تمہاری بیٹی ہے، بالکل تمہارے جیسی ضدی" حوریا نے شوخی سے کہا،

صارم چند قدم چلتا اُن دونوں کے قریب آیا، نیلے پولوشرٹ اور خاکی پیٹ میں اُس کی پرسکون شخصیت میں باپ کی سنجیدگی چھپی ہوئی تھی۔ اُس نے آہستہ سے جھک کر مہک کا ہیکہ ہوا پاؤں "پتا ہے، جب یہ تھوڑی بڑی ہو جائے گی... تو بالکل تمہاری طرح چلبلی ہو جائے گی۔" تھا اور تالیے سے صاف کرتے ہوئے بولا،

"ابھی کم ہے کیا؟ دیکھو تو سہی، پورے دن میں دو گھنٹے تو یہ صرف آئینے کے سامنے گزارتی ہے، اور باقی وقت اپنی گڑیا سے جھگڑ کر۔" حوریا کی ہنسی نکل گئی،

"! اما جھوٹ بول رہی ہیں۔ گڑیا پہلے میری چاکلیٹ لے گئی تھی" مہک نے منہ بنایا،

"اوہ! تو پھر پاپا آپ کے لیے نئی چاکلیٹ لے آئیں گے۔" صارم نے بیٹی کو گود میں اٹھا لیا، اُس کے گال پر بوسہ دیتے ہوئے بولا،

"! بیٹی" مہک نے تالیاں بجائیں،

باغیچے کی روشنی، سورج کی آخری کرنوں سے چمک رہی تھی۔ نیچے گھاس پر رکھے پنک کھر کے چھوٹے جوتے، ننھی سی گڑیا، اور سفید رنگ کی چھوٹی ہاں—سب گواہ تھے ایک خوشحال زندگی کے، جو ان تینوں نے اپنے محبت بھرے بندھن میں بُنی تھی۔

"مہک! پاپا کو پر پوز کرو، جلدی۔" حوریا جھک کر گھاس سے ایک پیلا پھول توڑ لائی اور شوخی سے بولی،

!پاپا" مہک نے پھول تھام کر معصومیت سے صارم کی طرف بڑھایا،

Will you marry again with my mother???

صارم کا دل جیسے لمحہ بھر کوزک گیا ہو، اور پھر دھڑکنے لگا۔ بہت گہرے، بہت بھرپور انداز میں۔

"! بار بار، ہر بار، ہمیشہ" وہ جھکا، مہک کے ماتھے پر بوسہ دیا اور کہا،

حوربانے پاس آکر ان دونوں کو گلے لگا پائے۔ ان کی ہنسی، ان کی خوشبو، ان کے لمس۔ سب کچھ ایک ایسی محبت کی تصویر تھے جو نہ ڈرامائی تھی نہ مصنوعی... بلکہ وہ زندگی جیسی تھی، جو خاموشی سے چلتی ہے، لیکن گہرائی سے جیتی جاتی ہے۔

گر میوں کی نرم شام تھی۔ گھر کے صحن میں گلے پیلے گلاب کھل کر مہک رہے تھے۔ چھوٹے سے واٹر فائونٹین کی چھپاک چھپاک کی آواز بچوں کی ہنسی میں گم ہو رہی تھی۔ آسمان پر ہلکی سنہری دھوپ کی چادر چچی تھی جو دھیرے دھیرے گہری ہوتی جا رہی تھی۔

ثناء دوپٹہ کندھے پر جمائے، گود میں ایک سالہ عدن کو لیے، جھولے کے پاس بیٹھی تھی، اور اس کی تین سالہ بیٹی امبر دائیں طرف مٹی میں پیچھ کر کچھ پینٹنگ کرنے کی اداکاری کر رہی تھی۔ اس نے دراصل وارد کا پرائیوٹ شرت پہن رکھا تھا، اور ہاتھوں میں برش کے بجائے پلاسٹک کے پتے تھے۔

"امبر! تم پھر پاپا کی شرت پہن کر مصور بن گئی ہو؟"

ثناء نے پیار سے پوچھا۔

NOVEL-E-MEHAR

امبر نے چہرہ اوپر اٹھایا، نیلی بڑی آنکھوں میں شرارت تھی،

"!جی ماما، کیونکہ میں بناؤں گی دنیا کا سب سے خوبصورت گھر... جس میں آپ، پاپا، عدن اور میں رہیں گے"

ثناء کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ یہ بچی صرف تین سال کی تھی، مگر اُس کے جملوں میں ایک چھوٹے دل کی بڑی محبت جھلکتی تھی۔

اتنے میں پیچھے سے وارد آگیا۔ وہ کالے کُرتے میں، آستینیں چڑھائے، ہاتھ میں آئس کریم کا ڈبہ لیے مسکرا رہا تھا۔

"بس گھر نہیں بنانا، اپنے بابا کا پورا دل لے لیا تم نے۔"

:وہ آگے آیا، امبر کو گود میں اٹھایا، اُسے گھما کر بوسہ دیا، اور کہا

"مصوری تو میری گڑیا کی ہے، مگر فنکار تمہاری ماں ہے... جس نے ہماری زندگی کو رنگ دیا۔"

ثناء نے نظریں پُرائیں، لیکن مسکراہٹ اُس کے گالوں پر پھیل گئی۔

وارد نے عدن کو بھی اپنی گود میں لے کر سینے سے لگا لیا،

"اس کا ہاتھ دیکھو شہا، کیسا تمہارے جیسا ہے... اور یہ ماتھا— بس تمہارا ہے۔"

شہا نے کہا، ہنستے ہوئے۔ "اور ضد آپ کی ہے"

"! تو کیا ہوا، ضدی باپ کا مطلب ہے بیٹے کو سب سے زیادہ پیار ملے گا"

"ٹھیک نامیری شہزادی؟" وارد نے چٹکی بجا کر امبر سے کہا،

"! اور ماما بھی مجھے سب سے زیادہ پیار کرتی ہیں" امبر نے فوراً ہاں میں سر ہلایا،

: شہا اب وارد کے قریب آچکی تھی۔ اس نے عدن کو وارد کی بانہوں میں آرام دہ انداز میں رکھا اور اس کے کندھے سے ٹیک لگا کر آہستہ سے بولی

"وارد، آپ نے وہ سب دے دیا جو میں نے کبھی مانگا بھی نہیں تھا... یہ چھوٹے چھوٹے لمحے ہی اصل زندگی ہیں۔"

: وارد نے سنا کی پیشانی پر لب رکھ کر کہا

"اور تم نے وہ دیا جس کی میں کبھی امید بھی نہ کر سکا— میری دنیا۔"

بچے کھیلنے میں مگن تھے، امبر کبھی پاپائی گردن میں بانہیں ڈالتی، کبھی عدن کو چپ کر دیتی۔ وارد اور شہا ایک دوسرے کی آنکھوں میں وہی سکون دیکھ رہے تھے، جو دو جھکے ہوئے مسافر، کسی سایہ دار درخت تلے محسوس کرتے ہیں۔

NOVEL-E-MEHAR

ہوا کی خشکی بڑھ چکی تھی۔ درختوں کے سائے لمبے ہو گئے تھے۔ گھر کی چھت پر لگے سفید کپڑے ہوا میں لہرا رہے تھے۔ زندگی جیسے ایک مکمل تصویر بن چکی تھی— رنگین، روشن، اور محبت سے لبریز۔

دو پہر ڈھل چکی تھی۔ آسمان ہلکی نارنجی رنگت لیے، سورج کو الوداع کہنے کی تیاری میں تھا۔ صحن کی سبز گھاس پر چھوٹا سا قالین بچھا ہوا تھا، جہاں تین سالہ علی اپنے کھلونے— ایک چھوٹی کار، ٹرک اور بڑے شیر کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

انا یہ سفید اور آسمانی نیلے رنگ کے سادہ سوٹ میں تھی، دو پٹہ کندھوں پر پڑا ہاتھ میں سلائی کٹ، اور نگاہیں بار بار علی پر۔ اس کی بھوری آنکھوں میں آج ایک خاص سکون تھا۔ گالوں پر ہلکی سی لالی، اور مسکراہٹ جو صرف تب آتی ہے جب عورت مکمل ہو جائے— ماں بن کر، بیوی بن کر، اور خود کو قبول کر کے۔

بال صحن کے دروازے سے نمودار ہوا۔ ہاتھ میں اس نے تین آئس کریم کون پکڑ رکھے تھے— ایک بڑا، دو چھوٹے۔ سادہ سی ٹی شرٹ، پاجامہ، بال تھوڑے بکھرے ہوئے اور چہرے پر وہی شرارت جو کبھی انا بیہ کو الجھن میں ڈالتی تھی، اب دل کو لہجاتی تھی۔

"!میرے شیر دیکھو بابا آپ کے لیے آئس کریم لائیں ہیں"

بلال نے آواز لگائی، تو علی نے فوراً کار زمین پر پھینکی اور بھاگتا ہوا آیا۔

"!بابا! میں نے کہا تھا مجھے چاکلیٹ فلور چاہیے"

بلال نے جھک کر علی کو گود میں اٹھایا،

"!تو آپ کے غلام نے چاکلیٹ ہی لایا ہے جناب"

اسے گھما کر ہنسانے لگا۔

اناہیہ مسکراتی تھی، اس کی آنکھیں بلال پر تکی تھیں— وہی بلال، جسے کبھی اس نے صرف دور سے چاہا تھا، آج اُس کی زندگی کا مرکز تھا۔

بلال علی کو نیچے بٹھا کر اناہیہ کے پاس آیا۔ آئس کریم بڑھاتے ہوئے بولا

"تمہارا پسندیدہ ونیلا... جیسے تم ہو— نرم، میٹھا، اور ہر چیز میں پگھل جانے والا۔"

اناہیہ نے ہستے ہوئے ہاتھ آگے بڑھایا،

"اور تم؟ تلخ چاکلیٹ جیسے، پہلی بار میں کڑوا، مگر عادت ہو جائے تو چھوڑا نہیں جاتا۔"



NOVEL-E-MEHAR

بلال نے نظریں نیچی کیں، اور آہستگی سے بولا

"عادت نہیں، عبادت ہو گئی ہو تم۔"

فضائیں خاموشی چھا گئیں— وہ خاموشی جو بولنے سے بہتر ہوتی ہے۔

اناہیہ نے نظریں چرائیں، گردل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی۔

"!علی"

اناہیہ نے آواز لگائی،

"کھاؤ پیٹا، گر جائے گی۔"

علی کی چھوٹی سی آواز آئی،

"! پہلے گھلے گی پھر گرے گی ماما"

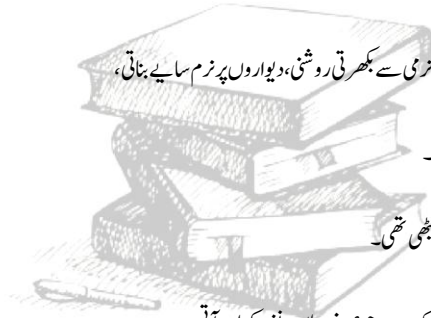
دونوں ہنس دیے۔ بلال نے آہستہ سے انابیہ کا ہاتھ تھاما۔

"کبھی کبھی سوچتا ہوں، یہ سادہ سی زندگی... تم، علی، شام کی یہ روشنی... بس اسی لمحے میں ساری دنیا قید کر دوں۔"

: انابیہ نے اس کا کندھا چھو کر کہا

"یہی زندگی کا حسن ہے نا؟ کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے، اور پھر بھی ہم بس ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔"

ہوا میں ہلکی سی خوشبو گھل رہی تھی— شاید آنے والے وقتوں کی، جب علی اسکول سے آئے گا، انابیہ اسے پیار سے کھانا کھلائے گی، بلال کام سے آکر اسی فرش پر لیٹے گا... اور وہ زندگی ہر دن یوں ہی خوبصورت ہوگی۔



کمرے میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی— پہلے شیشے کی لمپ سے نرمی سے بکھرتی روشنی، دیواروں پر نرم سایے بناتی،

ایسا لگ رہا تھا جیسے وقت سانس روک کر اس منظر کو قید کرنا چاہتا ہو۔

فری ہلکے گلابی رنگ کے کاشن نائٹ سوٹ میں، بستر پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

بال ڈھیلے جوڑے میں، چہرے پر ہلکی سی تھکن، مگر نگاہوں میں وہ چمک— جو صرف ماں بننے کے بعد آتی ہے۔

NOVEL-E-MEHAR

اس کی گود میں سفید روئی کی طرح نرم کبل میں لپٹی، ایک چھوٹی سی، خوابوں جیسی بچی تھی۔

چھوٹا سا چہرہ، گلابی ہونٹ، بند پلکیں، اور نرم سانسیں— گویا یہ بچی کوئی آواز نہیں، صرف لمس ہے۔ زمین اپنے نام کی طرح نرم۔۔۔

باہر، دروازے سے اندر داخل ہوا۔

نیلے شرٹ کی آستینیں کہنی تک چڑھی ہوئیں، چہرے پر دن بھر کی تھکن کے باوجود،

آنکھوں میں ایک سکون— جیسے وہ جنت میں داخل ہو رہا ہو۔

اس نے قدم آہستہ آہستہ بڑھائے،

پھر فری کے سامنے نیچے بیٹھا،

— اور دھیرے سے اُس بچی کو اپنی گود میں لیا

نرم سانس، جیسے تتلی کو ہاتھ میں لے لیا ہو۔

"اتنی چھوٹی ہے... اور اتنی مکمل... جیسے پوری کائنات میری گود میں سہاگئی ہو۔"

ماہر نے بے یقینی اور محبت سے اُس کے نازک چہرے کو دیکھا،

"یہ تمہاری آنکھیں ہیں، فری... بالکل تم جیسی گہری، نرمی سے بھری، خوابوں میں بھی مہکنے والی۔"

فری کی آنکھوں میں نئی سی تیر گئی۔

"ماہر... یہ ہم دونوں کا لمس ہے... ہمارے درمیان کی وہ خاموش دعا جو اللہ نے سن لی۔"

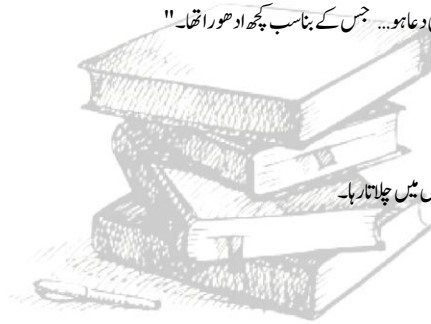
ماہر نے نرمی کے ماتھے پر لب رکھے، پھر فری کی آنکھوں میں جھانکا۔

"میری بیٹی... میرے دل کا دوسرا ٹکڑا ہے۔ لیکن فری... تم وہ پہلی دعا ہو... جس کے مناسب کچھ ادھورا تھا۔"

وہ اٹھا، اور نرمی کو آہستگی سے فری کے برابر رکھ دیا۔

پھر خود اُس کے پہلو میں بیٹھا، آہستہ آہستہ اپنی انگلیاں فری کے بالوں میں چلاتا رہا۔

کمرے میں صرف سانسوں کی سرگوشیاں تھیں۔



NOVEL-E-MEHAR

ماہر کا کندھا فاری کے سر کا تکیہ بنا، اور وہ تھکی ہوئی سی،

مگر محفوظ، اُس کے سینے سے لگ گئی۔

ماہر نے دھیرے سے کہا۔۔۔ "چار مہینے کی ہو گئی پوری"

فاری نے سر ہلایا،

پتہ بھی نہیں چلا۔۔۔

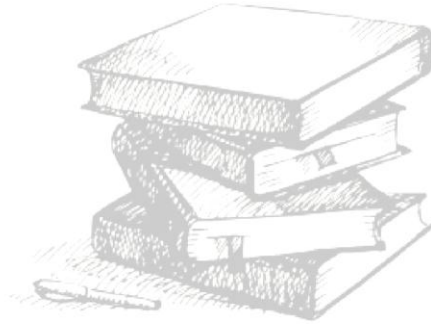
ماہر کے لبوں پر سکون بھری مسکراہٹ ابھری،

چند لمحوں، کسی نظم کی مانند گزرے۔

ان کے درمیان کوئی بات نہ تھی، صرف لمس... صرف خاموشی... صرف دو دل جو ایک ننھی جان کو دیکھ کر مطمئن تھے۔

زمین ہلکی سی کروٹ لے کر مسکرائی۔
 فری اور ماہر نے ایک ساتھ اپنی بیٹی کی طرف دیکھا،
 اور جیسے وقت وہیں رک گیا— محبت کے سب سے حسین لمحے پر۔

کرہد جیسی روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ سفید کریم پردوں کے پار کولپور کی روشنیوں کی جھلکیاں تھیں۔
 کھڑکی کے پاس جھولا ہلکا ہلکا بل رہا تھا... اور جھولے میں ایک ماہ کی ننھی سی نورے،
 نیند کی وادی میں تھی— ہلکے سے انگڑائی لے کر، ماں کی خوشبو میں سمٹی ہوئی۔



نورم نے رامین کو آہستگی سے اس کے بیڈ پر لٹایا،

اس کی پیشانی پر نرم سا بوسہ دیا،

— اور آہستہ آہستہ واپس پلٹی

جہاں ضامن خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ بیڈ پر آکر اس کے برابر بیٹھ گئی۔

NOVEL-E-MEHAR

— چہرے پر ماں بننے کی تختن تھی، مگر آنکھوں میں ایک روشنی، ایک سکون

جیسے ہر چیز مکمل ہو چکی ہو۔

زمری سے اس نے ضامن کے کندھے پر سر رکھا۔

اور ضامن نے، بے ارادہ سا، دوسرا ہاتھ آہستہ سے اس کے گرد لپیٹ لیا۔

— نورم نے اس کا ہاتھ تھاما

زمری سے، شکر سے... جیسے کہہ رہی ہو

"اب یہ ہاتھ کبھی نہ چھوٹے۔"

"!شکریہ، ضامن"

اس نے آہستہ سے کہا۔ آواز میں نمی تھی، مگر لہجے میں سکون۔

"کس لیے؟"

ضامن نے حیرانی سے پوچھا، اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے۔

نورم نے سراٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

نگاہوں میں صدیوں کا سکوت تھا، اور محبت اتنی گہری کہ لفظ چھوٹے پڑ گئے۔

... ہر چیز کے لیے... آپ نے مجھے گناہ سے بچایا"

...مجھے اپنایا

...مجھے ہمیشہ اس سچ سے دور رکھا، جس سے میں بکھر سکتی تھی

صرف اس لیے کہ میں زندہ رہ سکوں... محفوظ رہ سکوں... مکمل رہ سکوں۔

"میں جانتی ہوں، ضامن... سب کچھ۔



NOVEL-E-MEHAR

ضامن کے چہرے پر ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔

بے یقینی، نرمی، حیرانی... سب کچھ اس کے چہرے پر دکھ گیا۔

"تمہیں کس نے بتایا؟"

اس کی آواز ایک دھیمی سرگوشی بن گئی تھی۔

نورم نے آنکھیں بند کیں، جیسے کوئی پرانی یاد سانسوں میں گھل گئی ہو۔

جب راتین پیدا ہوا... تب تاپا بی کے کمرے میں وہ فائل تھی... وہ سچ... میں نے پڑھا تھا۔"

...تب جانا... آپ نے مجھ سے سچ کیوں چھپایا

تب جانا... اپ نے کتنی محبت کی تھی، اور کتنی چپ میں سب کچھ سہر گئے تھے۔

آپ نے خود کو مجرم بنا دیا... بس مجھے بچانے کے لیے۔

"ضامن... آپ مجرم نہیں تھے، آپ نجات دہندہ تھے۔

ایک خاموش آنسو نورم کے گال پر لڑھک گیا،

اور ضامن نے اس کے چہرے پر جھک کر وہ آنسو چوم لیا۔

"تمہیں سب پتہ تھا... پھر بھی میرے پاس رہیں؟"

نورم نے اس کے سینے پر سر رکھ دیا،

... میں رہ گئی، کیونکہ آپ نے مجھے ٹوٹنے سے بچایا"

"اور جو مرد عورت کو بکھرنے سے بچاتا ہے، اسے سزا نہیں دی جاتی۔

ضامن نے اسے سینے سے لگا لیا۔

بانہوں کا گھیرا اور مضبوط ہوا۔

لحوں نے رک کر سانس لی۔

... کمرے میں خاموشی تھی

— لیکن وہ خاموشی بولتی تھی

محبت، شکر، قربانی، اور معافی کی زبان میں۔

"... نورم"

ضامن نے اس کے بالوں میں چہرہ چھپا کر کہا،

تم میری زندگی کی دہرو شنی ہو... جو مجھ پر طلوع تو دیر سے ہوئی،"

"لیکن پھر کبھی غروب نہ ہوئی۔

نورم ہلکے سے مسکرائی۔



NOVEL-E-MEHAR

...اور آپ میرے گناہوں سے بھرا ماضی نہیں "

"میری نجات ہو، ضامن... میری وہ زندگی، جو عابث بن گئی۔

نور سے مدھم آواز میں سسکی،

اور رائین نے نیند میں کروٹ بدلی۔

— ضامن اور نورم، دونوں نے ساتھ ساتھ ساتھ ان کی طرف دیکھا

پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔

اور ہلکی سی، خاموش ہنسی ان کے لبوں پر آگئی۔

...محبت کا انجام یہاں نہیں ہوا

...یہ تو آغاز تھا

ایک نئی، پاکیزہ، مکمل زندگی کا۔



NOVEL-E-MEHAR

دل میں کہانیاں تھیں، لب پہ سکوت تھا

ہر لفظ بے صدا تھا، ہر رنگ سوت تھا

بکھری تھیں یادگاریں خوابوں کے شہر میں

اک عکس بے صدا سا ہر سمت گھومتا تھا

وہ شخص جس نے خود کو قربان کر دیا

اک نامہ تھا، جو وقت سے آگے پہنچتا تھا

چاہا نہ تھا جسے، وہی بن گیا وصال

جس کو گماں بھی نہ تھا، وہی ثبوت تھا

اک روشنی تھی دل میں، جرموں سے دور تک

جس کی دعائیں اٹک تھیں، اور قوتِ موت تھا

سایہ رہا گناہ کا، پر تھا وہ بے گناہ

خاموش رہ کے بھی وہ محبت کی بات تھا

محبتیں بھی تھیں، فاصلوں کے بیچ میں

ہر لمس، ہر نظر میں چھپا اک ثبوت تھا

اب وصل کے سفر میں کوئی رکاوٹ نہیں

ہر درد جو بھی تھا، وہی اب سکوت تھا

رات مکمل ہو چکی تھی۔

چاند آسمان پر نہیں تھا، جیسے چمک بھی سو گئی ہو۔

ایک تنہا قبر... مٹی ہموار، مگر خالی نہیں۔



جیسے کوئی لفظ، بغیر آواز کے، سینے میں دفن ہو گیا ہو۔

قبر کے اطراف سوکھے پھول، جنہیں کبھی کسی نے رکھا تھا— شاید دعا کے بجائے معافی کی علامت۔

ہوا کا کوئی جھونکا نہ تھا،

لیکن پھر بھی کتبے کی گرد جیسے کسی نے ابھی ابھی صاف کی ہو۔ وہ ایک سیاہ بخت تھا جس کے بخت کی سیاہی کے اگے تقدیر نے بھی ہار مان لی تھی۔۔۔۔۔

، اسلام و علیکم

اگر آپ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں

ہم آپ کو پلیٹ فارم فراہم کر رہے ہیں

www.novelemehar.online

اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں

ابھی رابطہ کریں

Email Writers@novelemehar.com

Whatsapp 03116909338



NOVEL-E-MEHAR

ختم شد